CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سیر یورپ

مصنفہ

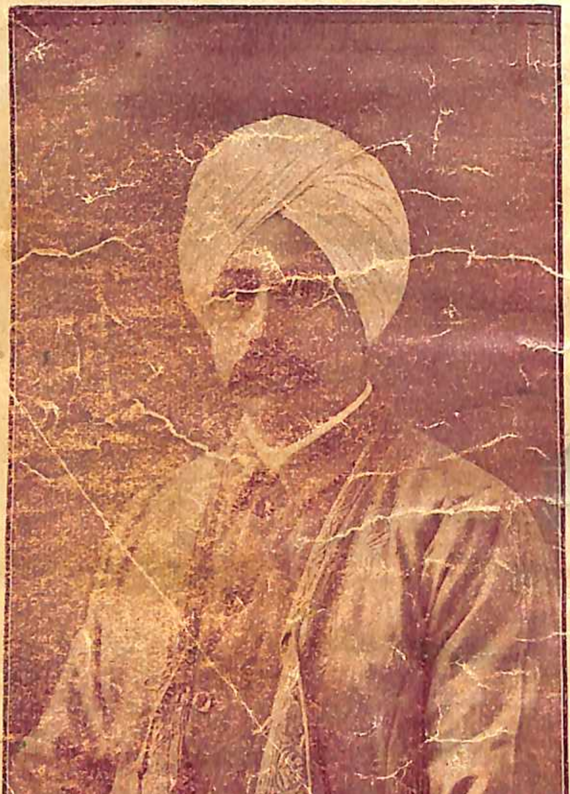

کوی ونود ویدبھوشن

پنڈت ٹھاکر دت شرما وید موجد امرت دھارا لاہور

۱۲/

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

(تمام حقوق محفوظ ہیں)

سیر یورپ

(حصہ اوّل)

مصنّفہ

کوی نود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید

ایڈیٹر اخبار دیش اُپکارک و مالک کارخانہ امرت دھارا - اور مصنف

رسالہ جات طبی مشتمل بر:-

کیا ہم لڑکا لڑکی اپنی مرضی پر پیدا کر سکتے ہیں؟ کیا میں تندرست ہوں صحت و درازی عمر کا راز؟ رسالہ حفظ ماتقدم طاعون - گھر کا حکیم - رسالہ سرعت ..... رسالہ ہلیلہ - رسالہ وضع حمل - رسالہ آتشک رسالہ سوزاک - رسالہ صحت کے دس اصول - حکیم و مریض - ہر مرض کا علاج حصہ ۱ و ۲ - رسالہ مجربات حکماء ہند حصہ ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - رسالہ برہمی - رسالہ میٹھی نیند و فلسفہ خواب - رسالہ درد سر - کام ورتی شاستر - سیر شملہ - علاج بالغذا - رسالہ چیچک - دلچسپ طبی مضامین - ہدایت الموسم - پرورش اطفال - رسالہ قبض - رسالہ غذا و صحت - کھشئی روگ دق و سل - موت کے قاصد کرم و اُن کی حقیقت - رسالہ وضع حمل - علاج الاطفال - دوش گیان (علم الاخلاط) رسالہ ہسٹریا اختناق الرحم - دانت اُن کی امراض و علاج - ویرج کے متعلق علمی و طبی تحقیقات - وید کے مشہور مرکبات حصہ اول - اصطلاحات یونانی - شودھن ودھی - دودھ اور دودھ کی اشیاء - رسالہ انفلوائنزا انپ نزلی - گنج مجربات وغیرہ وغیرہ

کارپردازان کارخانہ امرت دھارا لاہور نے

امرت پریس لاہور میں باہتمام لالہ درگا داس پرنٹر کے چھپوا کر شائع کیا

تعداد اشاعت ایکہزار (۱۰۰۰) نومبر ۱۹۲۵ء قیمت مجلد ۸؍

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تمہید

میں ۲۷ مئی ۱۹۲۴ء کو لاہور سے واسطے سفر یورپ روانہ ہوا اور ۲۲ اکتوبر کو واپس آ گیا۔ دوران سفر میں جو چٹھیات میں نے اخباروں کو لکھیں۔ ان کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اور ہر طرف سے ان کو کتابی صورت میں لانے کی خواہش ظاہر کی گئی۔ پڑھنے والے لکھتے تھے۔ کہ ایسے مفصل حالات آج تک کسی نے نہیں لکھے ہیں۔ اس واسطے یہ اب کتابی صورت میں ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۲) میں نے اس کا نام حصہ اوّل دیا ہے۔ خیال یہ ہے کہ اگر ناظرین نے اس کتاب کی قدر کی تو ہر ملک کی سیرگاہوں کے بڑے دلچسپ حالات دوسری جلد میں شائع کئے جاوینگے۔

یہ تو عام حالات کی سرسری چٹھیات تھیں۔ ہر ملک کا تفصیلوار بیان تو ابھی میں نے کیا ہی نہیں ہے۔ خیال تو تھا کہ چٹھیات کا سلسلہ یہاں پہنچکر بھی جاری رہے مگر اتنا وقت نہ ملا۔ سو اب اگر ناظرین کی خواہش مجھے معلوم ہوئی تو اکٹھا دوسرے رسالہ میں ہی پیش ہوگا۔ یورپ کے ممالک کے حالات ایسے عجیب ہیں۔ کہ کتنا بھی لکھتے اور سنتے جاؤ دلچسپی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

ٹھاکر دت شرما وید
اگست ۱۹۲۵ء

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دُنیا کی سیر

خط نمبر ۱

ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہو گا۔ کہ ۲۷ مئی ۱۹۲۴ء کی رات کو ولایت کے واسطے روانہ ہو گیا تھا۔ سٹیشن پر ایک عجیب حالت میں مجھے گذرنا پڑا۔ دوست اور رشتہ دار پھولوں کے ہار ہاتھوں میں لئے مجھے وداع کرنے آئے تھے۔ پریمیوں کے ہاتھوں میں پھول اور آنکھیں پُرنم خوشی وغم کا ایک دلچسپ میل تھا۔ یہی حال میرا تھا۔ اگرچہ تھوڑا عرصہ ہی کیوں نہ ہو اگرچہ اس وقت کے سفر کے سامان کیسے اچھے کیوں نہ ہوں۔ مگر پھر بھی سات سمندر پار جانا ہے۔ عزیزوں کو ۵-۶ ماہ اب نہ دیکھ سکونگا۔ ماتری بھومی سے کتنا دُور جا پڑونگا۔ یہ وچار تھا جس سے رہ رہ کر دل بھر آتا تھا۔ مگر پھر دبا تا تھا۔ شری سوامی ستیانندجی مہاراج نے اُپدیش دیا۔ اشیرباد دی۔ ماتاؤں اور بہنوں نے اسیس دی۔ دوستوں نے خوشی سے پہنچنے اور خوشی سے واپس آنے کی دُعا دی۔ اور گاڑی چلتی بنی۔ ۲۹ مئی کو بمبئی پہنچ گئے۔ ۲ دن وہاں ضروری انتظام کے واسطے رہے تھے میں اپنے لڑکے سُکھدیو شرا اور اُسکی ماتا کو ساتھ ہی بمبئی تک لے گیا تھا۔ اِن کو جہاز کا سب انتظام دکھلا دینے سے کچھ ان کو ڈھارس ہُوئی۔

مگر یکم جون پھر آزمائش کا وقت تھا۔ لاہور میں تو میں نے ایک آنسو نہیں گرنے دیا تھا۔ مگر جب یکم جون کو ۱۰ بجے وداع کرتے ہُوئے سُکھدیوجی کی ماتا کے گرم گرم آنسو میرے پاؤں پر پڑے تو مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔

وہ کئی گھر کے ضروری فرائض اور اپنے اعلیٰ دھارمک وچاروں کی وجہ سے میرے ساتھ نہ چل سکیں۔ مگر مجھے اب معلوم ہونے لگا کہ بہتر یہی تھا کہ یا تو میں خود بھی نہ جاتا یا کسی طرح ان کو ساتھ لے جاتا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ جہاز کنارے سے ہٹتا جاتا تھا۔ اور دل ہی دل میں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

باتیں ہو رہی تھیں۔ دُنیا کے عیش پرست لوگ ہندوستان کی پتی ورتا استریوں کے پریم کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس سچے پریم کو سمجھنے کے واسطے بھی اُن کے دماغ اور ہی سانچے میں ڈھلنے چاہئیں۔ یورپ کے ممالک میں شادی سے پہلے جو پریم جوڑوں کا ہوتا ہے۔ اس کو بعض مصنّف سچا پریم پکارتے ہیں۔ مگر یہ بھی سچا پریم ہے یا نہیں۔ جبکہ شادی کے ایک ماہ بعد ہی۔ اکثر حالتوں میں طلاق کی تجاویز شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ بات ٹھیک کہہ نہیں سکتے ہیں۔ اخیر میں کِدھر کا کِدھر چلا گیا قصّہ کوتاہ جہاز دُور چلا گیا۔ آنکھوں نے کام دینا بند کر دیا ماتری بھومی کو سر جُھکا کر نمسکار کی اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اسباب کو ٹھیک ٹھاک کر کے جہاز کے برآمدے میں کُرسی لگا کر بیٹھ گئے۔ دِن کو اکثر مسافر جہاز کے برآمدے میں ہی بیٹھتے ہیں۔ کبھی ڈرائنگ روم میں بھی جا بیٹھتے ہیں۔ جہاز پانی کو چیرتا ہُوا جا رہا تھا۔ میں خیالات میں محو ہو گیا۔ قدرت کی کسی چیز کی انتہا نہیں مگر انسان کو بھی خدا نے کیسی عقل سلیم عطا کی ہے۔ کس طرح سمندر کی چھاتی کو کاٹتا ہُوا ایک بڑا بھاری مکان آگے جا رہا ہے۔ اور یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہم سوار ہیں۔ انسان مغرور نہ ہو جائے۔ اس واسطے قدرت کبھی کبھی اپنی لا انتہا طاقتوں کی نشانی بھی دیجاتی جب ذرا زور کی ہوا چلے یہ جہاز کیا۔ اس سے بڑے بڑے جہاز ڈانواڈول ہو جاتے ہیں۔ امریکہ جس کے سب سے بڑے جہاز ہیں۔ اس نے جب ایک دُنیا میں لاثانی جہاز بنایا جس کے متعلق یہ دعویٰ تھا کہ کتنے بھی طوفان آویں اس کو نہیں ڈوبا سکتے۔ وہ پہلے ہی دن جب سمندر میں نکلا سینکڑوں مشہور آدمیوں کو لے کر سمندر میں غرق ہو گیا۔ اور اس کا نشان بھی نہ ملا۔ یہ وقوعے اس کی قدرت کی لا انتہا طاقتوں کا اظہار ہیں۔ مغروروں کا غرور توڑنے کے واسطے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا داد عقل سے انسان نے بھی کمال کر دیا ہے۔ جن لوگوں نے

جہاز

کبھی دیکھا نہیں ہے۔ وہ اندازہ مشکل سے کر سکتے ہیں۔ کہ جہاز کیا چیز ہوتا ہے۔ ہمارا جہاز جس کا نام پلسنا ہے۔ اٹلی کا جہاز ہے۔ یہ ۸ ہزار ٹن یعنی قریب سوا دو لاکھ من کا ہے اور یہ ابھی چھوٹا جہاز ہے۔ ڈاک والی کمپنی کے جہاز ۱۲-۱۴-۲۰ بلکہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

۴۰ ہزار ٹن کے ہیں۔ گویا قریب ۱۰ لاکھ من۔ امریکہ کے کئی جہاز ساٹھ ستر ہزار ٹن کے ہیں۔ بادشاہوں کے ۶ منزلہ مکانوں کی طرح بنے ہوئے ہوتے ہیں اس جہاز میں ۵ چھتیں ہیں۔ علاوہ بے شمار باربرداری کے سامان علاوہ مشینری علاوہ سامان خوراک علاوہ تیل پانی و دیگر اشیاء ضروری کے ۴ سو انسان اٹھائے ہوئے یہ جہاز سمندر کو دلتا ہوا جا رہا ہے۔ اگر ہوا تیز نہ ہو تو کمروں میں بیٹھے ہوئے یہ محسوس بھی نہیں ہوتا ہے۔ کہ کہ ہم جہاز میں جا رہے ہیں۔ اگر ڈک (برآمدہ جہاز) پر بیٹھے ہوں تو معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ سمندر کے کنارے کسی بڑے محل میں بیٹھے ہیں۔ اور پاس سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

سو سوا سو تو فسٹ کلاس کے مسافر ہیں جن کے واسطے ایک یا دو دو یا کسی جگہ تین تین آدمی رہنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ کمرے ہیں جن میں بستر لگا ہے کپڑے رکھنے کے واسطے ہر ایک کے لئے ایک الماری۔ ہاتھ منہ دھونے کا بیسن ہے۔ بجلی کا پنکھا ہے۔ بجلی کی روشنی ہے۔ اور سب سامان ضروری مہیا ہیں۔ سیکنڈ کلاس کے بھی دو دو تین تین آدمی رہنے کے واسطے علیحدہ کمرے ہیں۔ تھرڈ کلاس کے واسطے علیحدہ کمرے نہیں ہیں۔ ان کو ڈک پر ویسے ہی رہنا پڑتا ہے۔ میں تو ان کو مزے میں سمجھتا ہوں۔ صرف تکلیف سونے کی ہوتی ہے۔ اگر کبھی سمندر میں طوفان ہو جائے تو بوجہ پانی کے چھینٹوں سے وہ بچ نہیں سکتے۔ ان کے علاوہ اول و دوم درجے کے مسافروں کے واسطے دن کو بیٹھنے کے لئے خوبصورت برآمدے ہیں۔ جن میں کرسیاں لگا کر مسافر سمندری ہوا کا آنند اٹھاتے ہیں۔ کھانے کے کمرے کی وسعت اور خوبصورتی قابل تعریف ہے۔ جس کے اندر بیسیوں بجلی کے لمپ اور دو درجن بجلی کے پنکھے لگے ہیں۔ جب کھانے کے واسطے بیٹھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شاہی ضیافت ہو رہی ہے۔ اس ہال کے علاوہ دو بڑے ہال اور ہیں۔ ایک کا نام گانے کا کمرہ دوسرے کا نام تمباکو پینے کا کمرہ ہے۔ گانے کا کمرہ ایک ڈرائنگ روم سمجھئے جس میں ۳۰ گدے دار بڑی بڑی کرسیاں پڑی ہیں۔ چھت کسی اعلےٰ تھیٹر کی چھت سے کم نہیں۔ اس میں آرام سے جو پڑھنا جو پڑھنا چاہیں پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے رہیں۔ رات کو اسی میں گراموفون یا پیانو بجاویں۔ گاویں۔ آنند اٹھاویں۔ تمباکو پینے کے کمرے میں لوگ تاش کھیلتے تمباکو پیتے اور پینے والے شراب

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

وغیرہ بھی اُڑاتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد وہیں آکر قہوہ پیتے ہیں۔ اس میں چھوٹی میزیں خوبصورت رکھی ہیں۔ اور گرد کرسیاں پڑی ہیں۔ اکثر چار اکٹھے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں ایک ورزش خانہ بھی ہے۔ جس میں جاکر جو کوئی چاہے بخوبی ورزش کر سکتا ہے۔ بجلی کے گھوڑے پر چڑھو۔ بائیسکل کی ورزش کرو۔ "مکہ" بازی کرو یا مشین کی کشتی چلاؤ۔ یہ سب ورزشیں ہیں۔ اصل نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ ڈمبل و موگری بھی موجود ہیں۔ اور بھی کھیلوں کے سامان ہیں۔ خطوط وغیرہ لکھنے کے واسطے دو چھوٹے کمرے اور ہیں۔ کاغذ لفافہ سب جہاز کا ہے۔ اِن کمروں کے علاوہ جہاز کے نوکروں کے کمرے۔ کھانا پکانے کے کمرے۔ سامان رکھنے کے کمرے۔ غسل خانے۔ دپہ خانہ۔ دھوبی خانہ حجامت گھر وغیرہ کئی کمرے ہیں۔ خطرے کے واسطے کئی کشتیاں اور کئی ہوا بھری تیرنے کی پیٹیاں موجود ہیں کِسی انسان کو پکڑ کر جب اندر پھراؤ تو وہ کیسے یقین کر سکتا ہے کہ وہ کسی عالیشان عمارت کے اندر گھوم کر نہیں آیا ہے۔ ہم جب ایک کمرے سے دوسرے میں بھاگے پھرتے ہیں۔ یا کھیلتے کودتے ہیں۔ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔ کہ پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہم رات دِن بھاگے جا رہے ہیں۔

یکم جون کو بمبئی سے چلے تھے۔ آج شکروار شام کو ۴ بجے عدن پہنچنا ہے۔ راستے وقت میں ایک منٹ بھی کہیں جہاز تھما نہیں ہے۔ رات دِن چلا آ رہا ہے۔ آج ڈاک ڈالنے کی اُمید میں خطوط بھی لکھے ہیں۔ اور یہ چیٹھی بھی لکھنے کو دِل چاہا ہے۔

میں سوچتا تھا کہ کیوں نہ یہ لوگ ان ممالک پر حکمرانی کریں۔ جن کو ایک کشتی بنانی بھی شاید مشکل ہو جاوے۔ ہزاروں میل سات سمندر چیر کر لاکھوں من مال آدمیوں کو لاکر دوسرے ممالک میں پہنچا دینا کتنا آسان ہو رہا ہے آج تو ۱۸-۱۹ دن میں ولایت سے جہاز ہندوستان پہنچ جاتا ہے۔ جب چھ ماہ لگتے تھے۔ افریقہ کے اوپر سے آنا پڑتا تھا۔ اس وقت اتنا کچھ ہندوستان میں لاکر جمع کر دیا آج کل تو کیا نہیں ہو سکتا ہے۔

آج تو پہلے زمانے سے سینکڑوں گنا اور ترقیاں ہو گئی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ لوگ چاہے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوں۔ آپس میں باتیں کر سکتے تھے۔ یہاں ہر جہاز میں جہاں چاروں طرف سوائے پانی کے کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ بے تار کی تار برقی لگی ہے۔ کان کو آلہ لگائے آدمی بیٹھا ہے۔ اور تمام دُنیا میں کیا تاریں چل رہی ہیں۔ اس کو خبر ہے لیتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

منگلوار رات کو صرف تین روپیہ دے کر بے تار کی تار خبر گھر کو دیدی کہ ہم بڑی اچھی طرح سے راضی خوشی جا رہے ہیں۔ جس کے واسطے ایک لفظ "اعلیٰ" پہلے ہی سے مقرر تھا۔ جہاں جہاں بے تار کی تار برقی کا سامان ہے۔ وہاں وہاں سے پانی کے اندر ہوتی ہوئی ہمارے پاس خبر پہنچ سکتی ہے۔ دنیا کی ضروری خبریں ٹائپ کر کے بورڈ پر ٹانگ دی جاتی ہیں۔ پی۔ اینڈ او کمپنی کے جہازوں پر تو بے تار سے ضروری خبریں حاصل کر کے چھاپ کر مسافروں کو بھی دی جاتی ہیں۔ گویا جہاز میں جاتے ہوئے بھی اتنے دن دنیا کے بڑے واقعات سے محروم نہ رہیں۔

ہمارا جہاز جو کہ اٹلی کا جہاز ہے۔ اس کا کرایہ بمبئی سے اٹلی کی کسی بھی بندرگاہ تک اوّل درجہ کا ۵۵ پونڈ ہے۔ اور ۲ سال کا واپسی لینے صرف ۱۰۰ پونڈ ہے۔ چار مہینے کا واپسی صرف ۹۰ پونڈ ہے۔ گویا اس میں صرف ۴۵ پونڈ ایک طرف کا ہوا۔ لندن یا پیرس میں ایک ہوٹل کے کمرے وخوراک کا خرچ ۲۰ پونڈ سے ۱۰۰ پونڈ تک ہو سکتا ہے۔ اور یہ لوگ اس ۴۵ پونڈ میں چار پانچ ہزار میل سمندر کو پار کرتے ہیں۔ کمرے اعلیٰ آپ کو دیتے ہیں۔ کھانا منہ مانگا ملتا ہے۔ ہم تو سبزی خور ہیں۔ اور نہ ہمیں بار بار کھانے کی عادت ہے۔ اس واسطے ہم تو شاید آخیر تک ان کا ایک پونڈ بھی خرچ نہ کریں۔ اپنے کھانے کا تو پھر ذکر کرتا ہوں۔ ذرا ان لوگوں کا کھانا سنو۔ میں تو سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کیسے ہضم کرتے ہیں۔ اوّل صبح بستر سے نوکر جا کر جگاتا ہے۔ اس کے پاس چاء بسکٹ۔ ٹوسٹ وغیرہ ہوتا ہے۔ سب سے اوّل ان کو کچھ کھا پی کر اٹھنا چاہیئے۔ اس کے بعد پاخانہ وغیرہ جاتے ہیں۔ کوئی عقلمند ورزش کرتے ہیں۔ آج صبح میں نے دیکھا ہمارے لاٹ صاحب سر ایڈورڈ میکلیگن جو اس جہاز میں جا رہے ہیں۔ ننگے پاؤں ورزش خانے میں جبکہ میں ورزش کر رہا تھا۔ ورزش کرنے کے واسطے آئے میں گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ بائیسکل پر سوار ہو گئے۔ پھر انہوں نے مونگریاں نکال لیں۔ مگر ایسے تھوڑے ہی ہیں

اس کے بعد ۹ بجے بریک فاسٹ (چھوٹی حاضری) کی گھنٹی بج جاتی ہے۔ سب کھانے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں دودھ چاء ٹوسٹ، روٹی۔ بسکٹ۔ مربے۔ مکھن۔ پھل۔ مچھلی۔ گوشت تلے ہوئے۔ پکے ہوئے گوشت اور کئی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

طرح اِن کے عجیب عجیب کھانے موجود ہوتے ہیں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔
پھر ایک بجے لنچ (بڑی حاضری) کی گھنٹی بجتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ اور تو ٹھیک ہے مگر ۹ کے بعد ایک بجے بہت دیر ہو جاتی ہے جس میں ۱۰-۱۲ اعلےٰ اعلیٰ کھانے ان کے واسطے موجود ہوتے ہیں۔ برف میں ٹھنڈا کئے ہوئے پھل کھانے کو ملتے ہیں آہستہ آہستہ دو بجے فارغ ہوتے ہوں گے کہ ۴½ بجے شام کے چائے تیار ہے۔ اس وقت کچھ تھوڑا بہت بسکٹ وغیرہ کھا کر چائے پی آتے ہیں۔ کہ ۷ بجے شام کے کھانے کی گھنٹی ہوتی ہے۔ جبکہ شام کی پوشاک پہن کر مرد و عورت سب آ جاتے ہیں۔ ۱۰-۱۵ کھانے باری باری آتے ہیں۔ گوشت ہر قسم مچھلی انڈا ہوا زمین و سمندر کے جاندار　　کیا چیز ہے۔ جو ان کو نہیں ملتا ہے۔ وہاں سے اُٹھتے ہی تمباکو پینے کے کمرہ میں آکر قہوہ پیتے ہیں۔ اور اس کے بعد کھیلنے یا ناچ وغیرہ میں کچھ مدت گذارنے کے بعد نائیٹ سپر (رات کا کھانا) جن کو چاہیئے ان کے آگے آدمی تھال لے کر پھر جاتا ہے۔ جس میں روٹیوں کو کاٹ کر درمیان گوشت کی تہ لگائی ہوتی ہے۔ کوئی اس کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ انگریزی فیشن کے ہندوستانی بھی خوب اب ان کی تقلید کرتے ہیں۔

اگرچہ اس جہاز کے اندر بہت سے ہندوستانی و پنجابی ہیں۔ مگر سبزی خور صرف چار ہیں دہلی کے ایک صاحب انڈے کھانے والے سبزی خور ہیں۔ اس واسطے اِن کو بہت وقت نہیں ہے۔ ان کا یہ شاید آٹھواں سفر ہے۔ ۲ دفعہ تو ساری دُنیا کے گرد گھومے ہیں۔ کھانا کھانے کی تکلیف کی وجہ سے ہی اُنہوں نے انڈا ولایت میں شروع کر دیا تھا۔ مگر ایک میں اور ایک لالہ رام کرشن جی پردھان آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے لڑکے لالہ دیو دت جی ہیں۔ جو کہ خاص سبزی خور ہیں!

سبزی خوروں کو دِقت

اور ہمارے لئے بڑی مشکل ہے ہم نے انعام اکرام دے کر تمام نوکروں کو سیدھا کر لیا ہے۔ اور ہمارے واسطے علیحدہ سبزی تیار ہو جاتی ہے۔ گھی میں گھر سے لے گیا تھا وہ اِن کو دیدیا ہے۔ وگرنہ ان کی سب سبزیاں چربی میں پکتی ہیں۔ جب میں لاہور

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

سے روانہ ہوا تھا۔ یہاں کے آئے لوگوں سے حالات سُن کر میں یہ کہتا تھا۔ کہ میں ضرور پورا پرہیز رکھوں گا۔ مگر اب جو ادھر آنا چاہتے ہیں۔ ان کی رہنمائی کے واسطے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی شخص جو ولایت آوے وہ پورا پرہیز رکھ سکے نامکن ہے۔

ہماری باوجود اتنی احتیاط کے بھی ہم نہیں جان سکتے کہ کس وقت کیا چیز غلطی سے ہی ہم کو نہ مِل جائے۔ ایک دن ایک بہرے نے ایک رکابی لا کر شوربے کی رکھی۔ اس نے کہا کہ آپکے واسطے بنائی شوربہ ہے۔ اتنے میں دوسرا آیا کہ یہ آپ کا نہیں ہے یہ گوشت کا شوربہ ہے۔ آپ کا شوربہ جو سبزیوں کا ہے وہ پیچھے آرہا ہے۔ دوسرا ہے۔ پکاتے وہ خود ہی ہیں۔ ہاتھ برتن سب انہیں کے ہیں۔ اس صورت میں خاص احتیاط کیسے ہو سکتی ہے ایسے ہنا یہ بھی ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص گوشت کھاتا ہو اور وہ گائے یا سؤر کے گوشت سے بچ کر آوے۔ یہی ان کے من بھاتے گوشت ہیں۔ جس پر خاص بیف یا پورک کا لفظ لکھا ہوگا۔ اس کو چھوڑ کر کئی دوسروں میں ایک دوسرے کے شوربے پڑتے ہیں۔ اور چربی جس کے اندر تمام اشیاء تلی جاتی ہیں مشترک ہوتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ سوائے انگلستان کے باقی ممالک میں ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ کہ آپ سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان کو سمجھا نہیں سکتے کہ اُن کے اندر فلاں گوشت یا اس کا کوئی حصّہ ہے بھی یا نہیں۔

میں تو سوچتا ہوں کہ شاید یہی وجہ تھی کہ ہندؤں نے سمندر پار جانا منع کر دیا تھا۔

میں نے تو آج اپنی دال چاول دیئے روٹی دال کھچڑی بنوانے کا انتظام کیا ہے۔ مگر بنانے والے گوا کے نہ جانے کون ذات شریف ہیں۔

ہمارے اٹالی نوکر بڑے صاف سُتھرے رہتے ہیں۔ کھانے کے وقت اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک پہن کر وہ کھانا تقسیم کرتے ہیں۔ ایسے ہوشیار اور سلیقہ رس کو دیکھ کر حیرانی آتی ہے۔ مگر جب یہ یاد آتا ہے کہ یہ خانہ صاف کرنے۔ پیشاب اُٹھانے۔ قے کے پیالے دھونے کا ہی کام کر جاتے ہیں۔ تو پھر طبیعت میں کشمکش پیدا ہوتی ہے

خیر کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ مجھے تو صاف یقین ہو گیا ہے کہ پورا پرہیز تو مشکل ہے لیکن اگر آدمی کوشش کرے تو بہت کچھ پرہیز ممکن ہے۔ میں نے تو ارادہ کیا ہے کہ آگے چل کر روٹی مکھن پھل وغیرہ کے سوائے کچھ کھایا ہی نہ کروں گا۔ یتیلی ساتھ لے لی ہے کچھ نہ ملے۔ تو کھچڑی بنا کر اڑایا کروں گا یہ بھی ناممکن ہو تو دودھ تو ہر

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

؎ اس کے بعد میں نے ہر قسم کا شوربہ چھوڑ دیا۔

جگہ مل بھی جاتا ہے۔ میں تو چند دن تک اگر کچھ نہ ملے تو بھی گذارہ کر سکتا ہوں۔ مگر جن کی تھوڑی سی چیز پر گذارہ کرنے یا نہ ملے تو بھوکا رہنے کی عادت نہیں۔ ان کے واسطے کتنا مشکل ہے۔ ۱؎

ہاں میں ذکر یہ کر رہا تھا کہ اس کمپنی کے جہازوں کا کرایہ اوّل درجہ کا ۶۵ پونڈ دوم درجے کا شاید ۵۰ پونڈ اور سوم درجہ کا شاید ۲۰ پونڈ ہے کھانے کے لحاظ سے سوم درجے کے مسافر اچھے ہیں۔ جو کہ اپنا آپ پکارتے ہیں۔ اور جو دِل آوے کھاتے ہیں۔ جہاز کے نوکر اتنے شستہ ہیں کہ دیکھ کر طبیعت خوش ہوتی ہے۔ نہ جانے یہ کس وقت سوتے اور کس وقت اُٹھتے ہیں۔ کسی بھی کمرے میں بیٹھے ہوئے گھنٹی بجاؤ وہ نوکر حاضر ہے جو حکم کرو پھرتی سے سامنے رکھتا ہے۔ بات نہایت ادب اور سلیقہ سے کرتے ہیں۔

چند کمروں کا ایک علیحدہ نوکر ہے۔ وہ ان کمروں کی صفائی کرتا ہے بسترے روز جھاڑتا ہے صاف کرتا ہے۔ کمرے کو سنوارتا ہے۔ دوسرے تیسرے دن بسترے کی نئی چادریں بدل جاتا ہے۔ تولئے روز نئے رکھ جاتا ہے۔ رات کو سونے

۱؎ چنانچہ آگے جا کر میں نے کھانے کے واسطے ایسا انتظام رکھا تھا کہ میں کھانے کا کوئی ہی وقت ہو صرف روٹی مکھن اور اُبلی ہوئی سبزیات منگوا لیتا تھا۔ تلی ہوئی سبزی کوئی نہیں منگوانی چاہیئے۔ کیونکہ وہ چربی میں تلی جاتی ہے۔ اُبلی ہوئی بھاجی کو لے کر اُسی کے اندر نمک مرچ خود ملا لیتا اور مکھن بھی مل لیتا۔ گوبھی۔ بند گوبھی۔ گاجر۔ پالک کا ساگ۔ آلو۔ نہایت عمدہ مٹر وغیرہ کئی سبزیاں مل جاتی ہیں کسی کسی ہوٹل میں خاص طور پر مکھن میں تلوا کر ہی لیا کرتا تھا۔ مکھن گرم ہو کر گھی ہو گیا۔ واقعی مکھن میں تلی ہوئی گوبھی مٹر گاجر وہاں کی بہت ہی مزیدار ہوتی تھیں۔ چاول ساگودانہ سوجی وغیرہ کی کھیر بھی بناتے ہیں۔ ان میں انڈے ڈال دیتے ہیں۔ اس واسطے اگر کہیں صرف میرے واسطے وہ بدون انڈوں کے تیار کر دیں تو زائد خرچ کر کے بنوا لیتا تھا۔ بسکٹ یا مٹھائیاں چاکولیٹ وغیرہ سب میں اکثر انڈا ہوتا ہے۔ اس واسطے میں نے اپنے سارے سفر میں ان کو کھایا نہیں سپیغٹی ایک خاص قسم کی لمبی لمبی مشینوں سے بناتے ہیں۔ ان کو اُبال کر نمکین بنا لیتے ہیں۔ وہ بھی کھائی جا سکتی ہیں۔ ایسے ہی دلیا اُبال کر یا چاول اُبال کر دودھ سے کھائے (دیکھو بقیہ نوٹ صفحہ ۹ پر)

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

سے پہلے سونے کے کپڑے اُتار کر چارپائی پر دھر جاتا ہے - آپ کو اُٹھانے کی بھی تکلیف نہ ہو۔ بُوٹ آپ باہر رکھ دو صبح صاف روغن کیا ہُوا موجود پاؤ گے - اِن کے علاوہ جب بٹن دباؤ حاضر ہے - جو کام کہو کرتا ہے - اِن کاموں کو وہ کس وقت کرجاتا ہے - پتہ نہیں ہے - ۵ وقت کے کھانے کے واسطے بھی وہ مستعد کھڑا ہے - ڈک کے اُوپر بیٹھے ہوئے برآمدے کے علیحدہ نوکر ہیں - کسی وقت اِن کو بیٹھے دیکھا نہیں جاتا ہے کسی نے پانی مانگ لیا - کسی نے سوڈا واٹر طلب کیا - کسی نے برف مانگ لی - کسی نے میز صاف کرنے کو کہا - کسی نے کہا کاغذ ختم ہے - کوئی کہتا ہے - کہ کرسی باہر نکال دو یہ سب کام یہ دو چار آدمی ایسی پھرتی سے کرتے رہتے ہیں - کہ کسی کو شکایت نہیں ہوتی -

اور جب سب مسافر سو جاتے ہیں تو یہ بھی اپنے طنبورے لے کر علیحدہ کسی کمرہ میں گا بجا بھی لیتے ہیں - طبیعت خوش کر لیتے ہیں - کپڑے سب کے صاف ستھرے ہوتے ہیں - کسی ہندوستانی کو بازار میں ملیں تو حاکم سمجھ کر شاید ڈر جاوے - مگر یہ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام بلاچون وچرا کرتے ہیں - اِن ترقی یافتہ قوموں میں واقعی بیسیوں خوبیاں ہونگی - ورنہ یہ ترقی نہ ملتی - نوکروں کی عجیب مستعدی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸ کے آگے) اُس کو پورج کہتے ہیں - وہ بھی گوشت سے بُرا ہے - لنڈن وغیرہ میں ویجیٹیرین ہوٹل ہیں - وہاں جا کر بھی اچھی طرح دریافت کرنا پڑتا تھا - کہ انڈا کس کس چیز میں ہے - کیونکہ وہاں کے سبزی خور دودھ تو نہیں استعمال کرتے اور دودھ پینا بیرحمی سمجھتے ہیں - مگر انڈا استعمال کر لیتے ہیں - کئی کھانے انہوں نے ہندوستان سے سیکھے ہیں - یہ دال بھی بناتے ہیں - اور اس کا نام بھی ہندوستانی دال ہی رکھا ہوا تھا - مگر خوبی یہ کہ اس میں بھی انڈا تھا - یہ لوگ پوٹے بھی تلتے ہیں سبزیاں بھی تلتے ہیں - مگر وہ اکثر ناریل کے تیل میں تلی ہوتی ہیں - اس واسطے تلی ہوئی چیز یہاں لینا بُرا نہیں ہے - یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ جب کسی جگہ بہت چھوٹے ہوٹل میں جانا پڑے - وہاں بہتر یہی ہے - کہ صرف روٹی مکھن اور اُبلے ہوئے آلو (جن کو چھیلنا خود ہی ہوتا ہے) لئے جاویں اور کوئی زائد چیز نہ لی جاوے - چھوٹے ہوٹل والے غلط ہی کہہ سکتے ہیں - بڑے بڑے ہوٹل والوں کو مقرر اشیاء منگنے پر بھی یہ تاکید کر دی جا سکتی ہے - کہ وہ خیال رکھیں کہ اُن میں کسی بھی چیز کے اندر کسی بھی قسم کے گوشت کے پانی یا انڈے وغیرہ کی ملاوٹ نہ ہوئی (دیکھو بقیہ صفحہ دس پہ)

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

تو تم نے جہاز میں ہی دیکھ لی - ان نوکروں کے علاوہ صفائی کرنے والے لوگوں کے ڈک پر بیٹھنے سے پہلے تمام ڈک کو پانی سے دھو دیتے ہیں - تمام کمروں کو صاف کر دیتے ہیں - یورپ کے لوگ کتنے صفائی پسند ہیں - بمبئی سے جب سے چلے ہیں خشکی کا نام نہیں پھر گرد کہاں سے آوے تو بھی جہاز ایک سرے سے دوسرے سرے تک روز دھویا جاتا ہے - کھانے کے کمروں کی میزوں کو دیکھو - ہر دفعہ نئے میز پوش نئے رومال موجود ہوتے ہیں - ہر دفعہ جب مسافر اُٹھ کر جاویں کمرہ صاف ہوتا ہے - در و دیوار روزانہ صاف ہوتے ہیں -

ان خدمت گاروں کے علاوہ جہاز کے چلانے والے تو مستعد ہیں ہی جو کہ دن دن رات جہاز کو سیدھا لے جا رہے ہیں - قطب نما کی مدد سے راستہ نہ ہوتے ہوئے ایسے سیدھے راستہ سے جہاز جا رہا ہے کہ شاید خشکی میں اتنا سیدھا راستہ کبھی ممکن نہیں ہے - شکروار ۱۲ بجے تک ہم ۱۵ سو میل سے زیادہ کا سفر کر چکے ہیں -

عدن تک ایسا سیدھا لے جاویں گے - اگر بمبئی سے عدن تک سیدھی لکیر کھینچ دی جاوے تو وہ اتنی ہی ہوگی جتنے میل اس جہاز نے سفر کیا ہے -

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹ کے آگے)

چاہیئے - جب وہ اچھی طرح سمجھ گئے تو وہ آپ کو کوئی ایسی چیز نہ دینگے - بعض وقت کتنی کتنی مدت سمجھاتے لگ جاتی ہے کہ گوشت یا گوشت کا شوربہ بالکل نہیں ہونا چاہیئے - تو وہ پوچھتا کہ مچھلی لے آؤں - انڈا لے آؤں - شوربہ لاؤں - شام کے کھانے میں سب سے اول شوربہ یہ لوگ پیتے ہیں جو کہ مختلف گوشتوں کو اُبال کر بناتے ہیں، صرف گوشت نہ کھاؤں گا تو آپ نے کہا تو یہ سمجھیں گے کہ شاید ڈاکٹر نے ان کو گوشت منع کیا ہے - وہ ہمارے خیالات کو نہیں سمجھ سکتے - ان کو ذہن نشین کرانا ہے کہ ہم مذہبی طور طور پر کوئی حیوانی غذا چھوتے بھی نہیں ہیں - میں نے فرانسیسی - جرمنی - اٹلی کی زبان میں جہاز کے ساتھیوں سے کاغذ لکھوا لئے تھے - کہ کہیں ایسا سبب ہو جاوے کہ ہوٹل والا انگریزی نہ جانتا ہو تو جو زبان وہ جانتا ہو - اس کا کاغذ اس کے سامنے رکھ دیتا جس میں مفصل سب کچھ لکھا ہوتا -
اسی طرح میں نے اپنے خیال کے مطابق وہی کر دیا - مجھے کسی طرح کوئی تکلیف سارے سفر میں نہیں ہوئی - کیونکہ گھر ہی سے میں بخوبی گذارہ کر سکتا ہوں -

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جہاز ران لوگوں نے سمندر کا چپہ چپہ شمار کر دیا ہے۔ سمندروں کے پانی کدھر سے کدھر کو رو بہاتے رہتے ہیں۔ اِن کے نقشے بنائے ہیں۔ سمندر کی گہرائی ناپ ماپ کر نقشوں پر درج کی ہے یہ سچ ہے۔ خدا اِن کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں۔

میں نے جہاز کے حالات میں ہی بہت لمبا لکھ دیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ایسے خطوط جن سے میرے ہم وطنوں کو واقفیت ملتی رہے۔ کبھی کبھی لکھتا رہوں۔ اس وقت دیر ہو گئی ہے۔ اس لئے جہاز کے سفر کی دوسری چٹھی اور یہاں کے مسافروں کے حالات اور کھیل تماشوں کا ذکر دوسری چٹھی میں آج سے ۵ دن بعد پورٹ سعید سے لکھونگا۔ اس کے بعد شاید جلدی جلدی چٹھیات لکھنے کا موقعہ نہ ملے۔ مگر تو بھی سفر سے مختصر اً چٹھیات لکھتا رہوں گا۔ مگر جب سب مُلک دیکھ لوں گا۔ تب ایک ایک حصے پر مفصل خیالات کا اظہار کروں گا۔

میں نے دُنیا کا سفر کیوں اختیار کیا۔ میں اپنے مُلک کے واسطے یا اپنے فن کے واسطے کچھ کر سکوں گا یا نہیں۔ یہ باتیں ہیں۔ جن پر میں نے ابھی لکھنا نہیں ہے۔ پھر کسی خط میں کسی موقع پر ذکر آ جاوے گا۔

دُنیا کی سیر

خط نمبر ۲

انسان کے اندر زیادہ سے زیادہ واقفیت بڑھانے کی ایک قدرتی خواہش رہتی ہے۔ کسی نئی جگہ کے حالات کسی محفل میں کوئی سناوے تو کیسے دل لگا کر لوگ سُنتے ہیں۔ جو دُور دراز ممالک سے سفر کر کے آتے ہیں۔ لوگ اِن سے حالات دریافت کرنے کے کتنے خواہشمند ہوتے ہیں۔ بعض لوگ بے شمار ناول اس واسطے پڑھتے رہتے ہیں کہ نئی سے نئی بات اِن کو معلوم ہوتی رہے۔ نئے سے نئے حالات وہ جانیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ناول میں اصل واقعات نہیں لکھے۔ بناوٹ ہے۔ مگر پھر بھی اصل کی طرح دل

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

لگا کر پڑھتے ہیں۔ جھوٹی کہانیاں سننے کے واسطے گھنٹوں انسان گذار دیتا ہے
مگر در اصل سچائی اور اصلیت سے بڑھ کر کوئی کہانی نہیں ہے۔ اور عقلمند لوگ اِن جھوٹی
قصہ کہانیوں پر وقت نہ گنوا کر سچے حالات کو جاننے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ولایت
کے لوگ سفر کرتے ہیں۔ اپنے سفر کے حالات لکھتے ہیں۔ کتابیں چھاپتے ہیں۔ اور
وہ لاکھوں تک بکتی ہیں۔ ہمارے ملک کی ایسی حالت تو نہیں تو بھی ہم نے یہی فیصلہ
کر لیا ہے۔ کہ اپنے سفر کے حالات سمجھدار ملکی بھائیوں کی دلچسپی کے واسطے ضرور
لکھتے رہینگے۔

کپتان کا کمرہ

پچھلے خط میں میں نے جہاز کا مختصراً سا حال لکھا تھا۔ در اصل جہاز کی بناوٹ
وغیرہ میں اس قدر دلچسپ باتیں ہیں۔ کہ ان پر ایک کتاب بھی لکھی جا سکتی ہے
مجھے دن بدن نئی معلومات ہو رہی ہیں۔ کل میں کپتان جہاز کے ساتھ اِن کے سب سے
اونچے کمرے میں گیا۔ جہاں سے سب احکام جاری ہوتے ہیں۔ انسان کی عقل نے
کیا کچھ کیا ہے۔ دیکھ کر حیرانی آتی تھی۔ جہاز کے سب سے نیچے کمرے میں جو
مشینیں جہاز کو چلا رہی ہیں۔ اِن کی ایک ایک حرکت کو کپتان یہاں بیٹھے دیکھ رہا
ہے۔ ایک نوکر ایک چکر ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا رہتا ہے۔ جو جدھر کو کپتان کہا اس
پر نشان لگا دیتا ہے۔ ادھر کو ہی جہاز کا رُخ رکھے چلا جاتا ہے۔ جہاز کے رُخ کو بدلنا
موٹر کے ہینڈل کو گھمانے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔

سب سے دلچسپ چیز جو اس کمرے میں دیکھی وہ ایک آلہ مقیاس الہوا تھا۔
کپتان صاحب نے بیان کیا کہ سمندر کے اندر سب سے خوفناک چیز جس کا سامنا
ہم کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ **سائکلون** ہے سائیکلون کا مطلب سمندر کی ایک بڑی
سخت گھمن گھیری ہے۔ جس میں گھومتا ہوا پانی بہت اونچا اوپر کو اٹھا ہوا اس زور
سے گذرتا ہے کہ بڑے بڑے جہاز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر کوئی
جہاز اس میں پھنس جاوے تو نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ سمندری طوفان ہمیشہ بیضوی
شکل میں ایک طرف سے آکر دوسری طرف کو نکل جاتا ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

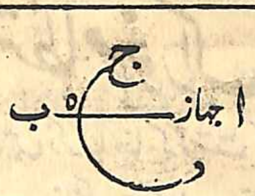

فرض کیجئے کہ جہاز ا سے ب سمت کو جا رہا ہے۔ سائیکلون ج سے اُٹھ کر
د کو جا رہا ہے۔ اگر سائیکلون بھی مقام ہ پر ہو اور اِدھر سے جہاز آ جاوے تو سلامتی
مشکل ہے۔ اس کے واسطے یہ آلہ ہے۔ کہ جو بتلا دیتا ہے۔ کہ سائیکلون کہاں سے
اُٹھا ہے۔ کہاں کو جا رہا ہے۔ اور کتنی دُور ہے۔ اگر دُور ہو تو جلدی جہاز چلا کر نکل
جاتے ہیں۔ اگر نزدیک ہو ٹھہر جاتے ہیں۔ جہاز بعض اوقات پیچھے بھی ہٹانا پڑتا ہے
جنہوں نے رات دن جہازوں کو چلا کر ساری دُنیا کو اپنا گھر بنایا ہے۔ اُنہوں نے
سب ضروری سامان بھی ایسی عقلمندی سے ایجاد کئے ہیں۔ ایسی ہوائیں چلتی ہوئی معلوم
کرنے کے آلہ ہیں۔ اسی کمرے کے اندر دو تین گھڑیاں ہیں جن کے حساب سے روزانہ
جہاز کا وقت ٹھیک ہوتا رہتا ہے۔ ایک تو گھڑی لنڈن کا وقت بتلاتی رہتی ہے۔
دوسری گھڑی جہاں جہاں پہنچے اس جگہ کا اصلی وقت معلوم کرنے میں مدد دیتی ہے
جہاز روز چل رہا ہے۔ اور سُورج نکلنے و غروب ہونے کا وقت روزانہ بدل رہا ہے۔
آج جس وقت صبح آٹھ بجے ہیں۔ کل اس وقت آٹھ نہیں بجینگے سُورج پیچھے نکلتا ہے۔
جس مقام پر ہوں اس کے قطب وغیرہ کے فاصلوں کا حساب لگا کر جھٹ اصل وقت
معلوم کر لیتے ہیں۔ اور یہ سب حساب کرنے میں دوسری گھڑیاں مدد دیتی ہیں۔ جہاز
کی دیگر سب گھڑیاں بجلی کے ذریعہ کپتان کے کمرے کی گھڑی سے رلی ہیں۔ جب اگلے
دن اس جگہ کے مطابق وقت بدلتا ہے۔ کپتان کے کمرے کی گھڑی کا وقت بدلتے سب
ہی خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے جھنڈیاں دیتے ہیں۔ یہ[ں] سے بذریعہ
ٹیلیفون احکام جاری ہوتے ہیں۔ ایسا دل یہاں محو ہوتا ہے ک... اور واقفیت
حاصل کرنے کو دل چاہتا ہے۔ میں ہر ایک بات کو دلچسپی ...ے معلوم کر رہا تھا۔ کہ کپتان
نے ہنسی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلی بار آ... پ کپتان ہونگے۔ جہاز کے نیچے کی
مشینوں کو انجنیئر صاحب نے پھر دکھلا... ے کا وعدہ کیا ہے۔ جب کہ پورٹ سعید
گذر کر سردی ہو جائے گی۔ تب ... اں جانے میں گرمی زیادہ معلوم نہ ہوگی۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

انتظام خوراک

میں نے اپنی پہلی چٹھی میں ذکر کیا تھا۔ کہ گوشت کھانے والے ولایت جا کر۔ بیف یا پورک سے بچکر آویں۔ یہ ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دن چند مسلمان اصحاب قے کر رہے تھے۔ کہ غلطی سے وہ خراب گوشت کھا گئے تھے۔ اکثر لوگ تو اتنا بس کہنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ کہ بیف یا پورک ہمارے سامنے نہ آوے۔ پیچھے جو آوے سو بنے"۔

ہمارا کھانے کا انتظام اب معقول ہو گیا ہے۔ باورچی خانہ میں گوا کا ایک ہندوستان میں رہا ہوا۔ باورچی تھا۔ اب اس سے دال روٹی کھچڑی۔ پوڑیاں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں۔ گھی اپنا لے گئے ہیں۔ ورنہ مکھن بھی کام دے سکتا ہے اس کے علاوہ برف میں ٹھنڈا کئے ہوئے عمدہ پھل یا وام۔ اخروٹ وغیرہ مغزیات برف کے اندر رکھا ہوا عمدہ مکھن و دودھ مل جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ڈبوں کا ہوتا ہے ویسا مزیدار نہیں۔ اتنا دودھ پندرہ دن تک کب رکھ سکتے ہیں۔

عام طور پر بمبئی سے کل سامان بھر کر پھر پورٹ سعید سے لیتے ہیں۔ اتنے آدمیوں کا سامان خوراک رکھنا اور پھر اس کو تازہ رکھنا کتنا کام ہے مخالص سبزیاں تازہ سے تازہ برابر ملتی رہتی ہیں۔ ۱۵ دن کی ۳-۴ سو آدمیوں کی خوراک کا سامان ہی کتنا بنتا ہے۔ جو جہاز کا ایک معمولی کام ہے۔ اب ہم کو تو بہت کچھ تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ کہ کونسی اشیاء کھا سکتے ہیں۔ ایک کاغذ پر ہر زبان میں لکھ لیا ہے۔ کہ فلاں فلاں چیز ہمارے کھانے میں کسی صورت میں نہ آوے۔ صرف فلاں فلاں چیز اور ... ہی ہوٹل میں ان کے سامنے رکھا کرینگے۔ جہاں ذرا بھی شک ہو وہاں صرف پھل یا دودھ یا مکھن روٹی لیں گے۔ اور کچھ نہیں کھاوینگے۔ اس طرح سے اپنے برت کو جتنا ... نبھ سکتا ہے۔ نبھاوینگے۔ چونکہ کھانوں میں اِدھر کا اُدھر ہاتھ لگ جاتا ہوگا۔ اس کا پرہیز تو ... تو کسی صورت میں ممکن نہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جہازی زندگی

جہازی سفر بھی عجیب سفر ہے۔ کئی کئی دن سوائے جہازی ہمراہیوں کے چہرہ ندپرند کی شکل دکھائی بھی نہیں دیتی ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ ہم نے اکٹھے نصف نصف ماہ کے قریب گذارنا ہے۔ اس واسطے سب ہی تقریباً دوست ہو جاتے ہیں اور سارا سارا دن تو کیا آدھی آدھی رات بھی بات چیت۔ ہنسی کھیل ناچ کود رنگ تماشوں میں گذرتی ہے۔ کھانا پینا اور طبیعت کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا اس کے سوائے نہ کوئی کاج ہے نہ دُنیا سے تعلق ہے نہ دُنیا کے دھندے ہیں۔ کچھ دنوں کے واسطے یہ جہاز ہی دُنیا ہے۔

ہم یکم جون کو بمبئی سے روانہ ہوئے۔ دو تین دن پہلے تو واقفیتیں ہی ہوتی رہتی ہیں۔ شروع میں کئی لوگوں کو جہازی بیماری بھی تکلیف دیتی ہے۔ چوتھے دن سے کھیل تماشے شروع ہو گئے باقاعدہ کمیٹی بن گئی چندے لئے گئے۔

یورپ کے لوگ کھیلوں کے بہت شوقین ہیں۔ یہی چیز ہے جو ان کو بچائے لئے جاتی ہے۔ یہی چیز ہے جس سے وہ تندرست رہتے ہیں۔ مرد و عورت جوان بوڑھا سب کھیلوں میں شریک ہوئے۔ باقاعدہ ٹورنامنٹ جاری ہے جو سب کو جیتینگے ان کو انعام ملیں گے۔

کھیلیں کیسی ہوتی ہیں

مثلاً ٹینس ہے۔ یہ گیند سے نہیں کھیلا جاتا۔ بلکہ رسے کے گول چکر جن پر کپڑا لگا ہوتا ہے وہ ہاتھوں سے پھینکتے ہیں اور ہاتھوں سے دبوچتے ہیں۔ اس طرح تھوڑی جگہ میں کھیل ہو سکتی ہے۔ ایک ٹبل بورڈ کی کھیل ہے جس میں ربڑ بھری تھیلیاں خاص نمبروں پر نشانہ لگا پھینکنی ہیں۔ جو پہلے نشانہ لگا لیوے وہ جیت گیا تقریباً ۲۰ فٹ کے فاصلہ پر گول دائرے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں ہاتھ سے رسے کے گول چکر یا لکڑی کے گول چڈے ڈالتے ہیں۔ جو زیادہ ٹھیک نشانہ کر کے زیادہ نمبر لے جاوے وہ جیتا۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

پیچ زور شور سے جاری ہیں رتا شوں کے پیچ بھی جاری ہیں۔کمیٹی کے عہدہ دار روزانہ جیت ہار لکھتے جاتے ہیں۔بوڑھے مرد و عورت کھیلتے دیکھ کر ہم کو تو حیرانی آتی ہے چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ہے۔سر میکلیگن سابق لاٹ صاحب پنجاب جیسے آدمی جس کے ساتھ باری آوے برابر کھیلیں گے۔ان مقابلوں کے علاوہ اور بھی مغربی تہذیب کی باتیں ہوتی رہتی ہیں مغرب میں قاعدہ ہے کہ شام کے کھانے کے وقت اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک مرد و عورت پہن کر آتے ہیں اس وقت مردوں کی پوشاک سیاہ بوٹ سیاہ پتلون۔سیاہ کوٹ۔سیاہ نکٹائی۔سفید کالر و قمیص اور سر ننگا ہوتا ہے عورتوں کی پوشاک سر ننگا۔بازو تقریباً ننگے۔چھاتی اور گردن کے پیچھے کا کافی حصہ ننگا اور خوبصورت فراک پہنا ہوا جس سے کہ وہ اپنی زیادہ سے زیادہ خوبصورتی دکھلا سکیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سارا دن کام کاج میں رہنا ہوتا ہے۔اس وقت سے ان لوگوں کی تفریح شروع ہوتی ہے۔اب ان کا سارا وقت اچھی یا بری تفریح میں جاتا ہے اس واسطے اسی کے واسطے تیار ہو کر کھانے پر بیٹھتے ہیں۔اکثر اسی وقت پیچھے ناچ شروع ہو جاتا ہے۔ورنہ مرد و عورت تھیٹروں وغیرہ میں جاتے ہیں۔گاتے بجاتے ہیں۔یہ تقریباً سارے یورپ کا رواج ہے۔

ایک دن یہ اعلان ہوا کہ آج ڈنر کے وقت خوبصورت یا عجیب و غریب سر کی پوشاکیں پہن کر سب آویں۔اول مرد یا عورت کو انعام ملے گا۔

اُس دن عجیب عجیب رنگ نکال کر سب آئے ایک لیڈی نے مور کے پر اپنی ٹوپی میں ایسے لگائے تھے کہ مانو مور ناچ رہا ہے۔ایک مرد نے گردن سے لے کر چہرے و سر کو ایسے ڈھانپا تھا کہ ڈاک خانہ کا لیٹر بکس معلوم ہوتا تھا۔کوئی بالوں کو کھڑا کر کے بکرا بنا تھا۔کسی نے پگڑی باندھی تھی۔سر میکلیگن نے عربی قسم کی ٹوپی پہنی تھی۔ہم نے بھی بنارسی پگڑی پہن لی تھی۔ڈنر کے بعد جو تین عورتیں جج مقرر ہوئیں وہ خود بھی اس وقت کسی پرستان کی پریاں معلوم ہوتی تھیں۔ان کے سامنے سے سب مرد و عورت گزرے۔ایک عورت کو جس نے اپنے سر کی پوشاک بے تار کی تار برقی کے نمونہ پر بنائی تھی۔اول نمبر رکھا گیا۔اور ایک مرد کو جس نے ایک اونی ٹوپی کے دونوں طرف دو گولے رکھ کر ایک اپنی قسم کی پہلی خوبصورتی پیدا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

پیدا کی تھی - مردوں میں - اوّل نمبر رکھا گیا - کبھی کبھی گانا بھی رات کو ہوتا ہے - پیانو بجتا ہے - مرد یا عورت جس کو گانا آتا ہے - گاتا ہے -

ناچ

ناچ تو تقریباً روز ہوتا ہی رہتا ہے - یورپ کی تعریف کرنے والے ہم کو کہتے تھے کہ آپ نے جھٹ پٹ کوئی رائے نہیں بنانی - جو باتیں ولایت میں اوّل آپ کو بُری معلوم ہونگی - آخر آپ انہیں کے اندر خوبی دیکھو گے - اس واسطے مفصل اس مضمون پر پھر لکھوں گا - جب سارا یورپ دیکھ چکوں گا - مگر اتنا تو ضرور اس وقت کہونگا - کہ ناچ پاؤں کی ورزش کے واسطے بہت اچھا ہو گا - اس واسطے یورپ کی عورتیں مردوں کے ساتھ ساتھ خوب بھاگتی پھرتی ہیں - جبکہ ہندوستانی مرد اپنی عورت کو ساتھ لے کر چلنا زحمت سمجھتے ہیں - ٹانگوں کی امراض بھی نہ ہوتی ہونگی - یہ سب کچھ ٹھیک ہے - مگر یہ بات بہت روز لگانے پر بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے - کہ اس میں کیا فلاسفی ہے کہ عورتیں غیر مردوں کے ساتھ ناچیں -

ناچ کے آداب

مگر اِدھر تو یہ قاعدہ ہے کہ جس عورت سے چاہو ناچو - پبلک ناچ جو ہوتے ہیں ان میں کوئی مرد کسی بھی عورت سے درخواست کر سکتا ہے امیر لوگ جو گھروں پر کبھی کھانا کھانے کے لئے دوست بلاتے ہیں - اس وقت بھی یا تو میزبان کی عورت جوڑے مقرر کر دیتی ہے - یا جس کو چاہے درخواست کرے پرائیویٹ ناچوں میں اکثر مرد و عورت پہلے ہی فیصلہ آپس میں کر چھوڑتے ہیں - کہ آپ نے میرے ساتھ ناچنا ہو گا - مگر عام یہی ہے کہ اُسی وقت درخواستیں شروع ہو جاتی ہیں - باجہ بجتا ہے کوئی کوئی مرد عورت ناچ شروع کرتے ہیں - چند منٹ کے بعد باجہ جب بند ہو جاتا ہے - وہی مرد عورت علیحدہ علیحدہ جا بیٹھتے ہیں - آپس میں کچھ بات چیت کرتے ہیں - یا کچھ کھاتے پیتے ہیں - پھر باجہ بجتا ہے - تو جوڑے بدل جاتے ہیں - کوئی دوسرا مرد آکر درخواست کرتا ہے - ایسے ہی ایک رات میں کئی مردوں کے ساتھ ایک

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

عورت اور کئی عورتوں کے ساتھ ایک مرد ناچ جاتا ہے۔ ایک ہی مرد یا عورت کا بار بار ناچنا خلاف آداب سمجھا جاتا ہے۔ مشہور ناچ اس طرح پر ہے۔ مرد اپنا دایاں ہاتھ عورت کی کمر میں ڈالتا ہے۔ عورت اپنا بائیاں ہاتھ مرد کے کندھے پر رکھتی ہے مرد اپنے بائیں پھیلائے ہوئے ہاتھ سے عورت کے دائیں پھیلائے ہوئے ہاتھ کو

ناچ کی ایک تصویر

سہارا دیتا ہے۔ اور نزاکت سے صرف قدم رکھتے ہوئے ایک گولائی میں گھوم جاتے ہیں۔ یہ قدم باجے کی تان کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور اس قدم رکھنے کے کئی مختلف طریقے ہیں۔ دن بدن نئے ہی ایجاد ہوتے رہتے ہیں۔ ایک وقت میں کئی جوڑے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ناچتے ہیں۔ اور تھوڑی سی جگہ میں ایک دوسرے کو دھکا لگانے کے بغیر ناچتے جاتے ہیں۔ تقریباً جسم سے جسم ملا ہوا ہوتا ہے۔ عمر کا کوئی لحاظ نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کو جوان مردوں سے ناچتے دیکھا۔ اور اس کے خلاف بھی۔ چونکہ عورتوں کی رات کی پوشاک ایسی ہوتی ہے۔ کہ اُن کو ہندوستانی تو ننگا ہی کہیں گے۔ اور جتنی زیادہ سے زیادہ کوئی لیڈی خوبصورتی نکال سکتی ہے۔ اُتنی خوبصورتی نکال کر لاتی ہے۔ ایسی صورت میں غیر مردوں سے ناچنے میں جو خوبیاں ہیں۔ ان کو آگے آگے میں سمجھ سکا تو عرض کرونگا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے اندر اس برائی کا کچھ بھی خیال نہیں آتا ہے۔ ناچ ہو رہا تھا۔ ایک ہندوستانی لیڈی بھی ساڑھی پہنے بیٹھی تھی۔ دو تین انگریزوں نے اس سے بھی درخواست کردی!۔ ان کے واسطے یہ بالکل ہی معمولی بات ہے۔ مگر ہندوستانی جس جس نے ناچ کو دیکھا سب اس تہذیب پر شاکی تھے

ولایت میں عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی تیسرا کسی مرد سے کسی عورت کا تعارف نہ کرا دیوے۔ اچھے لوگ آپس میں بولتے نہیں ہیں۔ مگر پبلک ناچ میں چاہے پہلے تعارف نہ بھی ہو۔ جو مرد درخواست کرے اکثر عورت اس کو مان لیتی ہے۔ اگرچہ اس دن کے بعد بلا تعارف پھر بھی بولنے کا قاعدہ نہیں ہے۔ ناچ کے بعد ہی ہمارے ایک دہلی کے دوست نے کہا کہ کیا صبح کا شعر یاد ہے۔ صبح کو جب میں نے ان سے ولایت جانے کی وجہ پوچھی تھی۔ تو انہوں نے جواب میں ایک شعر پڑھا تھا۔ اس کی طرف اس کا اشارہ تھا۔

ولایت جانے کی اغراض

چلے ہیں شیخ کعبہ کو ہم انگلستان دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے

ہمارے زیادہ تر بھائی وہ چیز دیکھنے جا رہے ہیں جس کو اس شعر میں خدا کی شان کہدیا ہے۔ خدا کی شان تو ہندوستان کے جنگلوں اور پہاڑوں میں زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ مغرب کی مادہ پرستی عیش و عشرت وہاں نصیب نہیں ہے۔ لندن

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کی نمائش بہت سے آدمیوں کو کھینچ رہی ہے۔ پہلے پہل مشہور ہو گیا کہ کرایہ نصف ہو گا۔ کئی تیار ہو گئے۔ پیچھے پتہ لگا کہ یہ غلط تھا۔ مگر خیال ایک بار چلنے کا ہو گیا تھا۔ تیاری ہو گئی اس واسطے لوگ چلتے ہی گئے۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس سال لنڈن کے اندر دوسرے ممالک سے قریب ۴۰ لاکھ انسان پہنچ جاوینگے۔ ۴۰ لاکھ نہ سہی ۱۰ لاکھ ہی سہی۔ دس لاکھ آدمی اپنے اپنے ملک سے ہزاروں روپیہ لا کر انگلینڈ و یورپ کے دیگر ممالک میں خرچ کر جاوینگے۔ کروڑوں روپیوں کا یورپ کو نفع ہو گا۔ جہازی کمپنیاں ہوٹل۔ دوکاندار اور عیش پرستی کے گھر یہ روپیہ کھینچ لیں گے۔ لنڈن کے ایک ہوٹل کے مالک نے ایک اشتہار دیا تھا۔ کہ نمائش کے دنوں کے واسطے اس کو پانچ ہزار اور لڑکیاں کام کرنے کے واسطے چاہیئں دو تین ماہ پہلے سے جس نے ہوٹل کا کمرہ ریزرو نہیں کر رکھا ہے۔ اس کو جگہ ملنی مشکل ہے۔ ایک صاحب ہمارے ساتھ ایسے بھی ہیں جو ساتویں بار ولایت جا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اکثر سیر کرنے بجائے ہندوستان کے پہاڑوں کے ادھر سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں آ جاتا ہوں یہاں جو آرام اور سہولتیں ملتی ہیں۔ وہ ہندوستان میں مل نہیں سکتی ہیں۔

ایک دو دن جب سمندر ذرا خراب تھا۔ سب کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ میں نے کئی ہندوستانیوں کو یہ کہتے سنا کہ افسوس ہم کیوں آئے۔ ہم نے وہاں کیا لینا تھا۔ گھر بیٹھے مزے میں تھے۔

کچھ بھائی بیوپار کی غرض سے جا رہے ہیں۔ جو ولایتی مال منگواتے ہیں۔ اُنہوں نے سمجھا سیر بھی کر آوینگے۔ اور مقابلہ سے سستا مال بھی لے آوینگے۔ ایک صاحب علاج کرانے جا رہے ہیں۔ ہماری اپنی خواہش ولایت جانے کی مُدت سے تھی۔ جب لڑائی شروع ہوئی اس سال ہم تیار تھے۔ لڑائی کے شروع ہونے سے آج تک جانے کا کوئی موقعہ نہ ہوا۔ اب نمائش ہیں جس میں واقعی جہاں جہاں انگریزوں کا راج ہے کل مقامات کی اعلیٰ سے اعلیٰ اشیاء کا مجموعہ ہو گا۔ پہلی خواہش کو پھر ابھارا اور مندرجہ ذیل وچاروں کے ساتھ روانہ ہوا ہوں۔

اوّل اس دُنیا کو دیکھنا جو دیگر سب کو وحشی اور نیم وحشی کہ رہے ہیں۔ اور جو واقعی دُنیا کے ہر حصہ پر حکومت کر رہے ہیں۔ ان خوبیوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ کہ جس سے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

خدا نے اِن کو حاکم بنایا ہے۔ خوبیوں کے ساتھ اگر اِن کے اندر ناقابلِ تقلید کوئی بُرائیاں ہیں تو اس کو بھی جانچنا میرا فرض ہوگا۔

(۲) ولایت کے اندر نئے نئے طریقہ علاج جو نکل رہے ہیں اِن کو دیکھنا سمجھنے کی کوشش کرنا اور اگر واقعی مفید ہوں اِن کو اپنے طب میں جذب کرنے کی کوشش کرنا

(۳) ہندوستان سے یوگ کے کچھ اصُول سیکھ کر اپنے طور پر یورپ نے مسمریزم ہپناٹزم۔ سپرچیولزم وغیرہ میں جو ترقیاں کی ہیں۔ اِن کو دیکھنا۔

(۴) ہمارے مُلک کے اندر اتنی بوٹیاں ہیں کہ جن کے فوائد دُنیا کو حیران کر سکتے ہیں۔ ہماری طب کے اندر بعض ایسے اصول ہیں۔ جن تک ابھی تک مغرب پہنچا نہیں ہے ہمارے حفظانِ صحت کے اصُول اپنے اندر خاص خوبیاں رکھتے ہیں۔ ہمارے آسنوں کی ورزشیں پرانایام یا سانس کی ورزشیں لاثانی ہیں۔ ہمارے شادی کے اصُول۔ اولاد پیدا کرنے کا علم درجہ کمال کو پہنچا ہے۔ ایسی سچائیوں کو مغرب میں پیش کر کے اپنے ملک کا نام روشن کرنا ہمارا ضروری فرض ہوگا۔

میرے جیسے آدمیوں کے واسطے لوگوں نے ولایت کو سخت مشکل بنا دیا ہوُا ہے۔ جو کوئی جاتا ہے۔ وہاں انگریز بن کر جاتا ہے۔ اِن کی پوشاک اِن کا ہی رہنے کا طریق اختیار کرتا ہے۔ وہ حاکم ہیں۔ سب بات اُن کی اچھی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے طریقہ پر ذرا بھی وہاں نہیں رہ سکتے ہیں۔

وہ لوگ جہاں جاتے ہیں اپنے رسم و رواج کو قائم رکھتے ہیں۔ اِن کو فخر ہے کہ وہ جو کرتے ہیں ٹھیک کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا کچھ بھی نہیں وہ ہی ٹھیک ہیں۔ ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ جس لباس میں لاہور میں رہتا ہوں اس میں ہی ساری دُنیا میں جاؤں گا۔ بند گلے کا کوٹ چوغہ پگڑی میرا عام لباس ہے وہی قائم رکھونگا۔ اب جہاز پر آکر ایک اور مشکل معلوم ہوئی۔ تجربہ کاروں نے بتلایا ہے ہے۔ کہ آپ کو سخت تکلیف ہوگی۔ جو نہیں جانتے وہ مخول کرینگے۔ مگر جو ایسے لباس دیکھ چکے ہیں۔ وہ آپ کو کوئی راجہ خیال کرینگے۔ کیونکہ راجے اپنی پگڑی میں گئے ہیں۔ اس واسطے ہر جگہ دُگنا تگنا دام آپ سے لیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چور اور بدمعاش آپ کو راجہ خیال کر کے آپ کے اسباب کو چرانے کی فکر میں رہیں۔ جو وہاں کے بدمعاشوں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ کچھ بھی ہو آخر پگڑی کے سوائے ٹوپی پہننے کا کوئی خیال نہیں۔ ہندوستان کا قومی نشان سوائے پگڑی کے اب رہ ہی کون گیا ہے۔ ؎

سمندری سفر کے اوّل دن

یکم جون ۱ بجے دن کے بمبئی سے روانہ ہوئے تھے۔ آج ۱۱ تاریخ ہے جبکہ یہ چٹھی لکھ رہا ہوں۔ رات کو ہم نے پورٹ سعید پہنچ جانا ہے۔ جہاں سے یہ چٹھی ڈالی جائیگی جب روانہ ہوئے مدت تک پہلے سمندر کا نظارہ دیکھتے رہے کبھی کبھی کوئی بڑی مچھلی پانی کو اُچھالتی دکھائی دیتی تھی۔ ورنہ زیادہ تر چڑیا کے برابر چھوٹی اُڑنے والی مچھلیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پڑتی تھیں۔ ایک بڑی مچھلی نے ایک دن اتنا پانی اُچھالا کہ اُوپر ڈیک پر آ پڑا۔ اوّل ۳ دن زیادہ ہوا نہ تھی۔ جہاز بالکل صاف جا رہا تھا چوتھے دن ہوا تیز ہوئی۔ جہاز کچھ ہلتا رہا۔ اور اس دن تقریباً سب مسافروں کی طبیعت خراب ہوئی بہتوں کو قے ہوئیں ۵ تاریخ ۱۲ بجے کے بعد موسم پھر ٹھیک ہو گیا۔

؎ یورپ کی سیر کے بعد لباس کے متعلق میرا یہ خیال ہو گیا ہے کہ کل دُنیا میں آہستہ آہستہ یورپ کا لباس ہی رائج ہو جانے والا ہے۔ اس وقت سارے یورپ کا ایک ہی لباس ہے۔ امریکہ میں جہاں جہاں تہذیب ہے۔ وہی لباس ہے کنیڈا آسٹریلیا وغیرہ میں جہاں انگریزوں کا راج ہے یہی لباس ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں بھی بڑھ جاتا ہے۔ وہ چاہے سر پر انگریزی ٹوپی نہ پہنے مگر اکثر کوٹ۔ پتلون کالر نکٹائی کو انگریزی ہو جاتا ہے۔ عورتوں کی ساڑھی کو چھوڑ کر باقی تقریباً میموں جیسے کپڑے ہوتے جاتے ہیں۔ جو دیگر ممالک مہذب سمجھے ہیں۔ چاہے وہاں یورپ کی حکمرانی نہیں۔ مگر پوشاک ویسی ہی ہو رہی ہے۔ جاپان اپنے لباس کو ویسا ہی بنا رہا ہے۔ یورپ میں کسی بھی ملک کا باشندہ دیکھا۔ سب کا لباس ایک ہی نظر آیا۔ ان کی پوشاک میں چستی بھی ہے۔ کام میں کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ عورتوں کے لباس میں بہت ہی اختصار ہوتا جاتا ہے۔ وہ مردوں کی طرح کام کاج کرتی پھرتی ہیں۔ پوشاک کے کسی حصہ کو سنبھالنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر کچھ خرابیاں ہوں بھی تو وہ اُن کی حکومت کے اندر دبی رہتی ہیں یورپ کی قومیں تقریباً ساری دُنیا پر راج کر رہی ہیں۔ جہاں جہاں جاتی ہیں۔ اپنی تہذیب کو پھیلاتی ہیں ایسے حالات میں نظر آتا ہے۔ کہ مرد تو بہت جلد یورپ کا لباس اختیار کر رہے ہیں۔ عورتوں میں رائج ہونے کو ابھی دیر لگے گی ... (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ ہو)

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

شنکروار شام کو ہم عدن پہنچ گئے تھے۔ لالہ بہادر سلطان سنگھ دہلی والے کے ایک دوست ملنے کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ جہاز سے کشتی میں بیٹھ کر کنارے گئے۔ وہاں موٹر تیار تھی۔ ۱۰ منٹ میں عدن پہنچ گئے۔ عدن کا شہر کنارہ سمندر سے قریب ۶ میل پر ہے۔ چاروں طرف چھوٹی پہاڑیاں ہیں بیچ میں میدان میں عدن بسا ہے۔ کنارہ سمندر سے ۵ میل جاکر ایک پہاڑی کو کاٹ کر سڑک بنائی ہے جس سے عدن پہنچ جاتے ہیں۔

رات کا وقت تھا کچھ زیادہ نہیں دیکھ سکے۔ ہندوستانی کافی تعداد میں یہاں موجود ہیں۔ اور اپنی جائدادیں بنا رہے ہیں۔ غریب جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں۔ سیاہ فام ہیں۔ تہبند باندھتے ہیں۔ لمبا کرتہ اوپر ہے۔ اس کے اوپر کوٹ یا صدری ہے۔ سر پہ ڈھیلی سی پگڑی باندھتے ہیں۔ جو اکثر رنگدار ہوتی ہے۔ حقہ کے بڑے شوقین معلوم

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲ کے آگے) مجھے خیال آتا تھا کہ ہندوستان کی پوشاک تو ایک ہی نہیں ہے۔ سر کی پگڑی ہے۔ تو بیسوں قسم کی ٹوپی ہے۔ تو مختلف قسم کی ہنگالیوں کے سر تو ننگے ہی ہیں ہندو مردوں عورتوں کی اصلی پوشاک دھوتی ہے مسلمانوں کی تہمت ہے۔ مگر کوئی مرد۔ دھوتی یا تہمت پہن کر یورپ میں پھرنا مشکل ہے۔ وہ لوگ پتلون کے بغیر اس کو وحشی سمجھیں گے۔ ہماری عورتوں کے کتنے مختلف لباس ہیں کشمیر سے لمبا کرتا چلتا ہے۔ اور شاید یہی پہلے یورپ میں تھا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ وہ فراک بن گیا۔ اور اس سے نیچے چند پوشاکیں پہنی گئیں۔ اور ہوتا ہوتا دکھن میں صرف ایک انگیا رہ جاتا ہے۔ مالابار میں وہ بھی نہیں ہے۔ صرف دھوتی سے سارا جسم ڈھانپتی ہیں۔ دکھن سے ۶ گز کی پھر کہیں سفن ہے۔ کہیں پاجامہ۔ کہیں سلوار ہے۔ کہیں لہنگا ہے۔ کہیں دھوتی ہے۔ دھوتی شروع ہو کر کم ہوتی ہوتی کشمیر میں کچھ بھی نہیں رہا ہے۔ اب بتلائیے کونسا ہندوستانی لباس ہے کس میں کوئی اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ بڑی مشکل ہے۔ لیڈر لوگ فیصلہ کریں یہ باتیں تو بڑی فرصت اور سوچ کی ہیں مجھے تو یہ معلوم ہوا کہ مرد سارا لباس یورپین پہنکر اپنی پگڑی قائم رکھیں۔ عورتیں ساڑھی پہن لیا کریں یہی ہندوستانی نشانی باقی رہے۔ ملک کو چاہیئے ہم کو چھپانا نہیں چاہیئے۔ ہاں لیڈروں کو ہندوستانی لباس کے سوال پر ضرور غور کرنا تبدیلی زور شور سے جاری ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہوتے ہیں۔ دو کانوں پر بڑے بڑے حقے جن کے ساتھ لچکدار نالیاں کئی گز لمبی موجود تھیں پڑے ہوئے دیکھے۔

تصویر مصری مرد کی

رات کو ۱۱-۳۰ بجے جہاز پھر روانہ ہو گیا۔ اب ہم عرب و افریقہ کے درمیان چلتے ہیں۔ کہیں کہیں کوئی پہاڑی سمندر میں دکھائی دیتی تھی۔ جن کے پاس سے ہم گذرتے تھے۔ ایسے مقامات پر

لائیٹ ہاؤس

یا روشنی کے مینار بنا رکھے ہیں تاکہ رات کے وقت ادھر کو جہاز جا کر کہیں غلطی

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

سے زمین پر اٹک نہ جاوے یا ٹکر نہ کھاوے۔ بعض ایسی پہاڑیوں پر لائیٹ ہاؤس دیکھے کہ چھوٹی سی پہاڑی پر کوئی سبزی اور درخت تک وہاں نہیں۔ چاروں طرف سمندر ہے صرف ایک کوٹھڑی اسجگہ رہنے والے کے واسطے بنی ہے۔ ان لوگوں کی زندگی بھی کیا ہوتی ہوگی پیٹ سب کچھ کراتا ہے۔ آتے جاتے جہاز کبھی مہینوں پیچھے ان کو کھانا دے جاتے ہیں۔ اور وہ دنیا سے علیحدہ کئے ہوئے انسان اسی سے وقت گذارتے ہیں۔ رات کو روشنی کر دینا۔ ان کا کام ہے۔

۱۱۔ جون ۶ بجے صبح ہم سویز پہنچ گئے۔ جہاز کے چاروں طرف کشتیاں لے کر وہاں کی چیزیں بیچنے والے لوگ جمع ہو گئے۔ عام طور پر مونگا یا سیپ یا مچھلی کے چھڑہ یا بلور شیشے وغیرہ کے منکوں کی مالائیں تھیں جو کہ یورپین عورتیں پہنتی ہیں۔

سوئیز وہ مقام ہے جہاں انسانی ہاتھوں نے اپنا پورا زور دکھایا ہے۔ یہاں سے براعظم افریقہ و ایشیا ملے ہوئے تھے ولایت کے جہازوں کو افریقہ کے نیچے سے گذرنا ہوتا تھا۔ صلاح ہوئی کہ درمیانی خشکی کو کاٹ کر دونوں طرف کے سمندروں کو ملا دیا جاوے انگریز انجینیروں نے انکار کیا دونوں سمندروں کی سطح کا فرق بتلا کر خطرہ بتلایا مگر فرانسیسی انجینیروں نے کہا کہ کوئی خطرہ نہیں۔ ایک کمپنی بن گئی اور کھدائی کا کام جب شروع ہو گیا تو کسی نہ کسی طرح زیادہ حصے پھر انگریزوں نے ہی خرید لئے۔ اب کئی ملک اس کمپنی کے حصہ دار ہیں منافع کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر گذرنے والے جہاز سے محصول لیا جاتا ہے۔ کروڑوں شاید اربوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد یہ کمپنی قریب ۴۰ فیصدی کا منافع بانٹ رہی ہے۔ نہر کا حصہ کسی ملک کی ملکیت نہیں ہے۔ سب کا مشترکہ ہے۔ نہر قریب سو فیٹ چوڑی ہے۔ جب دو جہاز ایک ساتھ گذرنے ہوں تو ایک کو ٹھیرا لیا جاتا ہے۔ کیونکہ بالکل پاس پاس گذرتے ہیں۔ کہ ٹکر نہ لگ جاوے۔ بیچ بیچ میں کہیں کوئی جھیل آ جاتی ہے تو پانی دور تک دکھائی دیتا ہے۔ ورنہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معمولی سی نہر سے گذر رہے ہیں جس کے دونوں کنارے پتھر سے بند لگائے ہوئے ہمارے پاس ہی ہیں۔ گہری یہ نہر اتنی کھودی گئی ہے کہ بڑے سے بڑا جہاز بخوبی گذر سکتا ہے۔

سویز سے پورٹ سعید تک ریل کا راستہ صرف تین چار گھنٹے کا ہے مگر جہاز نہر میں بڑی رفتار سے نہیں چلتا ہے۔ قریب ۱۲ گھنٹے لگتے ہیں۔ سویز کا شہر جو ہم صرف

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دُور بین سے ہی دیکھ پائے۔ خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ یہ مصر کے علاقے میں ہے یہاں اور پورٹ سعید میں عرب اور مصری لوگوں کی بستی زیادہ ہے۔

آدمی یہاں کے گرانڈیل و مضبوط دکھائی دیتے ہیں پولیس کے آدمی جو جہاز کے پہنچنے پر جہاز پر آئے ۶ فٹ لمبے جوان معلوم ہوتے تھے۔ پوشاک ان کی بھی ایک لمبا کشمیری لوگوں کی طرز کا کرتہ ہے۔ جس کے اوپر اب انگریزی فیشن کا کوئی کوئی کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ نیچے کسی کے تہبند کسی کے پتلون تھی۔ سر پر کسی کے ترکی ٹوپی کسی کے باریک ململ کی سوراخدار ٹوپی کسی کے چھوٹا رومال باندھا ہوا کسی کے پگڑی تھی۔ یہاں کی عورتوں کے لباس میں عجیب چیز ایک ناک کا پردہ ہے جو غالباً برقعہ کو ناک کے اُوپر سے بچانے کی غرض سے ناک پر پہلے چڑھا لیا جاتا ہے۔ اور خوبصورت شکل کو بدصورت بنا دیتا ہے۔ ورنہ مصری لوگ خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے جہاز میں کچھ تیسرے درجہ کے مسافر مصری مرد و عورت سوار تھے۔ جو ہندوستان میں سوداگری کرتے ہیں۔ تقریباً سب اچھے معلوم ہوتے تھے۔ زیادہ حالات تب لکھوں گا جب واپسی پر اُتر کر شہر قاہرہ تک دیکھوں گا بحیرہ قلزم کی اب گرمی جاتی رہی ہے۔ آج رات سے سردی ہو جاویگی۔ آج رات ہم یورپ کے سمندر میں داخل ہو جاوینگے۔ اب کافی دور شمال کو ہو گئے ہیں۔ جہاز میں کئی یوروپین لوگوں سے دلچسپ بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ اگلے خط میں ان کا ذکر بھی کرونگا

(مصری عورت)

خط نمبر ۳

اپنا پچھلا خط سویز نہر میں چلتے ہوئے لکھا تھا یہ نہر ۶۹ میل لمبی ہے راستہ میں دونوں طرف ریتلے میدان ہیں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت نظر آتے ہیں۔ راستہ میں اسماعیلیہ ایک عمدہ جگہ آتی ہے۔ اسماعیلیہ ایک خوبصورت مقام ہے۔ ریل کی سڑک

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تقریباً ساتھ ساتھ چلتی ہے ۔ راستہ میں بہت کم گاؤں نظر آئے ۔ نہر کی کمپنی کے مزدوروں کی جھونپڑیاں اکثر جگہ بنی ہوئی ہیں ۔ کیونکہ نہر کے کناروں کو ٹھیک رکھنے اور اکثر اس کے اندر سے مٹی نکالتے رہنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے ۔

راستہ میں کچھ آندھی آئی اور اتنے دنوں کے بعد آج کچھ گرد بھی جہاز میں آئی

جہاز کو ایک جگہ دوسرے بڑے جہازوں کو گذارنے کے واسطے بہت دیر کھڑا رہنا پڑا جہاں پانی زیادہ چوڑائی میں گہرا ہو وہاں ہی دو جہاز گذر سکتے ہیں ۔ وہ مقامات مقرر ہیں اس واسطے دوسرے جہاز آتے ہوں تو ایک کو ٹھہرنا ہوگا ۔

ہمارے پاس سے ڈاک کا جہاز فرانسیسی سواری کا جہاز گذرے ۔ اتنے بڑے جہاز تھے کہ ہمارا جہاز ان کے سامنے کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا ۔ ہمارا جہاز جہاں کھڑا تھا وہاں شاید کچھ مٹی آگئی تھی کچھ مٹی میں دھس گیا ۔ بڑی مشکل سے آگے پیچھے کرکے نکالا گیا ۔ مشینوں میں اتنا زور ہے کہ ایسی رکاوٹ کو فوراً دور کر سکتی ہیں ۔

جہاز کی مشینیں

انجنیر صاحب نے ہم کو جہاز کی مشینوں کو دکھایا ۔ جب ہم نیچے گئے ہماری تو عقل حیران ہوتی تھی ۔ ہزارہا من وزنی انجن مشینیں ہونگی ایک بہت بڑا کارخانہ معلوم ہوتا تھا ۔ آج کل جہاز کوئلے کی بجائے تیل سے چلتے ہیں ۔ تیل کا بہت بڑا ٹینک بھرا رہتا ہے جس میں سینکڑوں من تیل آسکتا ہے ۔ انہی مشینوں کے ساتھ ڈاینمو لگا دیا ہے جس سے بجلی تیار ہوکر سارا جہاز روشن رہتا ہے اور پنکھے چلتے ہیں ۔ سمندر کے پانی کو غسل خانوں وغیرہ میں چڑھانے کے پمپ ۔ پانی کو باہر نکالنے کے نل سب یہیں سے کام کر رہے ہیں ۔ سمندری پانی کو پینے دھونے دھونے کے واسطے معرق کرکے میٹھا پانی بنانے کی مشینیں برف بنانے کی مشینیں سب یہیں ۔ یہ سب چیزیں نئے جہازوں میں کتنی بڑی ہوتی ہونگی اس کا خیال کرکے بھی ان لوگوں کی ہمت کی داد دینی پڑتی ہے اتنی عقل وہمت والے لوگ کیوں نہ مالا مال ہوں اور دنیا سے زر کھینچ کھینچ کر اپنے گھر بھریں اور عیش منائیں ۔ اس جہاز کے انجن ۴۶۰۰ گھوڑے کی طاقت سے کام کر رہے ہیں ۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ایک سویڈ کی دلچسپ بات چیت

اس معاملہ میں ایک دن سویڈن کے آدمی سے بات چیت ہوتی رہی میں نے بنارسی پگڑی باندھی ہوئی تھی۔ جب میں نے اسکو بتلایا کہ یہ بنارس میں ہاتھ سے بُنی گئی ہے تو وہ حیران ہوا۔ میں نے کہا یہ سامنے جو پنجابی لیڈی نے ساڑھی پہنی ہوئی ہے۔ وہ بھی ہاتھ کی بنی ہوئی ہے تو وہ اور بھی حیران ہوا۔ اس سے ہندوستان کی کاریگری کی اس کے اب تباہ ہو جانے کی بات چل پڑی اور چلتے چلتے بات یہاں تک آئی کہ ہندوستان غریب کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ دیکھو ہمارا ملک سویڈن جسکو سال میں تین ماہ کام کرنے کے واسطے ملتے ہیں ۹ ماہ برف ہی اکثر مقامات پر رہتی ہے۔ ہمارے ملک کے اندر خوشحالی ہے معمولی دیا سلائی کی ڈبیاں ہیں جو ہم تمام دُنیا میں بہم پہنچاتے ہیں۔ سویڈن ناروے کے اندر کاغذ کی بڑی بھاری ملیں وہیں تیار ہوتی ہیں۔ اور کاغذ بنا کر یہ تمام دنیا کو بھیجتی ہیں ہندوستان جس کی حالت امریکہ جیسی ہے اس کو امریکہ جیسا مالدار ہونا چاہئے تھا اور دُنیا کی تجارت میں اس کا بڑا حصہ ہونا چاہئے تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ تین ماہ کی تو فکر آپ کو کرنی ہی نہیں چاہئے۔ کیونکہ گرمیوں میں شمالی حصوں میں آپ کے ۲۴ گھنٹہ صرف دن ہی رہتا ہے۔

آدھی رات کا سُورج

ناظرین کو شاید معلوم ہوگا کہ سویڈن ناروے کے شمالی حصے چونکہ قطب کے نزدیک ہیں وہاں دن ہمیشہ بڑا ہوتا ہے۔ اور رات چھوٹی ہوتی ہے۔ اور گرمی کے دنوں میں آدھی رات کو بھی اگرچہ دو گھنٹہ کے واسطے سورج دکھائی نہیں دیتا ہے۔ مگر روشنی اتنی ہوتی ہے۔ کہ آپ اخبار پڑھ سکتے ہیں۔ اور ایک کہیں دو ماہ کے واسطے کسی وقت بھی سورج غروب نہیں ہوتا ہے۔ سیاح آدھی رات کا سُورج دیکھنے کے واسطے گرمیوں میں ادھر جاتے ہیں۔ یورپ کے دیگر ممالک بھی چونکہ منطقہ معتدلہ میں منجمدہ کے نزدیک تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اسواسطے وہاں اکثر رات کو دیر تک روشنی رہتی ہے۔ اور صبح ۳ بجے کے بعد کئی مقامات پر اخبار کا پڑھنا ممکن ہے راتیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اس کے بعد اب پردہ ہٹا اور اس نے کہا کہ آخر تین چار یا پانچ گھنٹے تو ہم کو سونا ہی پڑتا ہے۔ اگرچہ سردیوں میں اس کی کسر نکالتے ہیں۔ جو وجوہات میری سمجھ میں آئیں میں نے اس کو بتائیں یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ناظرین خود سمجھیں اور خود اس کا جواب دیں کہ ہماری یہ گنتی کیوں ہے۔ میں نے اس سے ذکر کیا کہ میں آپ کے ملک کو دیکھنے آنا چاہتا ہوں۔ ناظرین میں آپ سے کیا عرض کروں کہ اس شخص نے کتنی تکلیف اٹھا کر مجھے نقشے بنا کر دیئے کہ فلاں فلاں مقام دیکھنا۔ ایسے جانا ادھر سے آنا۔ میرا گھر فلاں جگہ ہے۔ میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے خط لکھنا۔ اس نے ایک جنرل چٹھی مجھے لکھ کر دی کہ ہوٹل وغیرہ میں اسکو آپ دکھلا دیا کریں اس میں اس نے لکھا کہ انڈیا سے یہ صاحب آرہے ہیں جب یہ انڈیا میں جاویں ہمارے ملک کے متعلق نہایت اعلیٰ خیال لے جاویں ایسی کوشش سب کو کرنی چاہیئے۔ اس نے کہا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ جب آپ واپس ہندوستان جاویں گے ہمارے دور افتادہ ملک کے متعلق اعلیٰ خیالات لے کر جاوینگے۔ سویڈن و ناروے میں نہایت اعلیٰ نہریں جھیلیں جنگل پہاڑ موجود ہیں۔ برفانی جگہوں میں لوہے کی جوتیاں ڈال کر کھیلنے کی کئی دلچسپ جگہیں ہیں اور ہوٹلوں وغیرہ کے خرچ تمام ممالک یورپ سے سستے ہیں۔

ہاں میں ذکر کر رہا تھا کہ ہمارا جہاز دوسرے جہازوں کو گذارنے کے واسطے ایک دو جگہ کھڑا ہو کر ۵ سے ۷ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہوا پہاڑیوں تے خشکی کے درمیان سے گذرتا ہوا رات کو قریب ۱ بجے پورٹ سعید پہنچا۔

مغرب کی جھلک

پورٹ سعید اگرچہ مصر میں واقع ہے۔ مگر در اصل اس میں مغرب کی روشنی آچکی ہے۔ یورپ کا ہی بندرگاہ ہونے سے سب کچھ یورپین ہی ہے۔ کیونکہ تمام یورپ کے جہازوں کو افریقہ یا ایشیا جانے کے واسطے ادھر سے ہی گذرنا پڑتا ہے پرانا شہر دور ہے اسکو کون دیکھنے جاتا ہے۔ نیا شہر بس گیا ہے۔ اسمیں مصری۔ ہندوستانی و یورپین لوگوں کی نہایت خوبصورت دکانیں ہیں۔ جہاز کسی وقت آوے اکثر دکانیں کھل جاتی ہیں اور بجلی کی روشنی سے بڑا بازار جگمگا جاتا ہے۔ جہاز چونکہ رات کو دو بجے وہاں سے روانہ ہونا تھا اس واسطے بہت لوگ اتر کر موٹر کشتیوں میں سوار ہو کر شہر کی سیر کے واسطے گئے۔ بہت دکانیں ہوٹل۔ رسٹارنٹ کھلے تھے۔ تھامس کک کا دفتر بھی کھلا تھا۔ ونمیں سے ہوٹل کے واسطے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

وہاں تار دلوا دی گھر کو تار دی پھر بازار میں گھومے تصاویر بیچنے والے پورٹ سعید کی تصاویر بیچ رہے تھے۔ وہ چپکے سے کہہ دیتے تھے کہ فرینچ فوٹوز بھی ہیں۔ یہ فحش تصاویر ہوتی ہیں جن کی بکری یہاں بہت ہے فینسی اشیاء یا کتب بیچنے والے دوکاندار بھی ان کو عام رکھتے ہیں۔ جہاز پر اگر بھی تصاویر بیچنے والے بیچ جاتے ہیں ہمارے ایک ساتھی نے بتلایا کہ بعض مسافروں کو بے حد خراب کرتے ہیں۔ ایک آدھ تصویر دکھائی ایسی ایک درجن لفافے میں بند ہیں ۶ شلنگ لیں گے۔ ابھی ہم بازار میں نکال نہیں سکتے تاپتے شلنگ دیکر علیحدہ ہو کر لفافہ کھول کر دیکھ لیں۔ ادھر قیمت لے کر پکیٹ دیا کہ بھاگ گئے۔ اور پولیس والا آگیا مسافر کو باقی جھوٹی تصاویر ملی ہیں کبھی خود ہی پولیس والے کو خبر کرکے سامنے اس سے بھی مسافر کو لٹوایا۔ اکیلے دُکیلے کو لوٹنے سے بھی پرواہ نہ کریں۔ ہم ہندوستانی بازار دیکھنے چلے جا رہے تھے ایک بدمعاش نے کہا کہ فرینچ یا مصری گرل چاہیئے کسی کو قابو آنا چاہیئے پھر خوب اس کی گت بناتے ہیں۔ یہ سب انگریزی میں بات چیت کرتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستانی بھی بعضے بول سکتے ہیں ایک ریسٹارنٹ کے سامنے ہم بھی بیٹھ گئے چلو لیمونیڈ تو پی لیں ہم تین تھے ۳ گلاس لیمونیڈ کے آگئے پی گئے جب قیمت پوچھی تو کہا کہ ایک شلنگ فی عدد ہم بڑے حیران ہوئے۔ ہم نے کہا بمبئی میں اس سے اچھا لیمونیڈ ایک آنہ میں مل سکتا ہے۔ آپ ۱۲ بارہ آنے کیسے لیتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا جناب سامنے اس سے بھی بڑا ہوٹل ہے۔ وہ ڈیڑھ شلنگ فی بوتل لے گا۔ یہاں تو بازار میں معمولی دکاندار چھ آنہ فی بوتل لے لیتے ہیں ہماری اتنی بڑی بلڈنگ ہے۔ ہم نے ۱۲ لئے تو کیا ہوا۔ میں نے ۳ بوتلوں کے سوا دو روپے دیئے اور دوستوں کو کہا کہ مغرب کی پہلی جھلک دیکھ لی اب آگے کو کھانے پینے سے پہلے دریافت تو کر لیا کرو۔[1]

---

[1] مگر یورپ میں جاکر معلوم ہوا کہ کسی جگہ جاکر قیمتیں دریافت کرنا بھی تو اچھا نہیں ہے۔ ہوٹل کی شکل و صورت انتظام مشہوری وغیرہ سے اس کی قیمتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہاں چیز کی قیمت نہیں اور چیزوں کی قیمت ہے۔ پیرس میں ایسے ہی کئی ہوٹل ہیں۔ جن کے صرف داخلہ کے واسطے چند روپیہ آپ کو دینے ہونگے۔ چاہے آپ ایک سوڈا کا گلاس پی کر کیوں نہ چل آویں۔ ان کے مکان اعلیٰ۔ ان کے انتظام اعلیٰ اشیاء خوردنی و نوشیدنی پہنچانے والی میں بہت خوبصورت اور باسلیقہ۔ گانا اعلیٰ۔ باجہ اعلیٰ۔ ناچ کا انتظام میز طلب و دوستی گانٹھنے کا زیادہ موقع عیش پرستی کے سارے سامان۔ یورپ ہوٹلوں کی دنیا ہے آئندہ کسی مضمون میں مفصل ذکر آنے والا بھی ہے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

مصر کے لوگ بڑے تندرست و جوان معلوم ہوتے ہیں۔ قد ان کے لمبے ہیں۔ لڑنے جھگڑنے کو ہر وقت تیار نظر آتے ہیں کسی کی پرواہ کرتے دکھائی نہیں دیتے ترکی ٹوپی اور ایک لمبا (اکثر سیاہ) کرتا جو پاؤں تک جاتا ہے پہنتے ہیں۔ اس کرتہ کے اوپر اب پیچی کوٹ پہننے لگ گئے ہیں پہلے شاید صدری ہوتی ہو گی۔ میں نے ایک دو سے پوچھا۔ نیچے کیا پہنتے ہیں تو انہوں نے کرتا اٹھا کر بتلایا پاجامہ یا نکر دکھایا گیا۔ غالباً اصلی تہمد ہی ہو گا

تصویر مصری مرد

کیونکہ پرانے آدمیوں کے تہمد تھا۔

ایک دو گھنٹہ گھوم گھام کر جہاز میں آ کر سو گئے جب صبح بیدار ہوئے تو پھر گہرے سمندروں میں جہاز اپنی پہلی تیزی کے ساتھ جا رہا تھا۔ میڈی ٹرینین میں جاتے ہوئے راستہ میں بہت سے جزیروں کے پاس سے گزرے بعض تو آباد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تھیں بعض بڑے جزیرے۔ پہاڑتی مقامات سمندر کے اندر تھے۔ سب پہاڑ ہی نظر آئے ایک کی تصویریں نے لے لی۔ اب کوئی دن خالی نہیں جاتا ہے جبکہ کافی وقت تک ہم پہاڑوں کے درشن نہیں کرتے رہتے دوربین کئی بار دن میں لگانی ہی پڑتی ہے۔

پورٹ سعید سے کچھ لوگ اُتر گئے۔ کچھ نئے سوار ہوئے۔ جن میں اٹلی کے زیادہ تھے تمام کھیلوں کے میچ زور شور سے شروع ہو گئے۔ کیونکہ ۱۴ تاریخ کی رات کو انعام تقسیم کا جلسہ تھا۔

فینسی ڈریس ڈنر

۱۳ کی رات کو فینسی ڈریس ڈنر ہوا یعنی نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے کھانے کے وقت آنا۔ اس کے واسطے انعام تھے سب سے خوبصورت معلوم ہونے والی لیڈی ایک انعام سب سے عجیب پوشاک پہنی ہوئی لیڈی کو ایک انعام۔ سب سے مخولیا پوشاک پہنے ہوئے آدمی کو ایک انعام۔ سب سے نئی قسم کی پوشاک پہنے ہوئے مرد کو ایک انعام۔ آج کھانے کے کمرہ میں رونق لگی ہوئی تھی۔ کوئی ہندوستانی قلی بن کر آیا تھا۔ کوئی ترک بنا تھا۔ کوئی عرب بنا تھا۔ کوئی پنجابی عورت بنی تھی۔ کوئی آیا یعنی نوکرانی بنی تھی۔ کوئی مرد عورت کے لباس میں تھا کوئی عورت مرد کے لباس میں تھی۔ کوئی سادھو بنا تھا۔

خوبصورتی کا انعام پنجابی عورت کو

یہ فیصلہ انعام ووٹوں کے ذریعہ ہونا تھا ہر شخص اپنی رائے ایک پرچی پر لکھ دے ناظرین حیران ہوں گے کہ سب سے زیادہ خوبصورت معلوم ہونے کا انعام ایک پنجابی عورت کو ملا۔ سب سے مخولیا پوشاک پہننے کا انعام اس مرد کو ملا جو بہت ہی اعلی طور پر لیڈی بنا ہوا تھا۔ اور بات چیت بھی عورتوں کی طرح کرتا تھا۔ ہر ایک شخص بڑا، چھوٹا افسر یا ماتحت۔ بوڑھا یا جوان ان باتوں میں حصہ لیتا ہے۔ اور خوشی مناتا ہے۔ ایسے ڈنر کے بعد ناچ ضروری تھا۔ ایسی عجیب پوشاکوں کے ساتھ ایک ایک جوڑا مل کر پہلے سے گھومنے لگے۔ اوپر سے ان پر فیتے پھینکے گئے۔ راجہ اندر کا اکھاڑہ اس سے بڑھ کر تو نہ ہوتا ہوگا پیانو بجنے لگا۔ جوڑے ایک دوسرے کی بغلوں میں تھے۔ ناچ شروع

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

تھا۔ جو مرد عورتیں بنے ہوتے تھے۔ وہ کسی مرد کو ہی ساتھی بنا بیٹھے۔ اور جن عورتوں نے مردانہ لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ بھی ناچتی تھیں۔ آج تو ہم نے بڑی باریک بینی سے دیکھنے کی کوشش کی بعض مرد و عورت تو بڑی ہی سنجیدگی سے ناچ رہے تھے۔ ان کی کسی حرکت سے کوئی خرابی یا بدمعاشی نہ معلوم ہوتی تھی۔ مگر بعض لوگ واقعی خرابی کرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ بعض اتنے زور سے عورت کو اپنے ساتھ دباتے تھے۔ کہ کسی طرح ان کے جذبات چھپے نہیں رہ سکتے تھے۔ ناچ کے بعد جو جوڑا ناچا ہو اس کو اکٹھے بیٹھ کر بات چیت کرنی چاہئے مگر یہاں ہم لوگ تماشائی بہت تھے۔ اتنی جگہ بھی نہ تھی۔ اس واسطے کوئی بیٹھتے تھے کوئی سلام کر کے بکھر جاتے تھے۔

ایک شخص نے جب دوسری عورت کے ساتھ ناچا ان کو دو کرسیاں خالی مل گئیں۔ وہ بیٹھ گئے۔ مرد کی اپنی عورت آئی اس نے خوب زور سے کہا کہ تمہاری یہاں ضرورت نہیں تم چلی جاؤ۔ جس کے ساتھ وہ ناچی تھی۔ اس کے ساتھ وہ بازو میں بازو ڈالکر چل دی۔ کوئی کوئی خاوند بیوی بھی ناچتے تھے۔ مگر ایسا موقعہ کب ہوتا تھا۔ ہم تو دس بجے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ مگر یہ لوگ بہت دیر ایسے ہی ناچتے رہے ایک ہندوستانی بھائی ہمارے ساتھ ہیں ان کی عورت انگلش ہے۔ وہ تو کپتوں کے ساتھ ناچتی ہے۔ مگر یہ بیچارے شاید جانتے نہیں ہیں یہ کسی کے ساتھ نہیں ناچے۔ ویسے ناچ کچھ مشکل تو معلوم نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنی عورت سے سیکھ ہی کیوں نہ گئے۔

ایک مرد ایک چھوٹی سی لڑکی کو لے کر سکھلا رہا تھا۔

ایک بات میں نے عجیب ناچ میں دیکھی ہے۔ جس کا ابھی بھید نہیں کھُلا کہ بوڑھے مرد تو کم ناچتے ہیں۔ مگر بوڑھی عورتیں کافی حصہ لے رہی ہیں۔

ایک بات اور بھی عجیب ہے کہ کوئی کیسے ناچے کوئی قابل اعتراض حرکات بھی کرے مگر ایک دوسرے کو دوسرے کے کام سے کچھ مطلب نہیں۔ کچھ سروکار نہیں۔

آج کے ناچ میں کچھ ریفرشمنٹ جہاز کے کپتان نے دی تھیں۔ جہاز کے سارے افسر بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور مسافروں کے آرام کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کہ اکثر ہندوستانی اٹلی یا فرانس کے جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ پی اینڈ او کمپنی کے ولائتی جہازوں میں رنگ کا فرق بوجہ حاکم محکوم ہونے کے سنا ہے کہ چھوٹتا نہیں ہے۔

آج ہی رن کو رسہ کشی کا مقابلہ ہوا تھا جسمیں ایکطرف ۸ مسافر انگریز و دیسی تھے اور ۸ جہاز کے افسر تھے۔ مگر ہم جیت گئے اسکے بعد دوسرا مقابلہ ہوا جسمیں ایک طرف ۶ ہندوستانی تھے۔ ایکطرف ۶ یورپین تھے مگر ۶ یورپین جیت گئے جسکی وجہ کچھ انکی طاقت کی زیادتی نہ تھی۔ بلکہ ادھر ہم کو آدمی بھی ملے تین تو بیچ میں شہر دل کے لالے ہی لگانے پڑے جنکو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ کیسے رسہ کھینچا جاتا ہے۔ جہاز کے اوپر سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے خوشی دی تھی وہ۔

یورپین لوگوں کا کھیلوں کا شوق

ہے۔ میں کئی بار سوچتا ہوں کہ اگر اس جہاز پر سارے ہندوستانی ہی ہوتے ان کو دن کاٹنا بھی شاید مشکل ہو جایا کرتا۔ مگر اب ۱۲ بجے رات تک چہل پہل رہتی ہے اور پتہ بھی نہیں لگتا کہ ہم جہاز کے اندر سفر کر رہے ہیں جہاز پر کھیلنے والی کھیلیں بھی کتنی انہوں نے نکالی ہیں۔ ہمارے ہندوستانی اکثر تماشا دیکھتے تھے۔ کیونکہ کبھی انہوں نے کھیلی نہیں ہیں

چند اور کھیلوں کا بیان

(۱) ایک لمبی گول لکڑی دونوں طرف اونچی جگہ پر رکھی گئی۔ آدمی دونوں طرف گھوڑے کی طرح اس پر بیٹھ جاتے ہیں سرہانے ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں ایک دوسرے کو سرہانہ مارتا ہے جو نیچے گر جاوے وہ ہار گیا

میں نے اپنے سامنے والے کو زور سے مارنا چاہا اس نے سر پیچھے کر لیا۔ سرہانہ اسکو لگا نہیں اور میں اپنے ہی زور سے گر پڑا اگر پہلے ایک بار بھی کھیلے ہوتے تو ایسا نہ ہوتا۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

(۲) تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پانچ سکے رکھے جاتے تھے ۔ چھری پر چڑھا کر باری باری ان سکوں کو لا کر جو اول برتن میں ڈال دیوے وہ اول مانا جاتا تھا۔ عورت مرد دونوں کا اس میں مقابلہ ہوا۔ بعض کو تو سکہ چھری پر چڑھانا ہی نہ آتا تھا۔ بچوں کے واسطے بھی مقابلہ ہوا تو انکے واسطے آلو رکھے گئے اور چمچہ ہاتھ میں دیئے گئے ۔ چمچہ پر آلو چڑھا کر لادیں

(۳) مرد عورتوں سے اپنے اپنے جوڑے بنا لئے ۔ کچھ فاصلے پر ایک طرف مرد کھڑے ہو گئے ۔ اور ایک طرف عورتیں کھڑی ہو گئیں ۔ تین کہتے ہی مرد اپنی اپنی جوڑی دار عورتوں کے پاس بھاگ گئے ۔ وہاں عورتوں نے داڑھی کو صابن لگا کر برش کیا ۔ جب جھاگ پیدا ہو گئی تو حجامت کر دی ۔ اپنی جوڑی دار عورت سے حجامت کرا کر جو اول واپس پہنچ جاوے اور صابن لگا نہ رہے وہ اول ۔ یہ حجامت استرے سے نہیں صرف چمچہ سے صابن پونچھ دینا ہے ۔

(۴) ایک کندھے سے ایک دوسرے کو گرانے کی ورزش تھی ۔ بوری میں اپنے آپ کو ڈال لینا جو کمر تک آ جاتی ہے ۔ بوری کو ہاتھ سے پکڑ رکھنا اور مقابلے والے کو کندھا لگانا ۔ یہ چونکہ زور کا کام تھا ۔ اس میں ہندوستانی اچھے رہے ۔ بلکہ بہت سے یورپینوں نے اس میں حصہ ہی نہیں لیا ۔

ان کھیلوں میں کتنی ہنسی آتی ہے ۔ کتنی طبیعت خوش ہوتی ہے ۔ یہ آپ لوگوں کو کر کے دیکھنا چاہیئے ۔ ایسی بیسیوں کھیلیں انسان سوچ کر بنا سکتا ہے جسمیں مرد عورت بچے بوڑھے سب حصہ لے سکتے ہیں ۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں ان باتوں کا بہت کم شوق ہے ۔ غریب بیچاروں کو تو پیٹ بھر روٹی کمانے کے واسطے سارا دن گذر جاتا ہے ۔ جو لالے رسود اگر ساہوکار روپیہ رکھتے ہیں ۔ وہ اس کے جمع کرنے میں اتنے مشغول ہیں ۔ ان کو صحت کی کبھی سوجھتی نہیں ہے ۔ روٹی کھانے کا بھی وقت ملتا نہیں ہے صحت کو گنوا بیٹھتے ہیں ۔ قوم کو بدنام کرتے ہیں کسی مصیبت کے وقت کام آ نہیں سکتے ہیں ۔ ہمارے لوگوں کو کھیلنا سیکھنا چاہیئے ۔

انعام تقسیم کا جلسہ ۱۴ کی رات کو ہوا ۔ انعام سر میکلیگن صاحب بہادر کے ہاتھوں سے بانٹے گئے کسی ٹورنمنٹ سے کم جوش و خروش تو نہ تھا ۔ انعام پانے والے عورتوں مردوں کا تالیوں سے استقبال ہوتا تھا ۔ بعد تقسیم انعام کمیٹی کا شکریہ ادا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کیا گیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

اس طرح سے کھیلیں کھیلتے پہاڑی جزیروں کا لطف اُٹھاتے ہمارا جہاز ۵ ار جون کی صبح کو اٹلی کے جنوب میں پہلے بندرگاہ برنڈزی میں پہنچ گیا۔ راستہ میں خیال تھا کہ جزیرہ کریٹ کے پاس اکثر موسم خراب ہوا کرتا ہے مگر خدا کی شان یہ دن بھی خوب گذر گیا۔ اور آج تک جہاز کو کسی طرح کی زیادہ تکلیف کا سامنا نہیں پڑا ہے۔

جہاز صبح ۵ بجے ہی برنڈزی پہنچ گیا۔ چاندنا تو ۴ بجے ہی ہو گیا تھا۔ اور جہاز کو ۷ بجے روانہ ہی ہو جانا تھا۔ اس واسطے جلدی ضروریات سے فارغ ہو کر

یورپ کے پہلے شہر برنڈزی

کو دیکھنے کو روانہ ہو گئے یہ شہر بہت بڑا نہیں ہے ایک بڑا بازار تھا۔ اس کے اندر گھوم گئے۔ ابھی سویرا ہونے سے بازار بند تھا۔ مگر عمارتیں خوبصورت تھیں۔ بازار کا فرش پتھر کا بنا ہوا ہے۔ خیال آیا شہر کی اصلی حالت کا گلیوں سے پتہ لگے گا۔ گلیوں میں روانہ ہو گئے۔ گلیاں گندی تھیں۔ اگرچہ ہمارے شہروں سے کم گندی تھیں غریب لوگ بہت تھے جن کے پھٹے پرانے کپڑے تھے جیسے ہندوستان میں بعض غریب اپنے انگریز مالکوں کے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر ٹوٹے ہوئے صاحب بنے پھرتے ہیں ویسی ہی حالت کئی آدمی و عورتوں کی دیکھی۔ خوبصورتی بھی بہت نہ تھی رنگ اور وضع قطع بہت کچھ ہندوستانی ہی معلوم ہوتی۔ در اصل سارا یورپ آرین نسل سے ہے اپنی بھائیوں کو تو ہم دیکھنے آئے ہیں جو ہم سے اتنے علیحدہ ہو گئے ہیں کہ اب ہم کو وحشی کہتے ہیں۔ رنگ بہت گورا نہ ہو تو بالکل ہمارے جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔

بکریوں کے دودھ بیچنے والے ہمارے شہروں کی طرح بکریاں لئے پھرتے تھے فرق صرف یہ تھا کہ جب دودھ دوہ کر کسی کو دیتے تھے تو پتلون کے باعث ٹھیک طور پر بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ پتلون سب کے نیچے ہے یہ قومی لباس چلا ہے وہ پھٹی ہو۔ اور پر کسی کے صرف ایک قمیض ہے کسی کے واسکٹ ساتھ ہے کسی کے کوٹ بھی ہے عورتوں کے لمبا فراک جیسا کہ تقریباً سب یورپینوں کے ہوتا ہے۔ گلیوں میں گند اور بدبو برابر معلوم ہوتی ہے لوگوں نے کہا کہ یہ غریب شہر ہے۔ اس واسطے اس کو یورپ کا نمونہ نہیں سمجھنا

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

چاہتے۔ بس یہی بات ہم کہتے ہیں۔ ہندوستان پر کیوں الزام لگاتے ہیں۔ ہندوستان کو غریبی نے دبا لیا ہے۔ ورگرنہ کیا ان کو صاف رہنا آتا نہیں ہے۔ یا صفائی کے اصول ان کو معلوم نہیں ہیں۔ ہم کو تو اس شہر کی گلیوں میں گھومتے ہوئے یوں معلوم ہوا۔ کہ بمبئی کے کسی ایسے حصے میں ہیں۔ جہاں عیسائی ہوئے غریب ہندوستانی کرائی بستے ہیں۔ کئی بیچاروں کی داڑھی کٹی ہفتوں سے نہیں منڈی تھی۔ شہر کی منڈی بھی دیکھی پھل ترکاریاں بیچنے والے ہو کا رہے تھے۔ بمبئی کی منڈیوں سے بڑھ کر کسی طرح کی کوئی زیادتی معلوم نہ ہوتی تھی۔

آج جس وقت یہ مضمون میں نے لکھا ہے ہم اٹلی کے کنارے کنارے اوپر چڑھ رہے ہیں۔ آسمان پر بادل ہیں۔ کل تیسرے پہر وینس پہنچ جاوینگے۔ وہاں سے پھر حالات لکھے جاوینگے۔

خط نمبر ۴

۱۶ جون کو ہمارا جہاز اٹلی کے مشہور شہر وینس کے کنارے لگا۔ پہلے ڈاکٹر

ہمیں یورپ کو دیکھ کر میں اٹلی کے راستہ گزرا اور اٹلی کا بہت کچھ دیکھا۔ مجھے اٹلی میں بہت کچھ مشابہت ہندوستان سے نظر آئی۔ گاؤں میں گھومتے۔ کھیتوں میں پھرتے ریل میں سوار ہوئے میدانوں اور گاؤں کے پاس گذرتے ہوئے بہت سی حالتیں ہندوستانی دیکھیں۔ یورپ کے جنوب کی طرف ہونے سے یہ ملک اوپر کے ممالک سے کچھ گرم ہے۔ شاید اس واسطے ہم سے زیادہ ملتا ہے۔ یورپ کے لوگوں کو آب ہوا کی عمدگی بڑی مدد دیتی ہے۔ مکھیاں مچھر بھی سوائے اٹلی کے کہیں خاص طور پر نظر نہ آئیں۔ مسہریاں صرف اٹلی کے ہوٹلوں میں دیکھیں۔ اور کسی جگہ نہیں۔ یورپ کے لوگ گرم سمندری کناروں کی موج لوٹنے دھوپ میں ریت میں لیٹنے اور سمندری غسل کرنے کے واسطے اٹلی میں آیا کرتے ہیں۔ دھوپ بعض مقامات پر اکثر رہتی ہے۔ اٹلی میں ریل میں جب جا رہا تھا۔ تو مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ لاہور سے پشاور کی طرف جا رہا ہوں۔ جیسا کہ کہیں آگے میں نے ذکر کیا ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

پھر پولیس آئی پاسپورٹ دیکھے پھر کسٹم والوں نے اسباب دیکھا۔ قریب دو گھنٹے ان باتوں میں خرچ ہوئے۔ شام کو جہاز سے اُتر کر ایک

گنڈولے

میں سوار ہو کر ہوٹل پہنچے۔ وینس کا گنڈولا تمام دُنیا میں مشہور ہے۔ یہ صرف ایک کشتی ہے جسکی نوک خوب اُونچی بناتے ہیں۔ ایسا انتظام بھی ہوتا ہے کہ دھوپ و بارش کے وقت لوہے کی سیخیں لگا کر پردہ لگا دیتے ہیں۔ جس سے درمیانی حصہ پالکی کی شکل کا ہو جاتا ہے

تصویر گنڈولا (وینس) اٹلی

اکثر یہی سارے شہر میں چل رہے ہیں۔ نہ موٹر نہ گھوڑا گاڑی نہ یکہ نہ بگھی کچھ نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وینس چھوٹے چھوٹے ۱۰ جزیروں کا مجموعہ ہے۔ کچھ قدرت نے علیحدہ علیحدہ ٹکڑے بنا دیئے تھے۔ کچھ انسانی ہاتھ نے کام کیا۔ اور اب گلیوں کے سوائے شہر میں بازار ہیں ہی نہیں جن پر گاڑیاں چلیں۔ ان کی بجائے نہریں ہیں۔ سمندر کا پانی تمام شہر کے اندر پھر رہا ہے اور کشمیر کی طرح لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ انہی پر بیٹھ کر جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کشمیر میں پانی میٹھا ہے۔ اور نہریں کم ہیں یہاں پانی کھاری ہے۔ پینے کا پانی شہر سے قریب ۶۰ میل کے فاصلے سے نلوں کے ذریعہ لایا گیا ہے نہریں بہت زیادہ ہیں۔ تقریباً تمام مکانوں کا ایک دروازہ کسی نہ کسی نہر کی طرف ہے اور دوسرا گلی میں ہے۔ ایک حصہ کو دوسرے کے ساتھ ملانے کے واسطے جگہ بہ جگہ چھوٹے بڑے قریب چار سو پل بندھے ہوئے ہیں۔ علاوہ گنڈولوں کے موٹر لانچ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جو موٹر کی طرح پانی پر تیز چلنے والی کشتیاں ہیں ہر وقت چلتی نظر آتی ہیں۔ امیر لوگوں کی اپنی ہیں۔ اور کرایہ پر بھی چلتی ہیں۔ جیسے دوسرے شہروں میں ٹرام ہوتی ہے۔ اس کی بجائے چھوٹے چھوٹے جہاز ہیں جو برابر دس پندرہ منٹ کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ کئی لائینوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور زیادہ تر لوگ انہی میں سفر کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا کرایہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک ڈیڑھ آنہ ہی ہوتا ہے۔ گنڈولے بہت ہی ہیں۔ قریب ۴ روپیہ فی گھنٹہ ان کا کرایہ ہے۔ چاہے لاہور کے ٹانگوں کی طرح ۱۰ منٹ بعد ہی آپ کا گھر آجاوے۔

ان نہروں کے لحاظ سے وینس یورپ میں اپنی قسم کا ایک عجیب خوبصورت شہر مانا جاتا ہے۔ اگرچہ آب وہوا یہاں کی بہت اچھی نہیں مانی جاتی ہے۔ ٹامس کُک کی ایجنسیاں سب جگہ ہیں اور گائیڈ دکھلانیکو ہر جگہ ملجاتے ہیں آپ ایک مقررہ رقم دیدیتے ہیں گائیڈ سب پارٹی کو ساتھ لے کر سب کچھ دکھلاتا پھرتا ہے۔ سب کرایہ اپنے پاس سے خرچتا ہے۔

قابل دید مقامات

یہاں قابل دید مقامات یہاں کے بے شمار گرجے ہیں۔ جن کی وُسعت جن کی کاریگری جن کی لاگت کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے

میں اگر ہر شہر کے تمام قابل دید مقامات اور اشیاء کا ذکر اپنی چٹھیات میں کروں تو ایک جگہ کا بیان ہی ایک چھوٹی سی کتاب بن جاوے اور ان کے ذکر سے ناظرین کو کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوگا۔ اس واسطے ان باریکیوں کو چھوڑ کر میں عام باتیں ہی لکھ رہا ہوں سب سے بڑا سینٹ مارک کا گرجا ہے اس کے ساتھ ہی ایک شاہی محل ڈوج کا محل ہے۔ ان کے سامنے ایک بڑا بھاری میدان ہے جس کی چاروں طرف دوکانیں اور رسٹارنٹ دکھانے پینے کی دوکانیں ہیں) یہی جگہ بہت کچھ وینس کی تفریح گاہ ہے۔ لوگ یہاں شام کو سیر کرنے آتے ہیں۔ باجہ بجتا ہے رسٹارنٹوں کے سامنے ہزاروں کُرسیاں پڑی ہوتی ہیں۔ کچھ کھائیے پیجئے اور کرسی آپ کی ہوئی۔ باجہ بھی سُنتے رہئے اگر زیادہ لمبی سیر کرنی ہے کوئی گنڈولہ لے لیجئے اور بڑی نہر کی جو وینس کو دو حصّوں میں تقسیم کرتی ہے سیر کیجئے۔ رات کو شوقین لوگ کشتیوں میں سوار ہو روشنی سے سجائی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جاتی ہیں۔ اکیلے یا عورتوں کے ساتھ گاتے پھرتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی کشتی کھڑی کر کے سنتے رہئیے۔ ۱۷ ر تاریخ کو خاص گانا تھا۔ ایک بڑی کشتی جو کنارے کے ساتھ رہتی ہے۔ اسمیں باجہ وغیرہ کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ہزارہا بجلی کی بتیاں اس دن روشن کی گئی تھیں شہر کے بڑے بڑے گوئیے جمع تھے۔ اور ان کی تانیں ہندوستانی تانوں کا مزہ دیتی تھیں۔ سُننے کے واسطے سینکڑوں کشتیاں جن میں مرد و زن سوار تھے موجود تھے۔ بڑی نہر تالیوں سے گونج جاتی تھی۔ یہ نئی قسم کا جلسہ صرف وینس میں ہی دیکھا۔

یہ راگ قریب ۱۲ بجے شروع ہوا تھا۔ ۲۳ بجے ہم تو آ گئیے۔ مگر راگ جاری رہا ناظرین حیران نہ ہوں وینس میں گھڑیوں کے ۱۲ کی بجائے ۲۴ حصے ہیں۔ رات کے ایک بجے سوئی ایک پر ہو گی۔ مگر دن کے ایک بجے ۱۳ پر ہوتی ہے۔

گرجا سینٹ مارک کے سامنے رات کو مرد و عورتوں کا میلہ ہوتا ہے۔ اور دن کو کبوتروں کا میلہ ہوتا ہے۔ کئی لوگ آکر ان کو دانہ ڈالتے ہیں۔ یہ ہاتھوں پر آ بیٹھتے ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں بے خوف اُڑتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو کوئی مارتا نہیں ہے۔ سچ ہے ۔ جب جانوروں کو یقین ہو جاوے کہ ہم کو ایذا نہیں پہنچے گی۔ تو انسان سے کبھی نہیں ڈرتے ہیں سکتے ہیں کسی بادشاہ کو ایک کبوتر نے لڑائی میں پیغام لے جانے اور لے آنے کا بڑا اعلیٰ کام دیا تھا۔ اس دن سے سینٹ مارک کے رہنے والے کبوتروں کی حفاظت کا حکم ہوا۔ اور اب ان کے واسطے ایک جائداد وقف ہے۔ ف ۵

سینٹ مارک کا گرجا۔ ڈوج کا محل و سینٹ میری کا گرجا و فراری کا گرجا و سین زانی پولی کا گرجا اور ایسے ہی ۱۰-۱۲ اور بڑے بڑے گرجوں کی در و دیوار اور تمام خوبصورت پتھر یا پیتل کے بتوں کی سی تصاویر یا پیتل کی تصاویریں شیشے کے ٹکڑوں سے بنائی ہوئی تصاویر سے بھرے ہیں سینٹ مارک کے گرجے میں تو ساری بائیبل دیوار پر شیشے کے ٹکڑوں کی بنائی تصاویر سے لکھی ہوئی ہے۔ اس قسم کے کام کو موزیک کی صنعت کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایک شیشہ کے کارخانے میں میں نے ایک قریب پانچ انچ لمبی اور ۴ انچ چوڑی معمولی تصویر کی قیمت پوچھی

ف ۵ کبوتروں کا اجتماع یورپ کے تقریباً ہر گرجے میں نظر آیا۔ پوجاری لوگ دانہ ڈالتے ہیں۔ اور بلا خوف وہاں پھرتے ہیں۔ لنڈن کے مشہور گرجا سینٹ پال کے سامنے بھی کبوتر جمع رہتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

تو وہ ۵۷ روپیہ کے قریب تھی اور ایسی ہزاروں گز مربع جگہ پر بنائی بنائی اعلےٰ تصاویر پر کیا لاگت آئی ہوگی۔ اس سے ان گرجوں کی لاگت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

تصویریں و بت

تصاویر بیشمار اعلیٰ آرٹ کے نمونہ ہیں۔ ننگی تصاویر مردوں و عورتوں کی اعلےٰ سے اعلےٰ خوبصورت پوزیشنوں میں بنانا یورپ کا بڑا بھاری کام ہے۔ کسی واقعہ کے ساتھ یا کسی نام کے ساتھ ملا دینے سے اس کی خوبی بڑھ جاتی ہے۔ یہی ہزار ہا قسم کی ننگی تصاویر آپکو قابل دید مقامات باغوں، عمارتوں، عجائب خانوں میں ملینگی۔ ان گرجوں میں بھی ایسی سینکڑوں خوبصورت بت و تصاویر ملتی ہیں[۶]۔ ان کے علاوہ وینس میں ایک آرٹ گیلری بھی ہے۔ اور پبلک گارڈن (باغ عام) میں چند کمرے ہیں جنمیں کئی بت اور کئی ہاتھ سے بنی ہوئی تصاویر جن پر لاکھوں روپیہ لاگت آئی ہوگی، موجود ہیں۔ اس باغ کی تصاویر میں سے ایک تصویر نے تو مجھے بھی بڑا ہی آنند دیا۔ ایک تو اس واسطے کہ دنیا کی لذات سے بچنے والا آخر یورپ کے آرٹسٹوں کو بھی ایک ہندوستانی نمونہ ہی نظر آیا۔ دوسرے اس واسطے کہ اس سے ایک سبق ملتا تھا۔ بدھ بھگوان عبادت میں بیٹھے ہیں۔ چاروں طرف ان کے دنیاوی لذات مایا کی خوبصورت اشکال میں ان کو گرانا چاہتی ہیں۔ مگر وہ آنکھ اٹھا کر بھی کسی کی طرف نہیں دیکھتے۔ اصلی رنگین تصویر میں جو خوبی ہے وہ آ نہیں سکتی۔ تاہم وہ تصویر ناظرین کی دلچسپی کے لئے دینا چاہتا ہوں جس کی فوٹو میں نے حاصل کر لی تھی۔

ایک اور تصویر جس کا نام خوشی ہے سبق آموز تھی۔ انسان خوشی کو اپنی مرضی کے مطابق حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کوئی بال بچوں میں خوش ہے۔ کوئی شراب خانہ میں مست ہے۔ تو کوئی رنڈی بازی میں لٹتا ہے۔ کوئی راگ رنگ میں مشغول ہے۔ اور چھوٹی عمر کے بچے آپس میں لڑنے جھگڑنے میں ہی خوش ہیں۔

---

۶ یورپ کا کوئی اچھا شہر نہیں جہاں آرٹ گیلری نہ ہو اور کوئی آرٹ گیلری نہیں جس میں بڑے آرٹسٹوں کی تواریخی باتوں یا مکی قصہ کہانیوں کو آرٹ پکچرز میں ظاہر نہ کیا ہو۔ ہمارے پاس اب تصاویر کا بڑا بھاری ذخیرہ ہے۔ یورپ میں جتنی خوبصورت بتوں کی تصاویر ملتی ہیں تقریباً سب ہم نے لے لی تھیں۔ اگر فرصت ہوئی تو ہم علیحدہ اس مضمون پر کچھ سلسلہ مضامین یا کتاب لکھینگے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

صنعت

ہر قابل دید مکان میں موزیک میں کچھ نہ کچھ تصاویر وغیرہ بنی ہوئی ملتی ہیں۔موزیک کا کام بنتے بھی دیکھا ہے۔واقعی بڑی صنعت کا کام ہے۔اوّل شیشہ کو مختلف رنگوں میں ڈھالا جاتا ہے۔پھر اس کے لمبے ٹکڑے کاٹ لیتے ہیں۔ان کو ایک فریم میں جس میں لاکھ وغیرہ مصالح پڑا ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایسے انداز سے جوڑتا ہے۔کہ وہ خوبصورت تصویر بن جاوے۔شیشہ کے بھی یہاں کارخانے ہیں۔یہاں وینس میں اور اس کے ساتھ کے گاؤں میں بے شمار ہیں۔بورنو مقام کا ایک شیشہ کا کارخانہ اور مورانی کا ایک لیس کا کارخانہ ہم نے دیکھا شیشہ کا کام بڑا آسان ہے۔صرف بھٹی میں شیشہ گلا کر اور پھونک لگا کر اور اس کے ساتھ کئی رنگ دے کر اعلےٰ سے اعلےٰ اشیاء بنائی جا رہی ہیں۔یہ کام بہت آسان ہے کسی ہندوستانی کو سیکھ کر ضرور جاری کرنا چاہیئے۔

شیشہ کا سوت

شیشہ کے کام میں عجیب بات یہ دیکھی کہ ایک تیز آنچ کی بتی سی جل رہی تھی۔جس پر شیشے کی سلاخیں رکھی تھیں۔جو سرخ ہو کر نرم ہوتی تھیں۔اس سے دو تاریں نکلکر ایک چرخے پر لپیٹی جاتی تھیں۔ وہ بال سے باریک شیشہ کی تاریں سوت سے بھی جلدی کاتی جا رہی تھیں۔اس کے گچھے بڑے بڑے ہی بڑے تھے ریشم کی تاروں کی طرح کلغی لگا سکتے ہیں اور انہی کی رسی بٹ کر چھوٹے چھوٹے کھلونے اور ٹوکریاں وغیرہ بڑے بڑے بنائی تھیں یہ تو سب ہاتھ کے کام ہیں۔ہندوستانی ولایت جا کر ایجنسیاں ہی لیتے ہیں۔اگر ایسے معمولی کام سیکھ آویں تو بڑا نفع ہو جاتا ہے۔

لیس کے بھی بڑے بڑے سکول و کارخانہ ہیں۔جہاں لڑکیاں و عورتیں ہاتھ سے سب لیس کا کام کر رہی ہیں۔ان لیسوں کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔امیر لوگ عجائبات میں ایسی چیز خرید لیتے ہیں۔ایک امریکن جو ہمارے ساتھ کارخانہ دیکھ رہا تھا۔اس نے کہا waste of energy یعنی یہ لوگ اپنی طاقتوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ایک کام جو مشین ایک دن میں تیار کر سکتی ہے۔اتنا یہ سال بھر میں نہیں کر سکتے۔مگر باوجود اس کے جو جاتا ہے کچھ خرید تا ہے۔اور نہیں تو رومال ہی خرید لاتا ہے۔یہ لوگ کارخانہ بڑے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

(تصویر بدھ بھگوان)

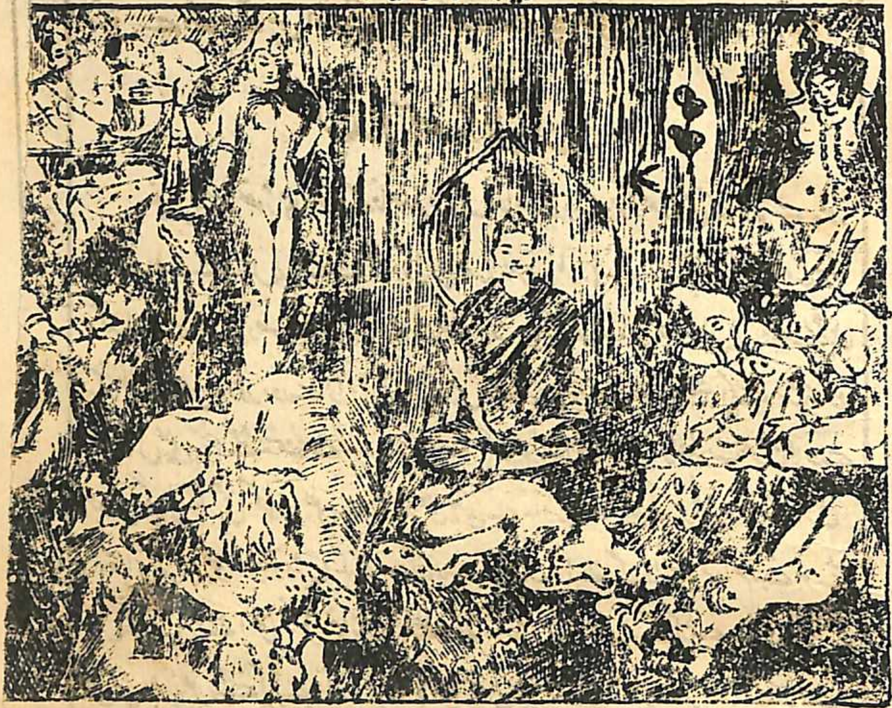

تصویر خوشی صفحہ ۴۱

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

شوق سے دکھلاتے ہیں اور پیچھے بکری کے واسطے اپنے سٹور میں لے جاتے ہیں۔

لیڈو سمندری غسل

ونیس سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر ایک مقام لیڈو ہے جو کہ سمندری کنارہ ہے۔ اور کنارہ ایسا ہے جہاں ریت ہے۔ اور پاس سمندر لہریں مار رہا ہے۔ یورپ میں ایسے سمندر کے کنارے جہاں دھوپ اکثر رہتی ہو اور ریت وہاں بہت ہو بہت تھوڑے ہیں جہاں جہاں ہیں وہ سمندری غسل کے انتظام بنے ہیں۔ دور دور سے لوگ وہاں آ کر رہتے ہیں۔ لیڈو ایسے ہی مقامات میں سے ایک ہے۔ ایک سٹیم بوٹ پر ہو ہو کر وہاں بھی پہنچ گئے۔ سمندر کے کنارے کنارے ایک چھوٹا نہایت صاف خوبصورت صحت گاہ ہے جہاں گھوڑا گاڑی وکٹوریا بھی ہے۔ ٹریم بھی چلتی ہے۔ اور بڑے بڑے ہوٹل اور رسٹارنٹ (روشر انتی گرہ) بھی موجود ہیں۔ کنارے کنارے دور تک نہانے کے واسطے مقام بنے ہوئے ہیں۔ ایک بڑے اعلیٰ غسل خانہ میں چلے گئے۔ ٹکٹ لیکر نہانے کے کپڑے لئے ایک کوٹھڑی مل گئی اس میں اپنے کپڑے اتار کر ایک جانگیا پہن لیا اور تولیا اوپر لے کر سمندر کے کنارے چلے گئے۔ سینکڑوں مرد و عورت وہاں نہا رہے تھے۔ ورزش کرتے تھے۔ اور کوئی ریت میں لیٹے تھے۔ کوئی دھوپ سینکتے تھے۔ تمام سمندری کناروں کو یورپ نے اسی طرح استعمال کیا ہے کوئی جگہ مل جاوے۔ اس کو ٹھیک استعمال کرنا ان کو آتا ہے۔ خوشی منانے کا ڈھنگ انہی کو معلوم ہے۔

تہذیب کا عجیب نظارہ

مرد و عورت اکثر اکٹھے نہاتے ہیں۔ ہندوستان میں مجھے ڈرایا گیا تھا۔ کہ کسی جگہ وہاں لیڈیوں کے سامنے ننگے پاؤں نہیں پھرنا ہے۔ یہ نہیں کرنا وہ نہیں کرنا ہے۔ اب تو ان لیڈیوں کے ساتھ ایک لنگوٹ باندھے نہا رہا تھا۔ اور یہ تہذیب کے خلاف نہ تھا۔ جو لیڈیاں کبھی پاؤں کو ننگا نہیں کرتیں۔ ان کے پاؤں نہیں بلکہ کل کی کل ٹانگیں نہانے کی پوشاک میں ننگی ہوتی ہیں۔ کوئی سیدھی کوئی الٹی تیر رہی تھیں۔ کوئی ریت پر لیٹی تھیں کوئی مردوں کے ساتھ ہنسی خوشی میں مشغول تھیں۔ تب معلوم ہوا کہ تہذیب مقام مقام پر بدل جاتی ہے۔ نہانے کے وقت یہی تہذیب ہے۔ کہ جتنے زیادہ تم ننگے ہو سکو ہو جاؤ۔ اور پھر مرد اور عورتوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ انتظام کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی ڈرائنگ روم

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ہیں جو مرد و عورت ننگے پاؤں ہرگز نہیں بیٹھ سکتے۔ وہ سب کسی غسل گاہ پر جا کر معمولی سی پوشاکیں پہن کر اکٹھے نہا سکتے ہیں۔ تب وہ خلاف تہذیب مطلب نہیں ہوتا ہے۔ آگے جا کر اس سے بھی بڑھی ہوئی تہذیب دیکھی۔ یہ خط میں پیرس سے لکھ رہا ہوں۔ وہاں دریائے سین کے اوپر ایک غسل خانہ میں ایسے ہی اشنان کر چکا ہوں۔ مگر ایک دن ایک حمام میں جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ وہاں تہذیب بہت بڑھ گئی۔ یہ صرف مردوں کے واسطے تھا جو الف ننگے نہا رہے تھے۔ میں نے ایک پرنا سا لپیٹ لیا۔ مگر مجھے مالش کرنے والا بار بار اسکو اتارنا چاہتا تھا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

میں نے اشارے سے اس کو کہا۔ کہ ہم یہ نہیں اتارتے۔ مگر میرے سامنے باقی تو ننگ دھڑنگ پھر رہے تھے جو باہر جا کر پاؤں پر جراب نہ پہنے ہونے سے ہم کو وحشی کہیں گے۔ وہ اس وقت ستر ڈھانپنا بھی ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ حمام کے بعد ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگانے

کے واسطے ایک حوض تھا۔ اسمیں تو لنگوٹ باندھ کر نہانا تھا ہی منع۔ میں نے ٹھنڈے فوارے میں نہا لیا۔ کیونکہ حوض میں تیرنے کے واسطے مجھے بھی الف ننگا ہونا چاہیئے تھا۔ سب غسل خانوں میں نہانے کا یہی قاعدہ ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سمندری یا دریائی غسل خانوں میں نہانے کی پوشاک کا کچھ اندازہ تصویر سے ہو گا۔ جو کہ صفحہ ۴۵ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر مرد ایسی کُرتی پہنتے ہیں۔ کوئی صرف ایک جانگھیا رکھتے ہیں۔ یورپ میں ایسے سینکڑوں مقامات ہیں۔ جہاں خوشیاں منانے اور صحت حاصل کرنے کے واسطے گرمیوں میں امیر لوگ جاتے ہیں۔

پگڑی کا اچنبہ

اٹلی کا مقام وینس جہاں جہاز آکر دیسی مسافروں کو سال میں کئی بار اُتارتے ہیں وہاں بھی میری پگڑی ایک اچنبہ تھی جس کی نظر پڑ گئی وہ مرد ہو یا عورت بچہ یا بوڑھا حیرانی سے دیکھتا۔ کوئی ہنس دیتا کوئی اپنے ساتھی کو جلدی سے دکھاتا۔ ان لوگوں کو یہ پتہ بھی نہ لگتا تھا کہ پگڑی کہاں پہنتے ہیں۔ میرے ساتھی مہاشہ ویوورت جو پڑہ ٹوپی والے تھے وہ حیران شدہ لوگوں کو انڈیا انڈیا کہہ کر کبھی کبھی بتلاتے جاتے تھے۔ کہ ہندوستانی ہیں۔ در اصل ان کے واسطے ایک اچنبہ تھا۔ اور جیسے کوئی بھی اچنبہ چیز دیکھ کر ہر ایک حیرانی سے دیکھتا ہے ایسے ہی یہ دیکھتے تھے ششدر سے معلوم ہوتے تھے۔ وگرنہ ذرا بھی ان سے بات کرو تو ایسی خوش اخلاقی سے بات چیت کرتے کہ طبیعت خوش ہو جاتی۔ کوئی بات کسی سے دریافت کی اور وہ خود انگریزی سمجھتا نہیں تو دوسرے کو بلا لیتا اور ہماری غرض کو پورا کرنے کی کوشش کرتا۔ مجھے جو افسوس تھا تو صرف یہ کہ روزانہ ہندوستانی یہاں اُترتے ہیں۔ پھر کیوں وہ اپنی پوشاک میں نہیں آتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستان میں اب کوئی ہندوستانی پوشاک نہیں رہی ہے۔ انگریزی لباس ہی ہو چلا ہے۔ مگر سر کا لباس تو ابھی تک تقریباً ہر حصہ ملک میں اپنا رہتا ہے کیوں نہ اس کو باہر بھی قایم رکھا جاوے۔ اگر ایسا ہو تو کوئی اچنبہ کیوں رہے۔ پیرس میں جا کر یہ اچنبہ کچھ کم ہوا مجھے بھی دو تین پگڑیوں والے دکھائی دیئے اور لوگ بھی اتنے حیران نہیں ہوتے دکھائی دیئے ہاں میرا چونہ ان کو ضرور حیران کرتا ہو گا۔ فرانس میں اگر سکھ نہ آئے ہوتے تو شاید اس سے بھی زیادہ اچنبہ ہوتا۔ کیونکہ ان کے سوائے کوئی بھی پگڑی کو قائم نہیں رکھتا ہے۔ پیرس پہنچ کر جب ایک پگڑی والا ہمارے ساتھ اور مل گیا تب تو مہاشہ ویوورت جی کو بھی شوق آ گیا۔ اور آپ نے کہا آپ کی طرف ہی سب دیکھتے ہیں۔ میری طرف تو کوئی دیکھتا نہیں۔ مجھے بھی پگڑی دیں اب تو ہم تین پگڑی پہن کر بازاروں میں خوب پھرے۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

میں اپنے بھائیوں کو تبلانا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی پوشاک میں کسی جگہ چلے جاویں ہوٹلوں وغیرہ میں کسی جگہ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ان لوگوں کو تو روپیہ چاہئے وہی قابل عزت ہے جو روپیہ دے سکیں۔ چاہے وہ کیسے لباس میں ہوں۔ ذرا ٹپ اپ کر دیجئے بس پھر آگے پیچھے پھرتے ہیں۔

ٹپ کی حقیقت

سارے یورپ کے واسطے ٹپ سخت بدنامی کا سسٹم ہے۔ مگر نہ جانے اپنی آنکھ کا شہتیر بھی کیوں نظر نہیں آتا ہے۔ وینس میں گھوم رہا تھا۔ ایک انگریز مل گئے جو کہ جہاز کے ساتھی تھے۔ گڈ مارننگ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا۔ وینس کیسا ہے۔ میں نے کہا بڑا خوبصورت ہے۔ ایسی ہی نہریں ہم کو سری نگر کشمیر میں ملتی ہیں۔ اور وہاں کا پانی بھی میٹھا ہے۔ آپ کہنے لگے مگر وہاں تو بخشیش بخشیش کہہ کر لوگ ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا یہاں ٹپ ناک میں دم نہیں کرتی ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ تنگ کرتے ہیں۔ تنگ بیچارے کیا کرتے ہیں۔ غریب منت کرتے ہیں۔ پھر بھی تمہاری مرضی ہے کہ دو یا نہ دو۔ اور یہاں ٹپ (بخشیش) نوکروں کا حق ہو گیا ہے۔ کیا مجال ہے کہ آپ نہ دیویں۔ جہاز میں ۳۰ پونڈ کرایہ دیا اور ۲ پونڈ ٹپ دینی پڑی۔ ہوٹلوں میں کمرے کے صاف کرنے والی نوکرانی آپ کو روٹی کھلانے والے نوکر آتے ہوئے ہوٹل کا دروازہ کھول دینے والے نوکر۔ بوٹ صاف کرنے والا نوکر سب ٹپ کے حقدار ہوتے ہیں۔ لوگ تنگ ہوتے تھے۔ اب ہوٹل والوں نے نیا سسٹم نکالا ہے کہ جتنے کا بل ہو دس فیصدی زائد لگا دیتے ہیں وینس والے تو ۱۲ فیصدی لگاتے ہیں۔ برانڈزی میں ۱۵ فی صدی ٹپ دی ہے۔

۱۰۰ روپیہ کا بل ہے تو ۱۰-۱۲-۱۵ روپیہ تو ضرور دیجئے اور زائد ان سے کام اچھا لینے کے واسطے پہلے اگر کچھ دیا ہے۔ وہ علیحدہ رہا۔ سد سارنٹ میں گئے۔ دو آنے کی ایک لیمونیڈ کی بوتل پی ہے۔ تو ایک آنہ ٹپ کا دے آیئے۔ ریل میں سوار ہیں۔ گارڈ نک ٹپ کے حقدار ہیں۔ ریل میں سونے کے کمرے میں جو نوکر ساتھ رہتا ہے وہ ٹپ کا حقدار ہے۔ کوئی جگہ نہیں جہاں ٹپ نہیں دینی پڑتی۔ موٹر یا گاڑی میں سوار ہوئے جتنا اس کا کرایہ بنا اسکے ساتھ آپکو ٹپ دینی ہی چاہئے۔ پیرس میں تو اور بھی کمال دیکھا۔ تھیٹر میں گئے ٹکٹ بیچنے والی ٹپ مانگتی ہے۔ جگہ پر بٹھلانے والی ٹپ مانگتی ہے۔ جس نے آپکی چھڑی یا چھتری

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

رکھتی ہے۔ اس کو بھی ٹپ دینی ہے۔ کوئی بات پوچھی اس نے بتلائی ہاں اسکو بھی کچھ دیدیجئے۔

ایک صاحب نے بتلایا کہ لنڈن میں ایک بار وہ ہوٹل میں ٹپ دینا بھول گئے ان کے اسباب پر پورٹروں نے ایسا کوئی نشان کر دیا کہ اب جس ہوٹل میں جاتے ہیں جگہ نہیں ملتی۔ پوچھنے پر ایک نے بتلایا بھئی ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اِن نوکروں کی بھی علیحدہ انجمنیں ہیں ہم اگر رکھ لیں تو ہمارے ہی خلاف ریزولیوشن ہونگے۔ دراصل ایک نشان آپ کے اسباب پر ہے۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ جو زبردستی لیا جاوے۔ وہ ٹھیک ہے اور کشمیر میں یا ہندوستان میں۔ اگر کوئی بخشش کے طور پر مانگ لیوے تو اس سے ناک میں دم ہو جاتا ہے۔

ہائے غریب ہندوستانیو! تمہیں مانگنا بھی نہیں آتا۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک مہاراجہ ایک لنڈن کے بڑے ہوٹل میں اُترے ہوئے تھے۔ ان کی ٹپ ۳۰ ہزار روپیہ خرچ ہوئے کیونکہ ان کا لاکھوں کا خرچ تھا۔

اسواسطے ہوٹلوں کے کئی پورٹر بجائے ہوٹل والے سے کچھ پانے کے ان کو اُلٹا کچھ دیتے ہیں۔ ایک آنے کے بجائے دو آنے آپ نے ٹپ دیدی تو تھینکس کی بھرمار ہے ٹوپی اُتار کر سلام ہے۔ مگر آپ نے نہیں دی ایک تھینکس بھی نہیں آیا۔ اور آپ کو ستانے کی کوئی تجویز سوچینگے۔ کہتے تھے۔ اسباب کسٹم والے سارا دیکھتے ہیں۔ مشکل ہوتی ہے ریل کے کنڈکٹر کو کام ٹھیک کرنے کے واسطے ٹپ دی ہوئی تھی۔ ہم کو پتہ بھی نہیں ریل میں کب کسٹم والے آئے اور کیا دیکھ گئے۔ ٹپ دینے والے کے سب کام آسان۔ ہاں بھائی اس کا نام ٹپ۔ اور وہ بخشش مانگتے ہیں۔ اور دس بارہ فی صدی نہیں مانگتے جو تمہارے دل میں آوے دو۔

ہمارے تو اکثر پہاڑی مقامات پر ہی ایسا رواج ہے۔ جہاں اس قدر کم مزدوریاں مقرر کر دی ہوئی ہیں کہ پیٹ بھرنا بھی مشکل ہے۔ وہ دے کر ڈانڈی اٹھوا کر سارا دن گھومے پھرو اور پھر اگر بخشش مانگے تو وہ خراب ہے۔ غریبوں کی ہر ایک چیز ہی خراب ہوتی ہے۔ نہیں میں بھول گیا غریبوں کی نہیں محکوموں کی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ غریب تو ہر جگہ ہی موجود ہیں ٭

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بھیک منگے

وینس میں جب بڑے بازار میں گھوم رہا تھا ایک پولس کے سپاہی نے ایک لڑکے کو پکڑ لیا کہ وہ مانگتا تھا اور چپت لگا کر بھگا دیا مگر جب میں معمولی گلیوں میں گیا تو ہماری کشتی کے ساتھ لڑکے دور تک مانگتے بھاگے آئے ہندوستانی کا دل بھر ہی آیا۔ اور

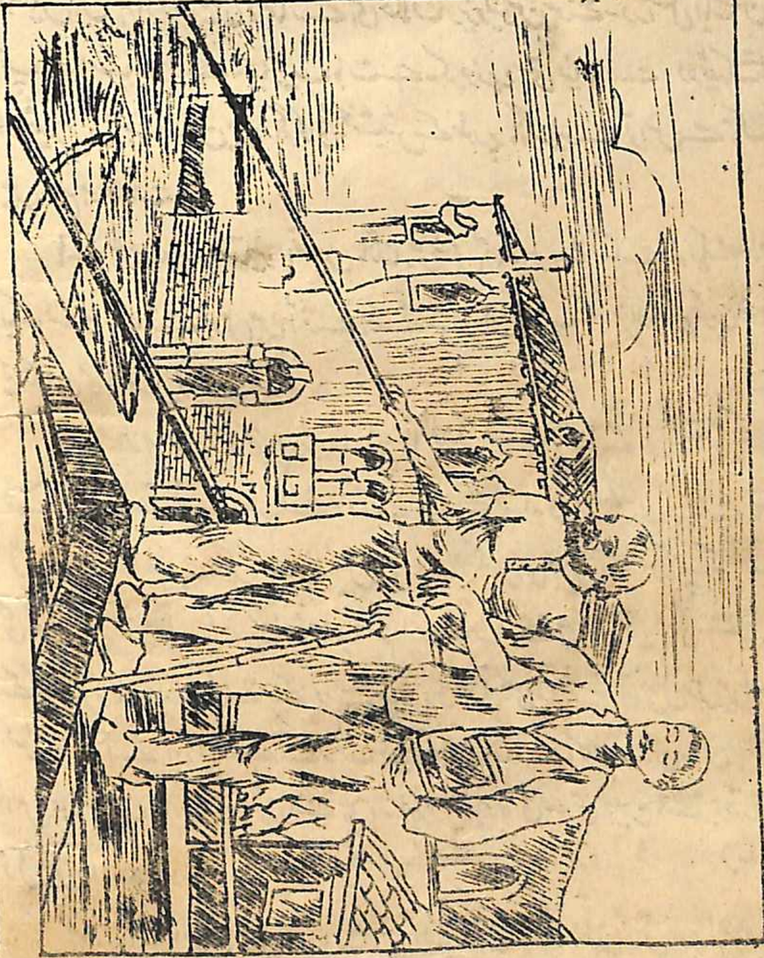

نقدی پھینک ہی دی۔ پھر بورانو موررانو وغیرہ گاؤں میں گئے تو اس سے بھی زیادہ مانگنے والے پائے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھ پسار کر کھڑے ہو گئے۔ ایک بوڑھی مائی ایک درخت کے نیچے ہاتھ پسارے کھڑی تھی میں نے اپنے ہینڈ کیمرے سے تصویر بھی لی تھی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اگر وہ ٹھیک نکلی تو یہاں دے دی جاوے گی ۔ پلیٹ بھیجدوں گا ۔ انگریز لوگ یورپ کے سوائے جب دیگر ملکوں میں پھرتے ہیں ۔ وہاں کے چرواہوں ۔ دھوبیوں ۔ بھردوں کی ہی تصاویر دکھلا کر اس ملک کی بُری حالت دکھاتے ہیں ۔ مگر اپنے ملکوں کی ہمیشہ اچھی تصاویر دکھاتے ہیں ۔ مگر یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ سب جگہ سب قسم کے لوگ موجود ہیں ۔ میں نے پہلی دفعہ ہی ہینڈ کمرہ ساتھ لیا ہے ۔ ٹھیک تصویر لینی نہیں آتی ہے ۔ مگر کچھ ٹھیک نکل آئیں تو چھاپ دی جائیگی ۔ ایک تصویر وینس سے اور لی تھی پچھلے صفحہ میں دی جاتی ہے ۔ غریب طبقہ کی حالت کو یہ صاف ظاہر کرتی ہے ۔ ؎

وینس سے پیرس

اگرچہ پہلے تو یہ خیال تھا کہ اٹلی سوئٹزرلینڈ بلکہ ادھر سے آسٹریا جرمنی بلجیم بھی دیکھتے ہوئے پیچھے لنڈن و پیرس دیکھیں مگر پھر صلاح یہی ہوئی کہ واپسی پر ان کو دیکھا جاوے گا اب پہلے یورپ کے سب سے اوّل شہر پیرس و لنڈن کو دیکھیں ۔ غرضیکہ ۱۹ تاریخ کو صبح کو ۹ بجے ایک گاڑی میں جسمیں صرف فسٹ کلاس گاڑیاں ہوتی ہیں روانہ ہوگئے اور اگلے دن ۹ بجے پیرس پہنچ گئے ۔

اتنے عرصے میں اٹلی سوئٹزرلینڈ اور پھر فرانس تین علاقوں سے گزرنا پڑا ۔ رات کے ۹ بجے تک ۱۲ گھنٹہ راستہ میں شہر گاؤں ۔ پہاڑ ۔ زمین ۔ جھیلیں سب دکھائی دیتی رہیں ۔ سوئٹزرلینڈ کو گذرتے ہوئے کئی ٹنلوں سے گذرنا پڑا ۔ الپس پہاڑ میں قریب دس میل لمبی سرنگ نکل کر ہم اٹلی سے سوئٹزرلینڈ میں داخل ہو گئے کہتے ہیں جب یہ ریل کے واسطے نکالی گئی تو ایک طرف اٹلی کے کاریگر لگے تھے ۔ اور دوسری طرف سوئٹزرلینڈ کے لگے تھے ۔ دونوں نے برابر برابر بنائی صرف ایک انچ کا فرق نکلا تھا

راستہ کی سرسبزی دیکھ کر طبیعت خوش ہوتی تھی ۔ کھیت لہلہاتے تھے ۔ گندم کاٹی گئی تھی ۔ جوار کے کھیت سرسبز تھے ہر قسم کی ترکاریاں نظر آتی تھیں ۔ انگوروں کی بیلیں لکڑیوں پر چڑھائی ہوئی تھیں مکسانوں نے کھیتوں کو بھی بڑا خوبصورت

؎ افسوس کہ مبتدی ہونے سے میری لی ہوئی تصاویر ٹھیک نہیں نکلی ہیں ۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بنایا ہؤا تھا۔ ہر کھیت کو علیحدہ کرنے کے واسطے بیچ بیچ میں درخت لگاتے جاتے ہیں جو بڑے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ درخت اکثر کرکے ایک ہی قسم کے تھے۔ جن کی شاخیں ہر سال کاٹ دیتے ہیں اور نئی نکلتی ہیں۔ اِن کے پتے شہتوت جیسے تھے۔ گاؤں بھی راستہ میں جتنے آئے وہ پختہ بنے ہوئے نظر آئے چھتیں تو سب ڈھلوان ہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ بارش بہت ہوتی ہے۔ مکان کچے بھی نظر آئے۔ مگر کسی مکان پر پھوس کی چھت دکھائی نہیں دی نہ کوئی پھوس کی جھونپڑی دکھائی دی۔ لکڑی کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں ضرور دکھائی دیں۔

کئی خوبصورت دریا اور جھیلیں راستہ میں آئیں۔ کتنی مدت تک ریل ایک دریا کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ کتنی مدت تک ایک بڑی جھیل کے ساتھ چلی۔ جھیلوں کے کناروں کو بھی خوب طرح استعمال کیا ہے۔ کیسے خوبصورت مکان ہوٹل اور رسٹارنٹ بنے ہیں جہاں کوئی سیر کی جگہ ہے۔ وہاں یورپ والوں نے اعلیٰ سے اعلےٰ ہوٹل بنائے ہیں۔ آپ نے سیر کرنے جانا ہے ایک دو سوٹ ساتھ پکڑ لو اور گھر کی طرح ہوٹل میں جا رہو یہاں ہوٹلوں میں کھانا بستر اسب کچھ ملتا ہے۔ آپکے بسترے کی چادریں آپ کے کمرے کے تولئے ہر دن نئے ہونگے۔ روشنی موجود ہے۔ آپ کے ہر کام کرنے کے واسطے نوکر موجود ہیں۔ خرچ تو ہوتا ہے۔ مگر انتظام سب ہوتا ہے۔ ریل میں لمبا سفر کرنا ہے جبیں رات آتی ہے۔ تو کرایہ زائد دے کر آپ سونے والی گاڑی لے لیں اسمیں آپ کے واسطے بستر لگ جاوے گا۔ ہم جس سیٹ پر بیٹھے تھے۔ اس کی الٹ پلٹ کرکے ہم دونو کے واسطے دو بستر سے نوکر نے لگا دئے اور تولئے رکھ دیئے۔ کمبل دے دیئے کمبل کے نیچے و اُوپر سفید چادر ہوتی ہے۔ اس واسطے یہ خوف نہیں کہ دوسرے کا کمبل ہم اُوپر لیں گے۔ صرف ایک چیز میں نے نہیں دیکھی۔ صابن نہیں تھا۔ ہمارے پاس ہمارا اپنا صابن تیل ہے ہی۔

ریل کے سفر کی ہدایات

ولایت میں آنے والے اصحاب کے واسطے ریل کے سفر کے متعلق چند باتوں کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔ ریل کا خرچ اپنے ملک جیسا کم نہیں ہے جیسا کہ

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ہندوستان میں ہے۔ ریل میں اسباب رکھنے کو کوئی جگہ نہیں۔ صرف ہینڈ بیگ یا سوٹ کیس ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ میرا فسٹ کلاس کا ٹکٹ ہونے سے میں چار چیزیں لے گیا۔ مگر تھرڈ و سیکنڈ کے واسطے تکلیف ہے۔ اور انگلینڈ میں صرف تھرڈ و فسٹ ہے اور انٹر ہے ہی نہیں۔

کئی ممالک میں سونے کا انتظام فسٹ کلاس والوں کے واسطے ہی ہوتا ہے۔ کئی میں سیکنڈ کے واسطے بھی اسباب کو بک (جس کو وہ رجسٹر کرانا کہتے ہیں) کرانا ہوتا ہے۔ جس کے واسطے تکلیف ہوتی ہے۔ بعض ملک تو چند گھنٹوں کے بعد ریل ختم کر لیتی ہے اور نئے ملک میں داخل ہوتے ہوئے پاسپورٹ دکھلانا چاہئیے۔ اور اسباب کیواسطے محصول کھلانا چاہئیے۔ ہر ایک میں جاکر رجسٹر مال بھی کھول کر بتلانا ہوگا۔ فسٹ سیکنڈ کا بہت سختی سے نہیں دیکھتے۔ رٹپ تو بعض اوقات اکیلی ہی بغیرا کام دیتی ہے۔ مگر قاعدہ یہ ہے۔ کہ سوائے شخصی ضرورت کے کپڑوں وغیرہ کے باقی اشیاء پر محصول دینا ہوگا۔ اور تمباکو کو بہت زور سے پوچھتے ہیں اس کو بہت ہی زیادہ کسٹم ہے۔ ایک ہمارے ساتھی کے پاس ایک بند ڈبہ تھا اس سے قیمت سے زائد کسٹم مانگا گیا اس نے ڈبہ ہی ان کو دیدیا ان سب باتوں کا خیال رکھ کر اسباب لینا چاہئیے۔ ولایت میں آنے کے واسطے اسباب باندھنے کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ ہر چیز کو سامنے رکھ کر سوال کرو کہ اس کے بغیر میرا گذارہ ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکے تو نہ لاؤ۔ کپڑے بھی بہت ضروری نہیں۔ ہر ہوٹل میں دھلائے جا سکتے ہیں۔ میں نے اپنا تمام زائد اسباب پورٹ سعید سے سیدھا لنڈن کو بھیج دیا تھا اور ریل سے سب گزرنے والے ایسا ہی کرتے ہیں۔ اسباب کی دقت کو چھوڑ کر باقی یہاں ریلیں آرام دہ ہیں۔ ایک ایک کے بیٹھنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ جگہ ہے جتنی جگہ ہے اس سے زائد آدمی بیٹھتے نہیں ہیں۔ اور ہر ایک کمپنی اپنی خوبیاں دکھاتی ہے۔ اشتہار نکلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان میں بھی جی آئی پی اور بی بی سی آئی ریلوے کے اشتہار نکلتے رہتے ہیں کہ ہمارے میں یہ خوبی ہے۔ مگر اب تمام ریلیں ہندوستان میں گورنمنٹ کے ماتحت ہونے والی ہیں۔ ہمارا تو خیال ہے کہ اس سے اور بھی زیادہ تکلیف بڑھ جائیگی۔ یہاں کئی کمپنیوں کی ریلیں ہیں۔ پیرس پہنچنے کے واسطے میں تین راستوں سے جا سکتا تھا۔ ہماری کونسلوں کے ممبر اس پر پھر غور کریں تو بہتر ہے۔ ایک چیز کے اگر

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

زیادہ بیچنے والے ہوں تو ہر ایک اس کو عمدہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ گورنمنٹ بیشک پبلک کے آرام کو ڈھونڈتی ہے۔ مگر وہ حاکم بھی ہوتی ہے اسواسطے اس سے سختی بھی ممکن ہے۔ کمپنی کی صورت میں سواریاں مالک ہیں اور کمپنی نوکر ہے۔ ہر طرح کا آرام اِن کو دینا چاہیئے۔ ہندوستانی بھائی۔ غور کریں۔

ڈاک کا دن ہونے سے صبح بیٹھا۔ بغیر کھانا کھائے ۱۲ بج گئے ہیں۔ اس واسطے اب اگلے حال اب پانچویں خط میں لکھے جاوینگے۔

خط نمبر ۵

جس وقت میں یہ خط لکھ رہا ہوں میں لنڈن میں پہنچ چکا ہوں۔ اٹلی سے لنڈن تک پہنچ گیا۔ مگر مجھے کوئی خاص فرق ان ممالک میں سوائے زبان کے نظر نہیں آیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھانے پینے پہننے وغیرہ میں سارا یورپ تقریباً ایک ہی ہے۔ ان کے رہنے کے طریقے ان کے ہوٹل ان کے مکان۔ ان کے کھانے کے طریقے ان کے مردوں وعورتوں کی پوشاکیں سب یکساں ہیں۔ کہتے ہیں سپین میں کچھ فرق ہے مگر وہ ابھی دیکھا نہیں ہے۔ زبان کا فرق تو بہت ہی ہے۔ انگلینڈ و فرانس کے درمیان ایک گھنٹہ کا سمندری راستہ ہی تو ہے۔ مگر زبان کا زمین آسمان کا فرق ہے۔ بڑی دوکانوں والے ہوٹلوں والے تو اپنے نفع کے واسطے انگریزی جاننے والے رکھتے ہیں مگر باقی آپ کسی جگہ چلے جاویں۔ انگریزی کا کوئی ایک لفظ بھی نہیں سمجھتا ہے۔ اور نہ ہم ان کا ایک لفظ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ بہت سے الفاظ انگریزی سے ملتے جلتے ہیں۔ اگر لکھے ہوئے ہوں تو سمجھے جاتے ہیں۔ کہ ان کا یہ مطلب ہے۔ مگر جب کوئی فرانسیسی بولے تو بالکل سمجھ میں آتا نہیں ہے۔ انگریزی میں بھی کئی حروف الفاظ میں بولے نہیں جایا کرتے ہیں۔ مگر یہاں تو بعض اوقات ایک ایک لفظ میں آدھے حروف گم ہو جاتے ہیں۔ لفظ پیچھے آنے والے R - S - Z اور T وغیرہ بولے ہی نہیں جاتے۔

Mentone Garden اس نام سے ایک مشہور باغ ہے۔ دکھانے والا چھوکری

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گارڈن مجھے دکھا کر چلتا گیا۔ میں نے اس سے پھر پوچھا کہ ٹولریز گارڈن کہاں ہے تب پتہ لگا کہ اس کا تلفظ ٹیولری کا ہے۔

جہاں جانا ہو۔ اس کا نام موٹر والے کو لکھ کر دینا چاہئے۔ ورنہ ہم بولتے جاویں وہ سمجھتے ہی نہیں۔ میں ایک جگہ نیوائی جانے کو کہتا رہا۔ لکھ کر دیا تو نیوائی بل گیا بولنے میں "ل" کہیں چلا گیا۔ Tailleur لکھا ہوا ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ٹیلر کا مطلب ہے۔ درزی یہاں ہے۔ مگر جب وہ بولیں تو اس کا تلفظ ہے (تاہ ئد) اب کون سمجھیگا ایسے Journal لکھا ہوا تو فوراً ہم فوراً سمجھ سکتے ہیں مگر وہ بولیں گے تو اس کو شرنل کہیں گے۔

فرانس میں جو ایک آدمی میں نے نوکر رکھا تھا۔ اس کی عورت رُوسن تھی خود وہ ڈنمارک کا تھا۔ دونوں جرمن بھی جانتے تھے۔ فرانسیسی و انگریزی میں بھی گفتگو کرتے تھے ایسے کئی زبانیں یورپ کی جاننے والے مل جاتے ہیں ایک زبان انہوں نے اور بھی نکالی ہے۔ وہ زبان جان لینے سے یورپ کے ہر ایک ملک میں کام چلا سکتا ہے۔ ہاں اس جوڑے سے دوسری زبانوں کی واقفیت لی تو پتہ لگا کہ ہر ملک میں جا کر اسی رومن لیپی سے لکھے جانے والے الفاظ کے تلفظ میں کتنا فرق ہوتا جاتا ہے۔ ہاں حروف وہی ہیں۔ جرمنی میں تین حروف کی کچھ شکل بدلی ہے روس میں کچھ زیادہ تبدیلی ہے۔ اور سویڈن وغیرہ کی طرف انہوں نے کچھ حروف نقطے وغیرہ دے کر بڑھائے ہیں۔ مثلاً O کے اوپر دو نقطے دیں تو وہ اُو ہو جاتا ہے۔ تلفظ بھی سنسکرت کے ओ کی طرح ہی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں زبانوں کے فرق کے ساتھ حروف کا بہت فرق ہو گیا ہے ہندی مرہٹی تو ایک ہیں گجراتی کچھ ملتی ہے۔ بنگالی تھوڑی سی ملتی ہے۔ مگر کناری تیلیگو۔ تامل مالایا۔ اوڑیہ کا تو ایک حروف بھی پتہ نہیں لگتا ہے۔

مگر یورپ میں زبانیں اس قدر سخت مختلف ہونے کے باوجود حروف بھی تقریباً وہی ہیں۔

اپنی اپنی زبان کا ان لوگوں کو کس قدر خیال ہے یہ جان کر مجھے حیرانی ہوئی۔ یورپ میں صبح سے شام تک ریل میں چڑھنے سے بعض اوقات آپ تین ملک گذر جاتے ہیں۔ مگر اتنے تھوڑے حصے میں بھی ہر ایک اپنی اپنی زبان ہی بولتا ہے اور اس کا پاس

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کرتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ہر ایک کی اپنی زبان ہے۔ ہندوستان کی کوئی زبان ہے۔ ہندوستان میں حروف تو ایک ہوتے نظر آتے نہیں۔ کیونکہ اور سب تو چاہے ایک کر لیں۔ مگر اردو و سنسکرت کے حروف میں تو دائیں بائیں کا فرق ہے۔ اس واسطے اگر پہلے زبان ایک "ہندوستانی" بنانے کی سب مل کر کوشش کریں تو مشکل نہیں ہے۔ جن کی زبان ایک نہیں۔ ان کا ایک ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہندی اردو زبان میں بہت فرق نہیں ہے۔ ہندی میں سنسکرت الفاظ کم استعمال ہوں اور اردو میں فارسی، عربی الفاظ کم ہوں تو پھر دونوں کو دونوں سمجھ لیتے ہیں۔

ان لوگوں کے لباس و کھانے پینے کے آداب، ناچ، رنگ کھیل کود کے طریقے سب یکساں نظر آتے ہیں۔ امریکہ والے جتنے یہاں ملتے ہیں سب یہی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ دراصل امریکہ کے لوگ یورپ سے ہی گئے ہیں۔ اس واسطے ان کا طریقہ وہی رہا ہے۔ یورپ و امریکہ کے لوگ ہی دور دور حکومت کر رہے ہیں۔ اور محکوم قومیں اپنے عمدہ لباس کو بھی چھوڑ کر ان کے پیچھے جانا چاہتی ہیں۔

مشرقی باتیں فیشن ہیں

یہ لوگ فیشن کے غلام ہیں۔ جب تک ایک بات فیشن نہیں ہو جاتی ہے۔ تب تک وہ بُرا ہے۔ جب وہ فیشن چل جاتا ہے۔ تب اچھا ہو جاتا ہے۔ انگریز لوگ ہندوستانی عورتوں کے لب سرخ کرنے پر مخول کیا کرتے تھے۔ اب فرانس میں تو عام اور انگلستان میں بھی عورتیں لال رنگ سے اپنے لبوں کو خوب رنگتی ہیں۔ رنگ بھی کچا جو کسی کام کا نہیں۔ کہاں وہ دنداسہ کا رنگ جو کہ دانتوں کو مضبوط کرے اور لب سرخ کرے۔ اور پھر پکا۔

ہندوستانی عورتوں نے میموں کی دیکھا دیکھی کانوں میں بہت ہی چھوٹے کانٹے پہننے شروع کر دیئے۔ مگر اب یہاں میں نے دیکھا ہے۔ عورتیں بڑے بڑے لمبے اور پھیلاؤدار کانٹے پہنتی ہیں۔ ہندوستانی طرز کے گول جھمکے بھی پہن رہی ہیں۔ کانچ کی گول چوڑیاں ایک ایک دو دو نہیں دس دس تک عورتوں کے ہاتھوں دیکھی ہیں۔

مردوں کے لباس میں فرق نہیں آتا۔ مگر عورتوں کا لباس اور زیور دن دہاڑے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بدلتا رہتا ہے۔ عورت کو وہ چیز چاہئیے جس سے وہ زیادہ دلکش معلوم ہو سکے کوئی بھی بات بڑی عورت شروع کر دے وہ جاری ہو جاتی ہے۔ ننگے پاؤں و پنڈلیاں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ ابھی ننگے رکھنا تو تہذیب کے خلاف ہے۔ مگر اب جرابیں ایسی نکلی ہیں جو بالکل ان کے چمڑے کے رنگ کی ہیں۔ نیا آدمی تو یہی سمجھتا ہے کہ جراب پہنی ہی نہیں ہیں۔ ننگے ہی پاؤں ہیں نہ جانے ان شہروں کے اندر ایک ایک شہر میں کتنے من پوڈر روزانہ خرچ ہوتا ہوگا۔ جسم کے کتنے حصے ننگے رکھتی ہیں اور سب پر پوڈر تھوپتی ہیں۔ بازار میں چلتے چلتے خیال آیا کہ مُنہ پر پوڈر کم ہو گیا ہے وہیں کسی شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر پوڈر لگانے لگ جانا۔ یا کسی دکان کے شیشے کے سامنے اپنے آپ کو سنوارنے لگ جانا کوئی بُری بات نہیں ہے۔

اِن حالات میں عورتوں کا لباس و زیور یورپ میں کسی دن کو کیا ہو جاویگا۔ اس کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ ساڑھی کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ نقص صرف یہ ہے۔ کہ دوڑ دھوپ کھیل وغیرہ میں کچھ رکاوٹ ہے شاید کچھ تبدیلی کے ساتھ کوئی نئی پوشاک کبھی نکل آوے۔ میں کدھر کا کدھر چلا گیا میں لکھنے یہ لگا تھا۔ کہ شروع سے آخیر تک تقریباً ایک ہی پوشاک دکھائی دی ہے۔ اور وہ وہ ہے جس کے ہم اچھی طرح سے عادی ہو چکے ہیں۔ بمبئی میں کئی مقاموں پر صرف انگریز ہی انگریز نظر آیا کرتے ہیں۔ عمارتیں بھی بمبئی کی ولایت سے پورا پورا مقابلہ کرتی ہیں۔ اسواسطے مجھے یہ خیال بہت کم آتا ہے کہ میں کہیں بڑی دور جگہ پر ودیس میں بیٹھا ہوں بعض اوقات تو میں بھول ہی جاتا ہوں کہ میں ولایت میں ہوں۔

ایک دن پیرس میں موٹر پر جا رہا تھا۔ پاس ہی ایک ہندوستانی بھائی جا رہا تھا اس نے مجھ سے کہا صاحب جی بمبئی میں صاحب جی ایسے ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہم پنجاب میں کہتے ہیں مہاراج یہی لفظ انکی نمستے یا سلام ہے میں نے اسطرف خیال کیا کو ہی نہ اس نے پھر ہنس کر کہا صاحب جی۔ مجھے خیال ہی نہ آیا کہ میں فرانس میں ہوں اور ایک ہندوستانی شوق سے بلا رہا ہے۔ میں نے معمولی طور پر جواب دیا مگر جھٹ ہی خیال آیا او ہو میں تو فرانس میں ہوں موٹر تو بہت آگے نکل چکی تھی۔ موٹر کو ٹھیرایا اور اس بھائی کو ڈھونڈنا چاہا۔ مگر افسوس وہ کہیں جا چکا تھا کئی دنوں تک مجھے اس بات کا افسوس رہا کہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

میں نے اس سے بات چیت کیوں نہ کی اس کے بعد میں ہوشیار رہا اور اپنے بھائیوں کو بڑے تپاک سے ملتا رہا۔ ہندوستانی ہیں بہت مگر پہچاننا مشکل ہوتا ہے میرے لئے تو رنگ ہی پہچان ہے۔ جس کا رنگ گورا ہو وہ تو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ پوشاک ایک ہے۔ مگر میں تو سب کے واسطے کھلی کتاب ہوں میری پگڑی بند گلے کا کوٹ اور اکثر چوغہ کبھی اُتار دیتا ہوں، ہزاروں میں پہچاننے کے واسطے کافی ہیں۔

پیرس کے حالات

پیرس میں دس دن رہا اس کے بعد ۲ جولائی کو لنڈن پہنچ گیا۔ آج ۱۰ جولائی کو یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ اس واسطے پیرس کی باتوں کے ساتھ کہیں مقابلتاً یا کسی سلسلہ میں لنڈن کا بھی کوئی ذکر ہو جاتا ہے۔ اور بہتر یہی ہے کہ ہوتا ہی جاوے

لنڈن سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی قریب ۸۰ لاکھ نفوس کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں پیرس اس سے آدھا ہے۔ وہاں کی آبادی قریب ۳۷ لاکھ ہے مگر جو خوبصورتی پیرس میں نظر آئی۔ وہ یہاں نظر نہیں آتی ہے۔

پیرس کے ایک ایک باغ ایک ایک محل ایک ایک پرانی عمارت سے خوبصورتی اور آرٹ کی خوبی دمکتی ہے۔ لنڈن کے عین درمیان ہائیڈ پارک تین میل سے زیادہ لمبا باغ ہے۔ اور اس نے لنڈن کی خوبصورتی اور صحت کو بہت ہی بڑھایا ہے۔ مگر وہ پیرس کے چھوٹے باغ کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔ اس باغ کی صفائی اس کی خوبصورتی اس کے بڑے بڑے کاریگروں کے بنائے ہوئے سینکڑوں بُت ایسے ہیں کہ لوگ مدتوں دیکھتے ہوئے بھی پھر پھر دیکھتے رہتے ہیں۔ یہاں سے ایک سیدھی سڑک دور تک چلی گئی ہے۔ جہاں بلا مبالغہ ہزاروں موٹریں چلتی نظر آتی ہیں۔ اور شام کے وقت تو قطاریں بندھ جاتی ہیں اس سڑک کا نام رو وڈی رائیوولی ہے۔

یہ سڑک سیدھی آرک ڈی ٹرائمف (محراب فتح) جو فتح کی یادگار میں بنائی گئی ہے جہاں ایک نامعلوم شخص کی جو کہ لڑائی میں بہادری سے مارا گیا قبر ہے۔ اس پر دن رات برابر آگ جلتی رہتی ہے۔ لوگ ہمیشہ آکر ٹوپی اُتار کر سلام کرتے ہیں۔ پھول ہمیشہ چڑھتے رہتے ہیں۔ دراصل بہادروں کی یادگار کا ایک ڈھنگ نکالا ہے ہر ایک ہی سمجھے کہ یہ میرا

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ہی رشتہ دار اس میں شاید ہو - ہر ایک کو اس سے محبت ہوتی ہے - وہ قوم کا بہادر سمجھا جاتا ہے ایسی یادگار کے واسطے یونہی کسی بہادر کی لاش لا کر دفن کی جاتی ہے - لنڈن میں بھی ایسی یادگار موجود ہے - دیکھو اور ممالک میں بھی دیکھیں

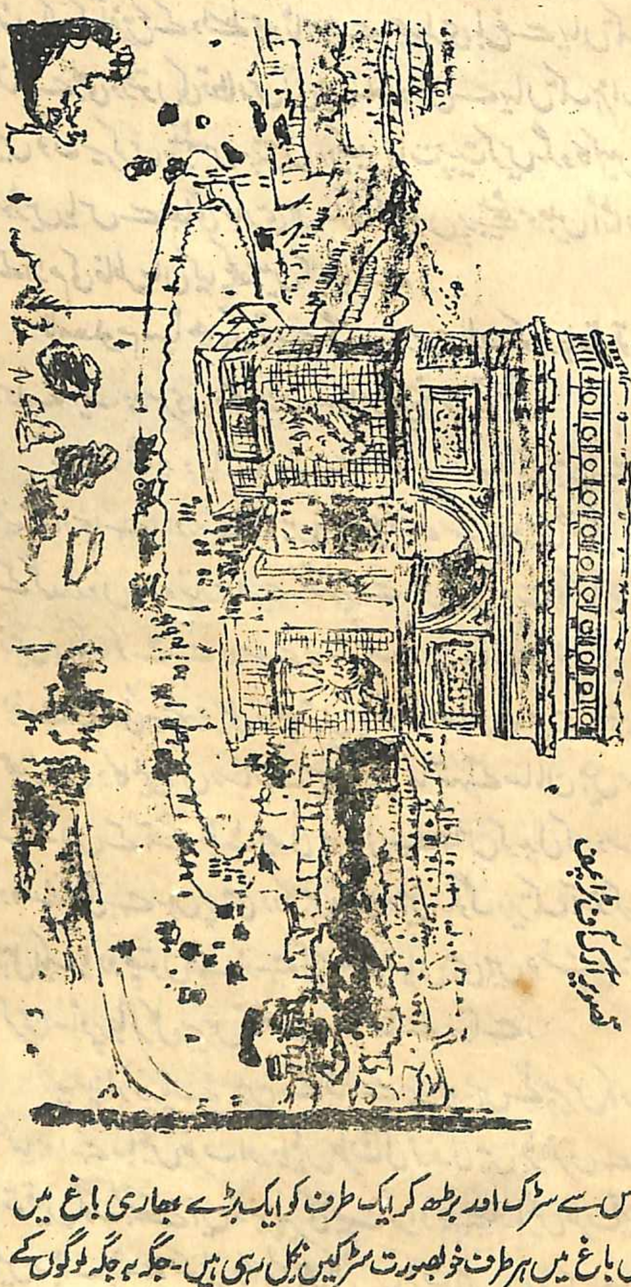

تصویر آرک ڈی ٹرائمف

اس کے پاس سے سڑک اور بڑھ کر ایک طرف کو ایک بڑے بھاری باغ میں چلی جاتی ہے اس باغ میں ہر طرف خوبصورت سڑکیں نکل رہی ہیں - جگہ بہ جگہ لوگوں کے بیٹھنے کو کرسیاں رکھی ہیں بنچیں پڑی ہیں - کرسی جو لیوے اس کو تھوڑا کرایہ دینا پڑتا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہے۔ باغ کے بیچ میں رسٹارنٹ موجود ہیں۔ درمیان میں ایک جھیل ہے۔ جس کے اندر کشتیاں چلتی ہیں۔ تھوڑا سا کرایہ دیکر کشتی لے لو۔ جب تک موج آوے چلاؤ پھر وہیں رکھ جاؤ۔ باغ کیا ہے ایک بڑا بھاری میلوں لمبا جنگل ہرے بھرے درختوں سے بھرا ہوا پبلک کی تفریح کے واسطے چھوڑا ہوا ہے۔ چھولری باغ سے یہاں تک سڑک کے کنارے کنارے بھی درختوں کی قطاریں آتی ہیں سا وہاں سے یہاں تک ہزار ہا کرسیاں پڑی ہیں لوگ سیر کریں بیٹھیں۔ پڑھیں۔ دیکھیں بات چیت کریں مگر وہ کا کہیں نام و نشان نہیں موٹریں پاس سے بھاگی جا رہی ہیں۔ لوگ کرسیوں پر بیٹھے موجیں اُڑا رہے ہیں۔ پبلک کے آرام کی خاطر یہاں کیا کچھ نہیں کیا جاتا ہے۔

نامعلوم سپاہی کی قبر سے اگر آپ دوسری طرف کو ہو جاتے تو اس باغ کی بجائے ایک دوسری یادگار ایفل مینار پر پہنچ جاتے ہیں۔

یہ مینار شاید دنیا میں سب سے بلند مینار ہے۔ جو زمین سے قریب ایک ہزار فیٹ اُونچا ہے۔ اور سنہ ۸۷ء میں شروع کر کے سنہ ۸۹ء میں ختم کیا گیا تھا۔ یہ لوہے کے گرڈروں سے تیار ہوا ہے۔ تصویر سے اس کی وسعت کا کیا پتہ لگ سکتا ہے زمین پر ایک کونے سے دوسرے کونے تک ۲۵ فیٹ سے کم نہ ہوگا۔ اوپر جانے کیواسطے لفٹ لگی ہوئی ہے۔ جو پہلی دو چھتوں پر سو سو انسان یکدم لیجا سکتی ہے۔ دونوں چھتوں پر دکانیں ہیں رسٹارنٹ ہیں کھیل تماشہ کے سامان ہیں میلہ سا لگا رہتا ہے۔ اس کے آگے لفٹ چھوٹی ہو جاتی ہے۔ اس کو بدل کر دوسری دو چھتوں تک وہ لے جاتی ہے۔ اِن پر بھی دوکانیں موجود ہیں۔ لوگ دیر تک آنند کرتے رہتے ہیں۔ پہلی ایک یا دو چھتوں تک لوہے کی سیڑھیاں بھی ہیں جو خرچ نہ کریں پیدل موج کریں۔ اُوپر جا کر کل پیرس آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

یہ مینار دریائے سین کے کنارے پر ہے جس نے پیرس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ بائیں طرف اور دائیں طرف کی زندگی میں بڑا فرق ہے۔ دائیں طرف شوقین لوگ بستے ہیں۔ ہر چیز کی قیمت زیادہ ہے۔ بائیں طرف قیمتیں مقابلتاً کم ہیں۔ بڑے بڑے سکول و کالج بھی اکثر اس طرف ہیں۔ دریا کا سب نظارہ دوربین اگر ہاتھ میں ہو تو بخوبی معلوم ہوتا ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ایفل مینار آج کل اب اور مطلب کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس پر گانا وغیرہ ہوتا ہے۔ تب پیرس کے لوگ نہیں نہیں لنڈن اور یورپ کے شہروں

تصویر ایفل مینار

گھروں میں بیٹھے بے تار کے سامان سامنے رکھے اسکو سُنتے ہیں۔

قابلِ دید عمارتوں کا میں کہاں تک ذکر کر سکتا ہوں۔ اس کے واسطے تو کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ میں خطوط میں یہ تفصیلی باتیں لکھ بھی نہیں رہا ہوں۔ اتنا یہاں لکھ دوں شہنشاہ نپولین کی قبر فوجی بیماروں کا ہسپتال۔ گرجا نوٹری ڈیم۔ اور گرجا میڈی لین گرجا سینٹ گردے جسکو جرمن گولا پڑا تھا نپولین کا مینار جسکو وندوم کہتے ہیں اور جو نپولین اول نے لڑائیوں میں جلتی ہوئی توپوں کو ڈھالکر ۱۴۲ فیٹ اُونچا مینار ڈھانپ رکھا ہے میدان کنکا جپس اینیٹری۔ عجائب گھر لوزی۔ چڑیا گھر۔ اوپرا تھیٹر۔ بڑی سیٹری چیمبر ڈی۔ ڈپیٹز۔ بڑا محل چھوٹا محل عجائب گھر۔ لوگز مبر وغیرہ ایسے مقامات ہیں جو پیرس دیکھنے والوں کو چھوڑنے نہیں چاہئیں۔ شہر کی چہل پہل اور آمد رفت کا ذکر ہی کیا ہو سکتا ہے ۳۸ لاکھ انسانوں کی آمد رفت کا انتظام کرنا بھی کتنا مشکل ہے۔ شہر کے اندر بے شمار ٹرام چل رہے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ان کے ساتھ موٹر لبس بھی بلا مبالغہ ہزاروں ہونگے۔ موٹر لبس بھی ٹرام ہی سمجھئے جو ریل پر نہیں چلتی بلکہ ربڑ کے پہیوں سے چلتی ہے۔ موٹر لاری کی قسم سمجھ لیجئے ان کے علاوہ شہر کے نیچے چاروں طرف ہر وقت بجلی سے چلنے والی ریل گاڑیاں چل رہی ہیں زمین

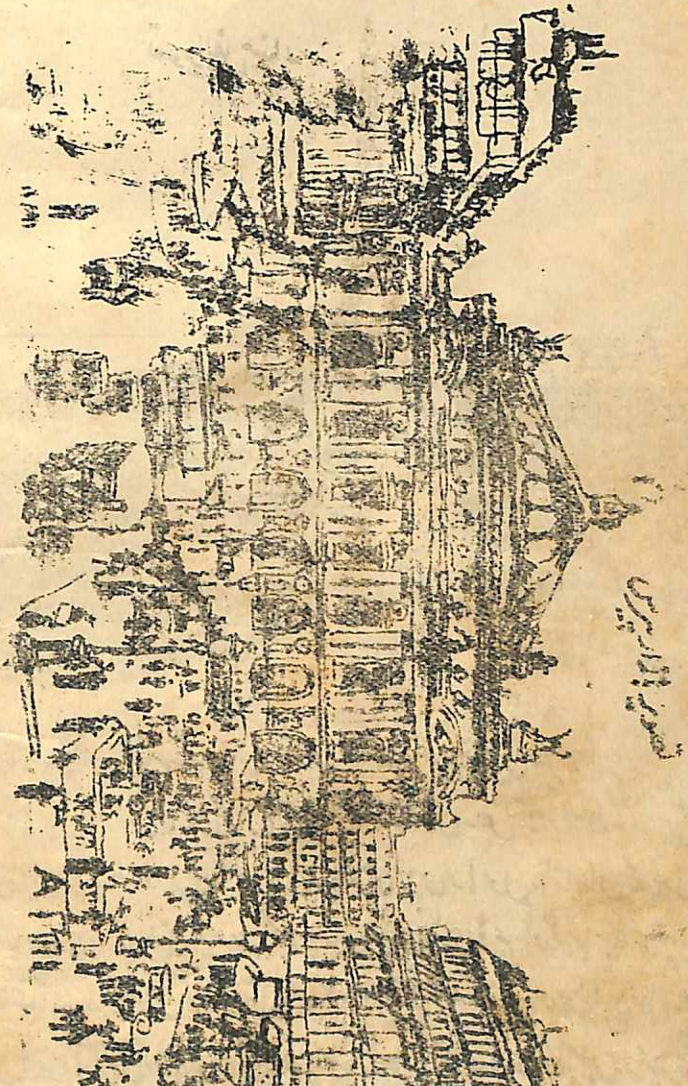

دوز ریلیں چڑھنے کے واسطے نیچے اُترنے کا راستہ ہے ان کے علاوہ ہزارہا گھر ایسے کی موٹریں چل رہی ہیں۔ آپ کبھی بھی بازار میں ہوں آپ نے جب خیال کیا تبھی کرایہ کی موٹر آپ کو مل جاویگی۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اسباب کے واسطے بڑی بڑی اُونچی گاڑیاں ہیں جنہیں گھوڑے جُتے ہوتے ہیں گھوڑے یہاں کے اتنے موٹے اور بلند ہوتے ہیں کہ ہندوستان میں کبھی دکھائی نہیں دیئے یہ سب کچھ ہوتے ہوئے پیدل اتنی دُنیا پھر رہی ہے کہ بازاروں کے پلیٹ فارم ہر وقت بھرے نظر آتے ہیں۔ اوپیرا تھیئٹر کے سامنے کے ایک بازار کی تصویر سے آمد و رفت کا کچھ۔ اندازہ ہو سکتا ہے۔ جہاں نشان A لگا ہے ایک چار دیواری ہی ہے یہ زمین دوز ریل میں اُترنے کے واسطے راستہ ہے۔

زمین دوز ریل

یہ بھی انسانی کاریگری کا ایک کرشمہ ہے قریب دو منزل زمین کے نیچے اُتر کر اسٹیشن پر جاتے ہیں جو بجلی کی روشنی سے جگمگاتا ہے۔ زمین کے نیچے ڈاٹیں لگاتے ہوئے تمام طرف ریل کی سڑکیں چلی گئی ہیں۔ جگہ جگہ پر سٹیشن ہیں۔ جو وہاں کے لوگوں کو یا جو بھی دو ایک ہفتہ نقشہ نہ سمجھ لے سب کو معلوم ہوتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں بازار میں اُتر جاتے ہیں۔ اُوپر سے تازہ ہوا اندر پہنچانے کے واسطے انتظام ہے۔ ذرا بھی پتہ نہیں لگتا ہے۔ کہ آپ کسی بند مقام میں ہیں۔ تازہ ہوا ہر وقت موجود ہے۔ عالیشان مکان اُوپر کھڑے ہیں۔ پھر ساری زمین کو نیچے سے پولا کیا ہوا ہے۔ ٹرام بس گاڑیاں منٹ منٹ پر چل رہی ہیں۔ اور ہر وقت بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ لوگ کروڑوں اور اربوں خرچ کرتے ہیں اور پھر اس سے سینکڑوں گُنا کماتے ہیں۔

پیرس کے ننگے بُت و تصاویر

اٹلی کی طرح یا شاید اس سے بھی زیادہ پیرس کے ہر حصے میں اور مشہور مقام پر بڑے بڑے ننگے بُت اور ننگی آرٹ پکچر ز ملتی ہیں۔ پیرس میں کوئی ایسی مشہور جگہ نہیں جہاں کسی نہ کسی شکل میں ننگے بُت نہ ہوں۔ ٹیولری گارڈن جس کا اُوپر ذکر ہوا اس کے اندر قد آدم نہیں نہیں اس سے بھی بہت بڑے مردوں اور عورتوں کے ننگے بت مختلف پوزیشن مختلف حالات کو ظاہر کرنے والے کھڑے ہیں ان کے بنانے میں ہنرمندوں نے اپنی ساری عقل خرچ کر دی ہوئی ہے۔ خوبصورتی کا اصلی نمونہ بنا کر کھڑا کر دیا ان کا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کام ہے۔ لوڑی کا عجائب گھر مختلف زبانوں کے اکٹھے کئے ہوئے سینکڑوں بتوں سے
بھرا پڑا ہے۔ ہاتھ کی بنی ہوئی تیل کے رنگوں کی بڑے بڑے آرٹسٹوں کی تصویروں کے
کمروں کے کمرے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں بڑے بڑے آرٹسٹ آکر مہینوں خرچ

تصویر وینس ڈی ملو

کرتے ہیں۔ ایک ایک تصویر کی خوبیوں کو جانچتے ہیں۔ اور ان سے سبق حاصل کرتے ہیں
پیرس کے اندر کوئی بڑا مکان ایسا نہیں جس پر کئی ننگی آرٹ کی تصاویر نہ ہوں۔ آپرا
تھیٹر کے ارد گرد چار عمارت ایسے ہی بت موجود ہیں۔ جو عجائب خانہ اور نمائش گاہیں انکو دکھانے کے واسطے کھلی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

رہتی ہیں۔ لوٗری کے عجائب گھر میں وینس ڈی میلو مشہور بُت کے اصلی چار ستون دیکھے
اس تصویر میں کسی اٹلی کے بُت تراش نے زنانہ خوبصورتی اور صحت کی اصلی تصویر کھینچ
کر دی ہے۔ اس بُت کے بازو ٹوٹے ہوئے ملے تھے۔ بہت سے آرٹسٹوں نے
مختلف رائیں دی ہیں۔ کہ وہ کیسے تھے۔ مگر یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ زنانہ خوبصورتی پُروگزم بر کے ایک بُت کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

پُوگزم بر کا بت تصویر

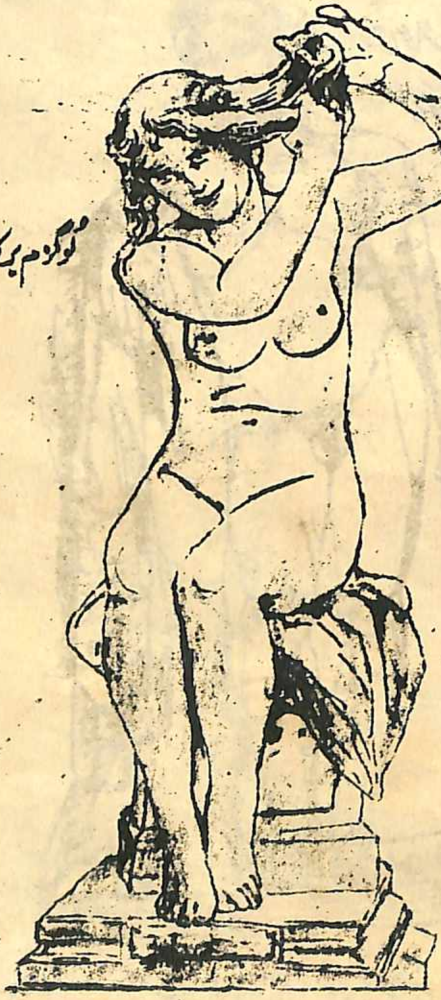

لوگزم بر کا بت جس میں ایک عورت بال کھول رہی ہے۔ بہت ہی اعلیٰ مانا جاتا ہے
لوٗری کا ایک بُت کام ورتی جو کہ نئے زمانہ کا بنا ہے۔ پُرانے آرٹسٹوں سے
کم نہیں ہے۔ لوٗری کے ایک بت میں مردانہ طاقت کا اظہار کیا ہے۔ ایسے ایک نہیں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سینکڑوں بت ہر جگہ آپ کو ملیں گے۔

آرٹسٹوں نے اپنی ساری قابلیت کو رنگی تصاویر بنانے پر خرچ کیا ہے اتنی اتنی بڑی تیل کے رنگوں کی تصاویر عجائب گھروں میں موجود ہیں کہ جن چار کو جوڑنے سے

لوری عجائب گھر کی تصویر
مرد کی طاقت

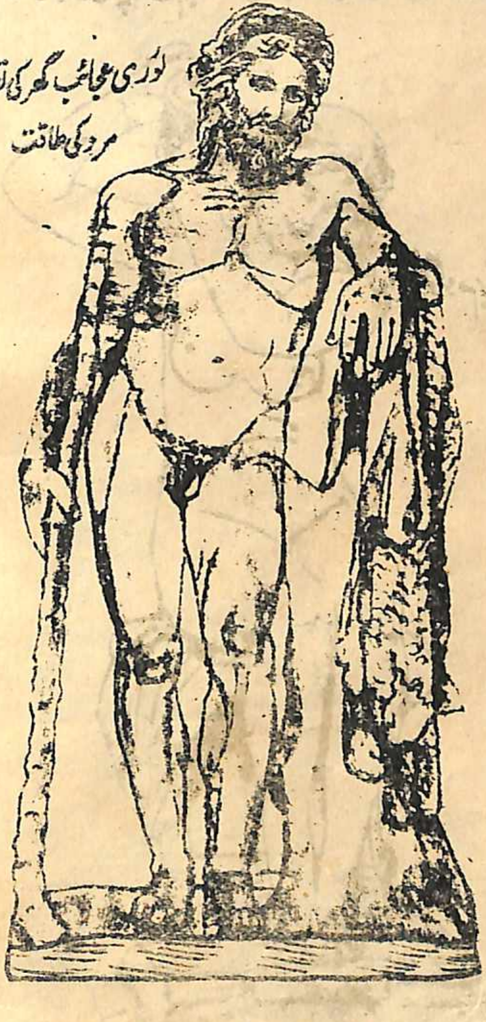

ایک رہنے کا کمرہ بن جاوے مگر ہم کو تو آرٹسٹوں کی خوبی ایک دوسرے مقام پر نظر آئی۔

ایک مقام ہے جہاں کہ پچھلے بڑے جنگ کی تصاویر بنائی ہیں۔ آپ بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور گول دائرے میں تیل کے رنگوں میں ہاتھ سے بنائی تصاویر کو دیکھئے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہیں - جہاں انگلینڈ فرانس اٹلی بلجیم وغیرہ تمام متحدہ طاقتوں کے افسروں کی تصاویر ہیں۔ اور اس لڑائی کا سارا نظارہ دکھایا ہے۔ تصاویر کیا ہیں۔ اصلیت ٹپکتی ہے توپوں ہوائی جہازوں وغیرہ کی سب لڑائی ویسے ہی جنگلوں میں ہوتی نظر آ رہی ہے اس ایک تصویر کی گولائی ۱۲ سو گز سے کم نہ ہوگی اور اونچائی ۲۰ گز کے قریب ہے۔
۲۲ حصوں میں اس ایک تصویر کے فوٹو لے کر بھی چھاپے گئے ہیں۔ اس جگہ کا نام فرانسیسی پانتھیون ڈی لاگی ہے اور انگریزی گرانڈ پانورا ما ہے۔
یہ جنگی نظارہ کئی مصوروں نے ملکر ۴ سال کے اندر تیار کیا تھا۔ اس کے باہر ایک کمرے میں جنگی جہازوں کی علیحدہ علیحدہ تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ہر جگہ ہر مقام ہر باغ کے اندر ننگی تصاویر ہونے کا اثر ان لوگوں پر کیا ہوتا ہے۔ اس کا میں ٹھیک

انداز نہیں کرسکا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ دیکھ کر ویسے ہی جسم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حاملہ عورتیں ان خوبصورتیوں کو جذب کرکے خوبصورت اولاد پیدا کرتی ہیں مگر اسکی سچائی مجھے نظر نہیں آئی۔ کوئی خاص سڈول بدن اور خوبصورتی عوام میں نظر نہیں آتی ہے۔ ہاں بعض عورتیں اپنی شکلوں کو ایسا بناتی ہیں کہ مانو بت

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جا رہا ہے ۔ بتوں کے متعلق مفصل بحث پھر کبھی موقع ہوا کی جاویگی ۔ اور ایک کتاب بھی اس پر لکھی وہی جاویگی جس میں فوٹو کی تصاویر بلاک سسٹم سے ویسی ہی چھاپ دی جاویگی ۔

پیرس میں کئی جگہ ان بتوں اور تصویروں کی نمائشیں کھلتی رہتی ہیں ۔ اور تھوڑے سے ٹکٹ سے زمانہ ماضی و حال کے ہنرمندوں کے ہنر دیکھے جا سکتے ہیں اگلے سال اہنی آرٹ کی تصاویر کے واسطے پیرس میں ایک بڑی بھاری نمائش ہونیوالی ہے ۔ جس کے واسطے ابھی سے مکان بن رہا ہے ۔ اس نمائش میں دنیا کے آرٹسٹوں کی اعلیٰ تصاویر اکٹھی کی جاویں گی ۔

پیرس کا ایک میلہ

جن دنوں ہم پیرس میں تھے ان دنوں وہاں ایک میلہ بھی تھا اس سے بہت کچھ دیکھنے کا موقعہ مل گیا ۔ میلے میں ہر طبقے کے آدمی آتے ہیں ۔ بچے ۔ بوڑھے جوان مرد عورت سب میلے کا حظ اُٹھاتے ۔ میلہ یونہی اعلیٰ الحساب ہی نہیں ہو رہا تھا ۔ اس کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد تھا ۔ میلے میں رونق صرف ہر رات کو ہوا کرتی تھی ادھر تمام تفریح کے کام ہوتے ہی رات کو ہیں ۔ ایک چوڑی سڑک کے دونوں طرف دوکانیں وکھیلیں لگائی گئی تھیں ۔ یہی میلہ کا بازار تھا ۔ یہ میل بھر لمبا بازار رات کو بجلی کی روشنی سے جگمگا اُٹھتا تھا ۔ سڑک کے اوپر جہاں تہاں محراب دار دروازے ہزاروں لیمپوں کی روشنی سے رات کو دن بناتے تھے ۔ شاید ایسے اعلیٰ دروازے لاہور میں پرنس آف ویلز کے گذرنے کے وقت لاہور کی کمیٹی نہ بنا سکی تھی ۔ کھچا کھچ آدمی بھرے ہوئے پر بھی بدنظمی دیکھی نہیں گئی ۔

جُوئے کے سامان

دکانیں اکثر کھانے کی اشیاء کی تھیں ۔ کچھ کھلونوں کی ۔ کچھ گھروں کے معمولی سامان کی ۔ مگر باقی کل میلے میں تفریح کے واسطے کھیلیں اور جُوئے کے سب سامان تھے ۔ فرانس میں مانٹی کارلو ایک شہر ہے جو دنیا میں جُوئے کے واسطے مشہور ہے لاکھوں آدمی ہر سال تمام یورپ و امریکہ سے سیر کرنے آتے ہیں اور مانٹی کارلو جا کر

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ضرور کچھ ہار کر آتے ہیں ہم نے شاید وہ سارے طریقہ اس میلہ میں دیکھ لئے اور کیا معلوم تھا۔ کہ انگلستان میں آکر برٹش ایمپائر نمائش کے اندر بھی وہی باتیں دیکھنی ہیں۔

کبھی کبھی ہندوستان کے شہروں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی تماشہ والے آیا کرتے ہیں جن کو ہمارے لوگ پتے باز کہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ گھڑیاں تمہارے سامنے رکھی ہیں جس پر چھلا ڈال دو۔ وہ چیز تمہاری ہوئی۔ چکر پھرتا ہے جس نمبر پر پھرے وہ چیز تمہاری ہوئی۔ ولایت میں اس قسم کی سینکڑوں چیزیں اختراع ہوئی ہیں۔ اور جیسے لاہور وغیرہ میں چند دن بھی ایسے تماشے ہونے سے شور مچ جایا کرتا ہے۔ کہ جوا ہر روز ہوتا ہے۔ بند کرنا چاہئے ایسا یہاں نہیں ہے یہاں تفریح کی باتیں ہیں۔ اور کسی جگہ انکی بندش نہیں ہے چار آنے کی بات ہوتی ہے چلو دیکھ لو۔ انعام آگیا تو آگیا نہیں تو کیا ہے۔ کئی لوگوں نے تو خود ہی کام کرنے والی مشین بازار میں رکھ چھوڑی ہے ایک آنہ ڈالا گولا نکل آیا۔ ایک ہینڈل دبا دو وہ گولا گھومتا ہے۔ دو سوراخ ہیں۔ ایک میں چلا گیا تو گم دوسرے میں چلا گیا تو تمہارا آنہ واپس آجاویگا سیدھی بات ہے کوئی ہتھکنڈہ نہیں۔ مگر جتنے آنے دن بھر میں ڈالے جاویں۔ ان میں سے بہت تو بلا مبالغہ مشین ہڑپ کر جاتی ہے۔ بیسیوں مشینیں ایسی رکھی جاتی ہیں جنمیں کوئی جوا نہیں مگر تفریحاً لوگ کافی ان پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ کہیں وزن تول لو کہیں اپنے مکے کی طاقت آزما لو۔ کہیں اپنا نام لکھ لو۔ تولنے کی ایک مشین ایسی بھی دیکھی کہ آپ اپنا وزن جو آپ کا اندازہ ہے اس پر مشین کی سوئی کھڑی کر کے ایک آنہ ڈال کر کھڑے ہو جاؤ اگر اتنا ہی ہے تو تمہارا آنہ باہر آجاویگا۔ میں نے تین مشینوں پر تجربہ کیا صرف ایک میں میری رقم واپس آئی۔ کیونکہ یہ مشینیں تھوڑی سخت یا ڈھیلی کر چھوڑتے ہونگے۔ ٹھیک اندازہ ہوتا نہیں رقم ہڑپ ایسی خود بخود کام کرنے والی مشینوں کو

آٹومیٹک مشین

کہتے ہیں۔ ولایت میں اس کثرت سے میں نے دیکھی ہیں کہ سچ مچ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن سب کام یہ مشینیں ہی کرینگی مٹھائی والا اپنی دوکان میں جہاں تہاں مشین رکھ دیتا ہے۔ آپ نے پیسے ڈالے چیز نکال لی سگرٹ کی ڈبی جائیے قیمت

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

نکلتی ہے - اتنی ڈالدو - ڈبی باہر - ریل کا ٹکٹ جتنی قیمت کا چاہیے باہر مشین پر لکھی ہے خود بخود نکال لو جن مکانوں میں ہم رہتے ہیں - وہاں ٹیلیفون پر بات کرنے کی کچھ رقم چاہیئے - بس صاحب اتنے پیسے ڈالیئے تو آپکی ٹیلیفون کام کرے گی - وگرنہ بیٹھے رہیئے اور تو اور ڈاک خانہ بند ہے - ٹکٹوں کی ضرورت ہے مشین باہر رکھی ہے جتنے کے ٹکٹ چاہئیں اتنے پیسے ڈالے جائیے

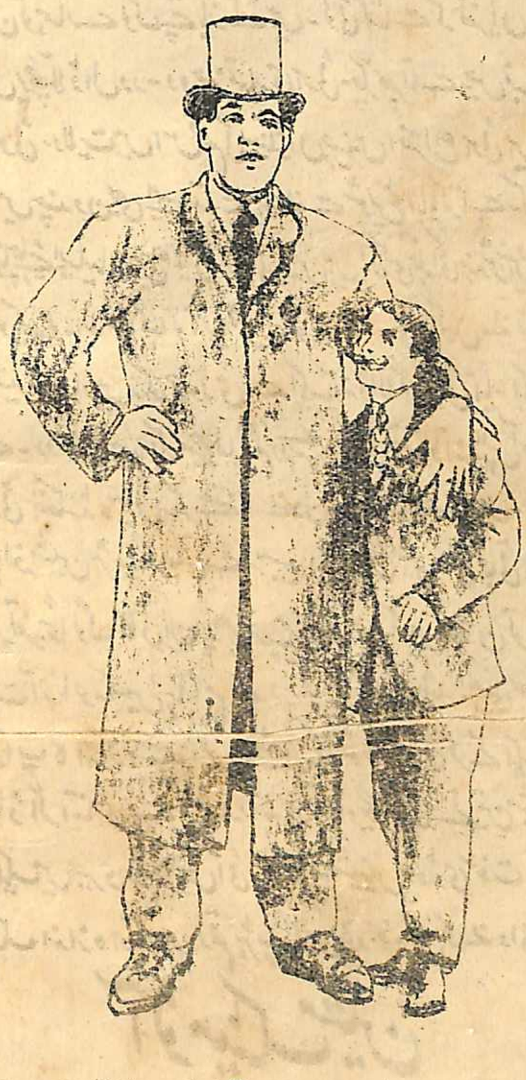

اندر ایک ایک ٹکٹ نکالتے جائیے بوٹ پالش کرنا ہے رقم ڈال کر پاؤں آگے کر دیجیئے بس بوٹ پالش خیین ہی ختم ہو گئی اس قسم کی کئی آٹومیٹک مشینیں اس میلے میں یا اور کہیں بھی طرح طرح کی لگی ہیں جیسے کہ سمندر کے کنارے کے چیڑ باغ و پارک و عمارتوں میں ہر ملک میں نظر آتی ہیں - کہیں رقم ڈال کر چاٹ یا میٹھا دیکھ لو کہیں بیٹھ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ڈالو اور پتلی ناچنے لگی۔ کہیں کوئی کھیل تماشہ ہو جاوے گا۔ کہیں کوئی پتلی آپکی قسمت کا کارڈ نکال کر دے گی۔ کہیں تصویر نکل آوے گی۔ کہاں تک ذکر کئے جاؤں کوئی ان مشینوں کا شمار نہیں ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ تفریح کے واسطے کئی قسم کے پنگھوڑے۔ گھوڑے موٹر وغیرہ چکروں میں بجلی سے چلتے ہیں۔ کہیں مرد و عورت اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو دھکے لگتے ہیں۔ خوب ہنسی ہوتی ہے۔ کہیں گرتا ہے۔ کہیں جھولتا ہے۔ کہیں ناچ کی حرکتیں ہیں۔ کہیں کشتی کی بہار ہے۔ کہیں موٹر کی سیر ہے۔ تیسری قسم چھوٹے چھوٹے کھیل تماشوں کی اس میلے میں ہو رہی تفریح کی جگہ ہوتی ہے چند آنے ٹکٹ ہے آپ اندر گئے کچھ تھوڑی سی بات دکھائی اور تماشہ ختم مگر تھوڑا بھی جو دکھلاتے ہیں وہ بہت اعلےٰ ہوتا ہے۔ ایک جگہ صرف ایک آدمی کو دکھلایا جا رہا تھا جس کی تصویر نیچے دی جاتی ہے۔ ٹکٹ کر کے ہم اندر گئے تو پردے سے یہ آدمی جب باہر نکلا تو ہم اس کے سامنے بچے معلوم ہوتے آپ کی عمر ۲۳ سال کی ۱۰ ۱ بھائی بہن ہیں مگر یہ نہ جانے کس اصول سے اتنے بڑھ گئے ہیں۔ آپ کی لمبائی ۹ فٹ ساڑھے سات فٹ ہے۔ اور وزن قریب ساڑھے ۴ من ہے میں نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ شاید کسی دیو نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا ہے ہم تو ۱۱ بجے واپس آگئے اس طرح کی میلے کے اندر کئی باتیں تھیں۔ جن سے ہزاروں روپیہ یہ کما رہے تھے۔ ایک جگہ ریچھ کا تماشہ تھا ہر ٹکٹ تھی ہمارے ریچھ والوں کی طرح نہیں کہ پہلے دکھاؤ اور پیچھے سوم جائے کرنے لگ گئے۔ اپنی کھیل کے واسطے بلانے کے واسطے ہو کا دینے کا رواج عام ہے یہ میلہ کئی دن جاری رہا میں تو دو رات ہی گیا اور ۱۱ بجے تک رہا۔ مگر میلہ تو ساری رات ہی سمجھئے۔ ابھی مجھے بہت کچھ لکھنا ہے اور ڈاک کا وقت ہو چلا ہے۔ اس واسطے پانچویں چٹھی یہیں ختم کرتا ہوں پیرس کے بقیہ عجیب حالات اگلے خط میں لکھے جاوینگے۔

ضمیمہ

خط نمبر ۵

جب کہ اپنی تمام چٹھیات کو دیکھ دیکھ کر کاتب کو دے رہا ہوں۔ جہاں اضافہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں نیچے نوٹ میں لکھ دیتا ہوں۔ مگر چھٹی نمبر ۵ کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایک چھٹی ہی پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چھٹی نمبر ۵ کے اخیر میں میں نے لکھا ہے کہ پیرس کے عجیب حالات میں پھر لکھونگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد پیرس کے متعلق کوئی چھٹی نہیں لکھی گئی۔ آج اس وعدے کو اس کتاب میں پورا کیا جاتا ہے۔

سنتے تھے کہ پیرس میں بہت عیش پرستی ہے۔ اور بہت بدمعاشی ہوتی ہے۔ واقعی اس کے اندر سچائی ہے۔ امریکہ یورپ کیا دنیا کے لوگ یہاں عیاشی کے واسطے آتے ہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں روپیہ اڑا کر اپنے من کو خوش کر کے مگر جسم و روح کو گرا کر واپس جاتے ہیں۔ پیرس کے عام لوگ بہت اچھے خوش خلق مہمان نواز نیک دل نظر آتے ہیں۔ مگر وہاں فاحشہ عورتوں کو پیشہ کرنے کی عام اجازت ہے۔ اس واسطے ہر طرف سے خراب عورتیں یہاں اکٹھی ہوتی ہیں۔ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ان کا اڈہ نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص جس کا دل و دماغ پکا ہوا نہ ہو یورپ میں جا کر مشکل ہی بچ کر آ سکتا ہے۔ مگر پیرس میں تو بچنا بہت مشکل ہے۔ ہوٹلوں میں بازاروں میں تھیئٹروں میں سینماؤں میں۔ ناچ گھروں میں سیر گاہوں میں۔ ریسٹورنٹوں میں ان کی ہر طرف کثرت ہے۔ بازار میں چلئے دلال کان میں آ کر کہتا ہے۔ میں آپکو بڑی اعلیٰ جگہیں دکھاتا ہوں اس کی تفصیل بھی بیان کرنے لگ جاتا ہے۔ اور سنا ایسا تھا کہ یہ لوگ جہاں غرائب کے عجائبات دکھاتے پھرتے ہیں۔ وہاں داؤ لگ جاوے تو ایسی جگہ بھی لے جاتے ہیں جہاں آپ کی چیخ پکار بھی کوئی نہ سنے اور آپ کو لوٹ کر چھوڑیں۔ یا کہیں مار کر دریا سین میں گرا دیں۔

شاستر میں لکھا ہے۔ جب دنیا سوتی ہے۔ یوگی جاگتا ہے۔ پیرس میں جب دنیا سوتی ہے بھوگی جاگتے ہیں۔ یہاں کئی ایسے رسٹارنٹ یا ناچ گھر ہیں جو کہ رات کو ۸ بجے سے دن کے ۸ بجے تک کھلے رہتے ہیں۔ انکے مالک اپنی آمدنی فروخت شراب سے کرتے ہیں باہر کی نسبت ان کی قیمتیں دگنی چوگنی ہوتی ہیں۔ مگر ان کے اندر فاحشہ عورتیں بیشمار ہوتی ہیں جن کے تقریباً ننگے ناچ ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے ان کے ساتھ ناچتے۔ ان کے ساتھ شرابیں پیتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ بازار میں جاتے ہوئے ایک جگہ پر پیار لکھا ہوا تھا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ تو ہندوستانی نام ہے۔ میں نے جانا چاہا۔ ٹکٹ پوچھی آپ کو ایک بوتل شراب ضرور لینی ہوگی۔ میں تو کبھی شراب کو چھوتا نہیں مجھے مالک کو ذرا ملادو۔ مالک آیا تو وہ کالا تھا۔ تب مجھے پیارے نام کا راز کھل گیا۔ اس نے بتلایا کہ وہ سیلون کا ہے۔ ہندوستان بھی رہا ہے۔ یہاں ایک صاحب کے ساتھ مل کر دکان نکالی ہے ساری رات کھلی رہتی ہے۔ بہت خوبصورت عورتیں یہاں موجود رہتی ہیں۔ میں نے کہا نہ میں شراب لے سکتا ہوں۔ نہ میں کبھی رات جاگتا ہوں۔ مجھے صرف ایک بار اندر نگاہ ڈلوا دو تاکہ مجھے خیال ہو جاوے کہ ولایتی دنیا کیا کر رہی ہے۔ میں نے اپنے تجربات اپنے ملک کو لکھتے ہیں۔ مگر اس نے کہا کہ میرا حصہ دار نہ مانیگا۔ غمار کا گیت یا اس کے سامنے تھی وہاں بھی یہی قاعدہ تھا۔ ایک دوسری جگہ اس قسم کی مولن روش کے نام سے مشہور ہے ان لوگوں نے اپنے اپنے اشتہار کے واسطے اس جگہ کی رہنے والی مسوں کی تصاویر

مولن روژ کی مس دارگن کی تصویر

اور وہ کیسے ناچتی ہیں چھاپ کر رکھی ہیں۔ اور وہ قیمت لیتے ہیں مولن روش کی کتاب میں نفری یہ ہے صرف تھوڑا سا ڈھانپا ہو بالکل ننگے ناچ بھی ہوتے ہیں۔ ایسے ناچوں کی تصاویر ہندوستانی کتاب میں موزوں نہیں اس واسطے ان میں سے ایک کپڑوں کے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ناچ کی تصویر دی جاتی ہے۔

اس قسم کے ننگے ناچ کچھ ایسے ناچ گھروں یا ریسٹورنٹوں تک ہی محدود نہیں تھیٹروں میں یہ عام ہیں۔ ویسے تو سارے یورپ یہاں تک کہ انگلینڈ کے تھیٹروں کے اندر بھی ساری خوبی ان ناچوں کی ہے۔ اور یہ نصف ننگے ناچ تو ہر جگہ عام ہیں۔ ان میں کوئی برائی کسی جگہ نہیں سمجھی جاتی۔ مگر پیرس میں تو حد ہے۔

عام تھیٹر جن میں ہر کوئی چھوٹا بڑا ٹکٹ لے کر جا سکتا ہے۔ ان میں بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ ان باتوں کے خلاف نہ وہاں کی پبلک نہ گورنمنٹ آواز اٹھاتی ہے۔ ایک تھیئٹر میں میں گیا۔ نام بھول گیا۔ اس میں کھیل تھا دنیا کے ارد گرد میں سمجھتا تھا کہ بڑے شخص کے سیر کے حالات ہونگے۔ کیا تھا تمام دنیا کے اندر جو ننگے بت بنے ہیں ایسے ہی وہاں میں بن کر دکھاتی تھیں۔ قطعی طور پر ننگی ناچتی ہیں۔ صرف ایک جسم کے انگ سے ہلتا ہوا کپڑا کے ٹکڑا بندھا ہوتا ہے۔ جو دکھائی نہیں دے سکتا ہے۔

مرد بھی لنگوٹ کے ساتھ سٹیج پر آتا اور دونو کے مشہور ناچ جب ہوتے تو کمرہ تالی سے گونج اٹھتا تھا۔ میرے ساتھ لنڈن کے دو بھائی بہن بیٹھے ہوئے تھے۔ جو اس کھیل کو دیکھنے آئے تھے۔ میں ابھی لنڈن تو گیا نہیں تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا لنڈن میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں ایسے بیہودہ ناچ کی گورنمنٹ اجازت نہیں دے سکتی ہے۔

مگر وہاں جا کر دیکھا تو جیسے ان کے نقطہ نگاہ سے پیرس کے ناچ بیہودہ یا گندے تھے ہمارے نقطہ نگاہ سے انگلینڈ کے ناچ بھی بیہودہ اور گندے تھے۔ تھیٹر کا ایک سین ختم ہوا۔ تو اس لیڈی نے بتلایا کہ یہاں نہ بیٹھو اتنے وقفہ میں ساتھ ساتھ کے کمروں میں کئی ناچ اور ہو رہے ہیں۔ ان کو بھی دیکھو آؤ۔ ایک مصر کا ناچ ہو رہا تھا۔ مصر کے ناچ میں کمر و کولھے کو عجیب طور پر گھمایا جاتا ہے۔ کئی لوگ مصری عورتوں کو یہ ناچ دکھانے کے واسطے منگوا کر رکھتے ہیں۔ وہ مصری ناچ اندر ٹکٹ خرچ کر کے دیکھا۔ ہاں میں ذکر کر رہا تھا۔ ان ریسٹورنٹوں، قہوہ خانوں یا شراب خانوں کا جو رات بھر اس طرح کھلے رہتے ہیں۔ اور دنیا کے عیش پرست لوگوں سے مال جمع کرتے ہیں۔

مگر عام ریسٹورنٹوں میں بھی آپ آرام سے نہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والوں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سے پتہ لگا۔ بہت جگہ ایسی ہیں کہ جہاں آپ کچھ کھانے پینے لگے ہیں کہ کوئی فاحشہ تھالی کے سامنے آ بیٹھی ہے۔ کسی طرح سے بات چیت شروع کر دی کھاتے پیتے رہے اور جب آپ ختم کر چکے۔ مالک نے آکر سارا بل آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اگر آپ اس کے قابو آ چکے ہیں۔ تب تو وہ آپ کے ساتھ جاویگی۔ اگر اس نے دیکھا ہے۔ کہ یہ قابو آنے والا نہیں ہے۔ تو کسی نہ کسی طرح جمپٹ ہو گئی ہے۔ اور مالک کہتا ہے کہ ہم نے تو آپ کے ساتھ سمجھ کر اسکو دیا۔ بل ادا کیجئے۔ بعض رسٹارنٹ اس غرض کے واسطے مشہور ہیں۔ اور ڈھونڈھنے والے وہاں جان بوجھ کر جاتے ہیں۔ ایسے ہی رسٹارنٹ یا قہوہ خانہ ہیں جہاں داخلہ کے واسطے آپ کو دس پندرہ روپیہ ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد جو کھاوینگے اس کا بل علیحدہ ہے۔ اور وہ بھی دوسروں سے زیادہ ہے۔ ان میں کیا خوبی ہے۔ ایسی ہی باتیں ہوتی ہونگی۔ ہم نے سنی دیکھی نہیں۔ پبلک ناچ گھروں میں بھی یہ موجود رہتی ہیں۔ اور سنتے تھے بازاروں میں شام کو بے شمار گھوم کر اپنے شکار تلاش کرتی ہیں۔ دونو طرف خولصورت بازار ہے۔ بیچ میں ایک اونچی سڑک پیدل لوگوں کے واسطے جس پہ درختوں کی قطار ہے جیسا کہ کبھی چاندنی چوک دہلی میں ہوتی تھی۔ جگہ بہ جگہ بنچیں پڑی ہیں۔ بڑی رات گئی تک وہاں کئی مرد عورت جھوٹی خوشی کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ اس کے گرد کئی ناچ گھر وغیرہ ہیں۔

ایک من چلے نے وہاں ہی دوزخ بہشت کا نظارہ دکھایا ہے۔ ایک کمرہ میں چلے جاتے۔ سرخ روشنی ہے۔ سانپ۔ اژدہا۔ وغیرہ کی ڈراونی تصاویریں ہیں۔ بجلی کے ذریعہ ایسی روشنی کی جاتی ہے کہ آگ جلتی معلوم ہوتی ہے۔ وہاں بھی خوبصورت مسیں آجاتی ہیں۔ اور کوئی اس مصنوعی آگ میں ڈالی جاتی ہیں۔ کہ ایسے گنہگار لوگ دوزخ میں جلتے ہیں۔ مگر دیکھئے کہ وہاں بھی اکیلے یا جوڑے آ بیٹھتے ہیں۔ اور چاء شراب وغیرہ پینے کو طلب کرتے ہیں۔ دوزخ کی تصویر تفریح کے ہو گئے ان پر کچھ اثر کرتی معلوم نہیں ہوتی ہے۔

ساتھ دوسرے کمرے میں بہشت کا نظارہ ہے۔ کمرے کی خوبصورتی قابل دید حوریں پھرتی ہیں۔ وہاں بھی لوگ کھاتے پھرتے ہیں۔

آسٹریلیا کے شہر وائینا میں دوزخ بہشت کا نظارہ اس سے ہی بہتر دکھاتے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تھے۔ آپ ایک چھوٹی ٹرام پر سوار ہوگئے ہیں۔ وہ مصنوعی پہاڑی کی غار کے اندر سے گھوم کر باہر آجاتی ہے۔ اور راستہ میں دوزخ بہشت دونو دکھائی دیتے ہیں۔ بجلی کی روشنی اور مشینوں سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ کہیں فرشتہ آری سے گنہگاروں کو چیرتے ہیں کہیں ہتھوڑوں سے مارتے ہیں۔ کہیں آگ میں جل رہے ہیں۔ بہشت میں نہریں آتی ہیں۔ آبشار آتے ہیں۔ اور کئی دل خوش کن نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک جگہ ہے جہاں ٹکٹ دے کر آپ اندر چلے جاویں تو موم کی تصاویر بنا کر آتشک اور سوزاک وغیرہ امراض سے مرد عورتوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ یہ بھی دکھا دیا ہے۔ کچھ بھی ہو ان کا اثر کچھ نہیں۔ تفریح کے مقام ہی سمجھے جاتے ہیں۔ ٹرام جب مصنوعی پہاڑی میں اندھیرے میں جاتی۔ ہم کو معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے آگے پیچھے بیٹھنے کیا کر رہے ہیں۔

پیرس کے عجائبات کہاں تک بیان کروں۔ یہاں کی ہر بات عجیب ہے۔ میں چلا جاتا تھا۔ راستہ میں ایک شخص نے ایک چھوٹا سا اشتہار دیا اس میں مالش کرنے کا اشتہار تھا۔ میں انکی مالش کے طریقوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ گاڑی لے کر وہاں دوپہر کو چلا گیا۔ ایک عورت نکلی۔ اس نے کہا۔ کہ آپ بے وقت آئے ہیں۔ اس وقت بہت لڑکیاں یہاں نہیں ہیں۔ شام کو آتی ہیں۔ ایک مس اس نے میرے سامنے بلا کر کھڑی کر دی۔ میں شرمندہ تھا۔ اور حیران تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو مالش کے واسطے آیا ہوں۔ اس نے ہنس کر جواب دیا یہی مالش بھی کر دیگی۔ میں نے اس کو اشتہار کا کارڈ دکھایا تو اس نے کہا اشتہار ایسے ہی دیئے جاتے ہیں۔ سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ میں وہاں سے بھاگا۔ جس مکان پر چڑھتے مجھے شرم نہ معلوم ہوئی تھی۔ وہاں سے اترتے مجھے شرم معلوم ہوتی تھی۔ ارد گرد کے دکاندار کیا کہینگے کہ پگڑی والے ہندوستانی عیاش ہوتے ہیں۔ یہ میری دل کی بات کو کیا جانتے ہیں کہ بھول میں اس جگہ چلا آیا۔

ایک کتاب میں میں نے پڑھا کہ پیرس میں بد معاشی بھی سائنٹیفک طور پر ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں وہ وہ باتیں ہوتی ہیں جو دنیا کے کسی طبقہ پر نہیں ہوتی ہیں۔ کتب ایسی یہاں ملتی ہیں جو کسی دوسری جگہ بک نہیں سکتی ہیں۔ غرضیکہ تباہی کے پورے سامان موجود ہیں۔ مگر بیان کیسے کروں۔ بیان ہو نہیں سکتا۔ قلم چل نہیں سکتی۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

یورپ کی سیر
خط نمبر ۶

میں نے اپنے پانچ خطوط میں دنیا کی سیر کا عنوان دیا تھا۔ مگر آج یورپ کی سیر کا عنوان دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ جب تک میں لنڈن نہیں پہنچا تھا۔ اس وقت تک میرا یہ خیال تھا کہ ایک مہینہ سارے انگلینڈ میں ایک ماہ امریکہ میں دو مہینے سارے یورپ میں خرچ کروں گا۔ مگر یہاں لنڈن آئے مجھے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر میں ابھی تک سمجھتا ہوں کہ لنڈن کا میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے۔ اسواسطے انگلینڈ کے اندر ایک مہینہ اور خرچ کروں گا۔ اور باقی وقت یورپ کے دوسرے ممالک کی سیر کروں گا۔ انگلینڈ کے واسطے یہ وقت بھی تھوڑا ہے۔ مگر یکم اکتوبر کو واپسی کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا ہوں اور ۳ مہینے کے واسطے ہی گھر سے تیار ہو کر آیا تھا اس واسطے امریکہ جیسے الدار ملک کی سیر اگر ایشور کی کرپا ہوئی تو پھر کسی وقت کے واسطے چھوڑتا ہوں۔ لنڈن کے عجیب وغریب حالات اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جو تھوڑے بہت لکھتا رہوں گا۔ فرانس سے یہاں پہنچنے کے بعد ایک چٹھی میں نے لکھدی تھی۔ مگر اس کے بعد رات دن اس قدر مصروف رہا کہ باوجود کوشش کے آج ۷ اگست تک کوئی چٹھی نہ لکھ سکا کچھ لکھنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ جب سے

ہندو مسلمانوں کے دہلی کے فساد

کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ دل بجھا ہوا ہے یہاں ملنے والے مخول کرتے ہیں یہاں تک کہ جو ہندوستانی بھائی ملتے ہیں۔ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ان حالات میں تو سوراج ملنے سے رہا آپس میں ہی لڑ جھگڑ کر مرجاوینگے۔

ایک دن ایک سیر گاہ میں جنوبی آئرلینڈ کے تین چار صاحب مل گئے۔ اور باتیں شروع ہوگئیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو ہندوستان کا بڑا خیال ہے ہم نے سیلف

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گورنمنٹ قربانی سے لی ہے ہندوستانیوں کو اول تعلیم بڑھانی چاہیئے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ۱۰ فی فیصدی آبادی بھی لکھی پڑھی نہیں ہے تو سخت حیران ہوئے کہ کیوں گورنمنٹ تعلیم کو مفت اور لازمی قرار نہیں دیتی۔ باتوں باتوں میں ہندو مسلمانوں کے فسادوں کا بھی ذکر ہوا۔ میں کس مُنہ سے باتیں کرتا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم میں آپس میں اتفاق نہیں تو سوراجیہ کا نام ہی کیوں لیتے ہو۔ نہ جانے ہم کو کب سمجھ آویگی۔ مسلمان لیڈر عوام کے اندر ملکی محبت کا بھی جذبہ پیدا کریں۔ تو شاید کچھ بنے۔

ہندوستان کو پھوٹ نے تباہ کیا۔ لیڈر بھی تو اس کے جھگڑوں سے فرصت نہیں پاتے۔ کوئی بھی کام تو مِل کر ہوتا مشکل نظر آتا ہے۔ ایک دن یہاں ایک ہندوستانی کہہ رہا تھا کہ دیکھو اتنی بڑی نمائش ہے۔ جب فیصلہ ہو گیا کرنی ہے بس ملک کے ہر ایک فرد بشر نے ریلوں ٹریموں اور جہازوں کی کمپنیوں۔ اخباروں اور رسالوں نے سب نے مِل کر اس کو اپنایا سب نے اپنی اپنی جگہ اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور کامیاب ہے۔ ہندوستان میں ہوتی تو کام کرنے والے ہی ایک دوسرے کے برخلاف ہو کر اس کو تباہ کر دیتے۔ یہاں اخباروں میں روزانہ حالات اور نمائش کی اعلیٰ باتیں نکلتی ہیں۔ تا کہ جنہوں نے نہیں دیکھا وہ بھی آکر شوق سے دیکھیں مگر ہندوستان میں شاید حق میں اتنے مضمون نہ نکلتے جتنے کہ برخلاف نکلتے۔ کسی جگہ اتفاق نہیں سچ ہے "پھوٹ" سوائے ہندوستان کے کسی اور جگہ ہوتی بھی تو نہیں ہے شروع سے ہندوستان کو اس پھوٹ نے ہی تباہ کیا۔ پھوٹ ہی اُٹھنے نہیں دیتی۔ ۳۰ سال پہلے کیا حال تھا۔ اور آج کیا حالات ہیں یہ کس کا کیا ہوا ہے سب پھوٹ کا۔ کبھی اکیلا بیٹھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اس کا کچھ علاج بھی ہے یا نہیں۔ مگر مجھے چاروں طرف اندھیرا دکھائی دیتا ہے اس وقت سوائے آنسو بہانے کے کوئی چارہ نہیں۔ ان خیالات کے گرد ہیں اور کچھ بھی لکھنے کو دِل کب چاہتا تھا اب جبکہ آہستہ آہستہ وقت ہی مرہم پٹی کر رہا ہے اور اس وقت تک حالات وہاں بھی ٹھیک ہو چکے ہونگے۔ اس واسطے آج پھر کچھ لکھنے کو پنسل اُٹھائی ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

خوراک کے متعلق

اپنی آخری رائے لکھنا چاہتا ہوں میری جو پہلی چھٹیات چھپ چکی ہوں گی۔ ان کو میں نے پڑھا نہیں۔ مگر ایک صاحب نے کہا کہ آپ نے کیسے لکھ دیا ہے کہ سبزی خور یہاں رہ نہیں سکتے ہیں۔ آپ خود بھی تو سبزی خور رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا جیسے میں رہتا ہوں۔ اگر ویسے کوئی رہے تو ۹۰ فی صدی پرہیز گار رہ سکتا ہے۔ وہ بھی سارا نہیں کیونکہ کسی بھی قسم کے سے گوشت سے نکال کر چمچہ آپ کو دینے والی سبزی میں ڈالا گیا ہو اس کو کون اندر جا کر دیکھ سکے گا۔ سب کچھ تو اندر وہی لوگ بنا دیتے ہیں جن کو ان جذبات کا کوئی خیال ہی نہیں کہ جو ہندوستانی سبزی خور ہیں وہ کبھی گوشت کو چھونا بھی نہیں چاہتے۔ نہ جانے کس کا بچہ آپ کے سامنے آیا ہے۔ چربیاں جن میں آپ کی مچھلی تلی ہے نہ جانے کس کی چربی ہے۔ شوربے جو سبزیوں ترکاریوں میں ڈالے ہیں نہ جانے کس کے ہیں۔ میں صبح کو دودھ ڈبل روٹی ۹ بجے کھا لیتا ہوں اس کے بعد میں سارا دن کچھ نہیں کھاتا اور شام کو ڈبل روٹی ابلی ہوئی سبزیاں لے کر ان میں نمک مرچ خود ڈال کر کھا لیتا ہوں یا کسی ویجیٹیرین ہوٹل میں چلا جاتا ہوں وہاں بھی یہ دریافت کر لیتا ہوں کہ کسی میں انڈا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کے سبزی خور انڈے کا پرہیز نہیں کرتے ہیں۔

ہندوستانی ہوٹل بھی ایک موجود ہے پراٹھے پھلکے۔ دال۔ بھاجی چاول سب کچھ دیتا ہے۔ مگر سنا ہے کہ گھی شاید وہ بھی نہیں استعمال کرتا۔ میں نے اس سے اچھی طرح پوچھا بار بار علیحدہ کر کے بھی پوچھا۔ مگر وہ کہتا ہے۔ کہ گھی و تیل ہی استعمال کرتا ہوں۔ مگر عام ہوٹلوں میں اگر آپ نے تلی ہوئی کوئی سبزی بھی لی تو وہ چربی میں تلی ہوئی ملے گی۔ گوشت کھانے والے تو سب ہی اشیاء کھاتے ہیں جن میں ہر قسم کی چربی شامل ہوتی ہے

یہاں کی تقریباً تمام مٹھائیوں میں انڈے شامل۔ بسکٹ میں انڈے شامل ان میں میں کوئی بھی چیز نہیں کھاتا۔ کبھی چائے تک اسی واسطے استعمال نہیں کی ہے۔ جس کے ساتھ بسکٹ مٹھائی آتی ہیں۔ جس کی بناوٹ معلوم نہیں ہے۔ وہ کوئی چیز نہیں کھانی۔ یہ اصول بنا لو تب ہی ممکن ہے۔ ورنہ جن کو آپ سمجھ نہیں سکتے۔ ان کے اندر بھی گوشت کے اجزاء شامل ہیں۔ ساس مربہ جو کانجی کی قسم کا ہوتا ہے۔ کیسی عام چیز

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہے۔ میز پر پڑی ہی رہتی ہے۔ جس کی مرضی ہو کھانے کے ساتھ بھاجی ترکاری کے ساتھ ذائقہ کے واسطے ملا لے۔ پتہ لگا کہ ان میں بیف کے گوشت کا جزو ہے جو کہ اعلیٰ قسم کے ساس ہیں۔ ملائی کے برف جیسی عام چیز میں بھی تو انڈا ڈال دیتے ہیں۔ اور کوئی تو شراب بھی ساتھ ملاتے ہیں۔ کھیر جس کو پڈنگ کہتے ہیں۔ چاول یا دودھ ساگو دانہ یا دودھ کو ابالنے سے یا ایسے ہی کسی اور اشیاء کی ملاوٹ سے بنایا جاتا ہے۔ انڈے کے بغیر یہ بھی تیار نہیں ہوتا ہے۔ نوکرانی یونہی کہہ دیتی ہے کہ میرے خیال میں انڈا اس میں نہیں ہے۔ میں نے کبھی نئی جگہ پر ایسی کوئی چیز نہیں کھائی۔ ہاں جہاں واقفیت ہو گئی تب اپنے واسطے علیحدہ ان کو بنوایا ہے۔ تب ہی کھایا ہے۔

فرانس میں تو مٹر۔ آلو۔ پھلیاں۔ بھنڈی۔ گوبھی۔ بند گوبھی وغیرہ سبزیاں اُبال کر پھر ان کو کہتا کہ مکھن ڈال کر ان کو پکاؤ۔ ایسا انتظام کہیں کہیں ہو سکتا ہے سبزی خوروں کے واسطے یورپ کے دوسرے ممالک میں سبزیاں انگلینڈ کی نسبت زیادہ ملتی ہیں۔ انگلینڈ میں سبزی خور سوسائٹیاں ضرور ہیں جو اور جگہ نہیں۔ ان کا ذکر پھر کروں گا۔

مجھے فرانس میں مقابلتاً اچھی خوراک ملتی رہی۔ ہاں پھل بہت مہنگے ہیں مگر ملتے بہت اعلیٰ ہیں۔ یہ تو سبزی خوروں کی تکالیف ہیں۔ اب رہے گوشت خور جو کہ بیف یا پورک سے پرہیز کرنا چاہتے ہیں جہاں تک میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ یہاں آ کر بہت کچھ اس جذبہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ کئی تو کھلم کھلا سب کچھ کھاتے ہیں۔ کئی صاحب جہاں لفظ بیف یا پورک آیا ہے۔ اسکو چھوڑ باقی تھوڑی بہت ملاوٹ ہضم کر جاتے ہیں جو پرہیز کرنا چاہیں وہ گوشت کھاتے ہوئے کبھی ان کو نہ کھا دینگے یہ ناممکن ہے یہ میری تجربے کی بنا پر میری رائے ہے زیادہ بار کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لکھا جا چکا ہے شوربہ رات کے کھانے کی اوّل چیز ہے یہ مختلف گوشتوں کا ہوتا ہے۔

اب پرانے سلسلہ کو پھر شروع کرتے ہوئے پیرس کے حالات کے بعد پیرس کے لوگوں کے حالات لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر اب جبکہ میں لنڈن میں بہت وقت رہ چکا ہوں میرا خیال ہے پیرس لنڈن کی زندگی کا اکٹھا ذکر کر جاؤں گا بہت باتیں ملتی ہیں۔ اس واسطے اس سلسلہ کو یہاں ہی چھوڑ کر لنڈن کو روانہ ہوتا ہوں۔

۲ ر جولائی بدھوار کے دن میں لنڈن کو روانہ ہوا پیرس سے لنڈن کو ریل

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جاتی ہے ۲ گھنٹہ کا سفر ہے۔ درمیان میں قریب ۲ گھنٹہ سمندر کا سفر ہے جو اکثر خراب ہوتا ہے۔ میں نے ہوائی سفر کا بھی تجربہ کرنا چاہا اس واسطے

ایروپلین (اُڑن کھٹولے) ہوائی جہاز

کے ذریعہ لنڈن آیا جو کہ اڑھائی حد تین گھنٹہ میں لنڈن پہنچا دیتا ہے۔ اُڑن کھٹولا یا ہوائی جہاز اب عام طور پر سفر اور بار برداری کے واسطے استعمال ہونے لگا ہے۔ پیرس سے لنڈن یا برلن یا برسلز یا لنڈن سے برلن یا برسلز یا برلن سے کسی مقام پر اور ایسے ہی اور کئی جگہوں پر ہر روز ہوائی جہاز آتے جاتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کو بڑھا رہے ہیں کہ جلدی ہی انگلینڈ و ہندوستان کے درمیان بھی ہوائی سلسلہ قائم ہو جاوے گا اور سات دن کے اندر بمبئی سے ہوائی جہاز میں چڑھ کر آپ ولایت پہنچ جایا کرینگے۔ پہلے پہلے خطرے بہت ہونگے۔ مگر بہادر لوگ خطروں کی پرواہ نہ کرکے ہوائی سفر کو بھی پایہ تکمیل کو پہنچا دینگے۔ امریکہ کے جہاز اڑھائی ہزار میل بلا رکنے کے چل سکتے ہیں۔ اور پیرس والے ساڑھے تین ہزار میل ایک بارگی اُڑنا چاہتے ہیں۔ کرایہ ابھی زیادہ ہے۔ مگر کم ہوتا ہی جاوے گا جب بہت کمپنیاں نکلتی آوینگی۔ کیونکہ خرچ سوائے پٹرول کے اور زیادہ نہیں ہے۔ سڑک قدرتی بنی بنائی ہے۔ پیرس سے لنڈن تک ۸۰ روپیہ کے قریب کرایہ ہے جبکہ ریل درجہ اوّل کا قریب ۳۰ روپیہ ہے۔ ایک آدمی کے ساتھ ۱۵ سیر وزن مفت ہے باقی کا کرایہ دینا ہوتا ہے۔ کئی لوگ قیمتی مال بھی ہوائی جہازوں کے ذریعہ بھیجنے لگ گئے ہیں۔

ہوائی جہاز کے سفر کا نظارہ

جس اُڑن کھٹولے کے اندر میں سوار تھا اس میں ۱۲۔ آدمیوں کے واسطے جگہ تھی مگر اس دن صرف ۹ آدمی تھے ساڑھے ۱۱ بجے ہم کو روانہ ہونا چاہئیے تھا مگر موسم کی رپورٹ خراب تھی بارش ہو رہی تھی ہوا زیادہ تھی اس واسطے ۲ بجے تک ہم کو انتظار کرنا پڑا۔ بیرومیٹر یا آلہ مقیاس الموسم بھی کتنی اعلیٰ ایجاد ہے جس سے موسم کے حالات پہلے ہی معلوم ہو جاتے ہیں۔ اگر دھوپ بھی نکلی ہو مگر آلہ بتلا دے کہ بارش آنے والی ہے یا تیز ہوا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

چلنے والی ہے۔ تو روانہ نہیں کرتے ہیں۔

۲ بجے جبکہ بادل ابھی موجود تھے رپورٹ آئی کہ موسم اچھا رہیگا۔ تب روانہ ہوئے ایک سیڑھی (جیسا ہاتھی پر چڑھنے کے واسطے لگائی جاتی ہے) لگادی گئی۔ ہم اندر داخل ہوگئے۔ ۱۲ کرسیاں دو دو کی قطار میں فرش کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ بیچ میں راستہ تھا۔ پانی کا انتظام تھا۔ جہاز چلانے والا سرے پر بیٹھتا ہے۔ اور ہماری طرف سے دروازہ بند کرلیتا ہے۔ اسباب کا کمرہ نیچے علیحدہ ہے جسمیں کافی سامان رکھا گیا تھا ایک کمرہ حاجات ضروری کے واسطے علیحدہ موجود ہے۔ چڑھتے ہی ہم کو روئی دی گئی کہ کانوں میں دے لیں۔ سیڑھی ہٹائی گئی۔ اور ایروپلین روانہ ہوا۔ پہلے آہستہ آہستہ پھر موٹر کی رفتار پھر موٹر سے بھی زیادہ رفتار سے جہاز زمین پر چلتا ہے۔ اور اس سے اگلا پنکھا جب ناقابل ذکر تیزی سے چلتا ہے۔ تب ہوا چیل کے پروں کی طرح دونوں طرف کے پروں میں بھر کر اس کو زمین سے اُٹھا دیتی ہے جیسے کوئی بھی چیز زور سے زمین پر چلاؤ تو وہ خود بخود اُٹھتی ہے۔ جب جہاز زمین سے اُٹھا تو سوائے شور کے اور کچھ نہیں تھا۔ جب ہوا نہ ہو تب تو ایسے صاف جاتا ہے کہ پتہ بھی نہیں لگتا۔ جب ہوا ہو۔ تب ڈر سا لگتا ہے۔ اس وقت کچھ کچھ خوف سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر چند بار کے تجربہ کے بعد وہ بھی موقوف ہوجاتا ہوگا۔ اگر جہاز ایک دم نیچے کو جانے لگے تب اس کے ساتھ ہی دل بھی ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ تکلیف اس کے شور کی ہے۔ باوجود کانوں میں روئی دینے کے اتنا شور تھا۔ کہ دماغ دو گھنٹے میں بھاری و سست ہوگیا۔ مسافر آپس میں بات چیت نہیں کرسکتے ایک تو سب کے کانوں میں روئی دوسرے شور۔ دل نہیں چاہتا ضرورت کی بات زور لگا کر ہوتی ہے۔ چیل کے پیٹ کی طرح جو لمبا سا پیٹ ہوائی جہاز کا ہوتا ہے۔ اسمیں مسافر بیٹھتے ہیں۔ دونو طرف کھڑکیاں ہوتی ہیں جن میں شیشے لگے ہوتے ہیں۔ کھول بھی سکتے ہیں۔ مگر ہوا بہت تیز ہوتی ہے۔ اس واسطے تھوڑا سا کھلا کرلیتے ہیں۔ ڈرائیور کانوں کو بڑی احتیاط سے ڈھانپتا ہے۔ سر کو ڈھانپتا ہے آنکھوں کے اوپر شفاف کھوپے ڈال دئے جاتے ہیں۔ کوٹ چمڑے کا ہوا بارش وغیرہ سے محفوظ رکھنے کو پہنا جاتا ہے۔ ہاتھوں میں دستانے غرضیکہ تمام جسم کو ڈھانپ کر سرے پر جا بیٹھتا ہے۔ ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اُڑتے ہوئے جب ہم بہت اوپر چلے گئے نظارہ کتنا دلچسپ تھا۔ تمام دنیا کی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اشیاء جاندار مکانات گاڑیاں موٹر چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے تھے۔
تمام علاقے کو نہایت اچھی طرح سے دیکھا راستہ میں چھوٹے بڑے شہر آئے ان کو دیکھا۔ پیرس سے لے کر لنڈن تک ایک جگہ بھی ایسی نظر نہیں آئی جو سرسبز نہ ہو چھوٹے سے گاؤں نہایت صاف ستھرے معلوم ہوتے تھے۔ میں دُوربین سے برابر دیکھتا رہا فرانس سے انگلینڈ میں پہنچنے پر زیادہ ترسبزی دکھائی دی لہلہاتے کھیت مخملی گھاس سرسبز درخت ہر طرف زمین کو ڈھانپے ہوئے تھے کسانوں کے مویشی خانوں تک بھی صفائی معلوم ہوتی تھی۔
۲۔ گھنٹہ اس طرح چلنے کے بعد آسمان سے زمین پر اُترے اور یورپین لوگوں کی عقل وہمت پر آفرین کی۔
اب اس کے بعد کے حالات اگلے خط میں لکھوں گا۔ کیونکہ ڈاک کا وقت آگیا ہے اب جلدی ہی خط پوسٹ کرنا چاہئیے۔

خط نمبر ۷

لنڈن کو کیا دیا اور یہاں سے کیا لیا؟

شروع سے ہی میرا یہ خیال تھا کہ لنڈن پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اپنے ملک کی اچھی باتیں ضرور بتلانی چاہئیں۔ یہ لوگ ہندوستان کو عام طور پر کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور جو جانتے ہیں وہ یہ کہ ہندوستان وحشی ملک ہے اور توہمات سے بھرا ہُوا ہے مشینری ہندوستان کی بُری سے بُری رسمیات کو بُری سے بُری شکل دے کر پیش کرتے ہیں۔ میں نے چند لیکچر تیار کئے تھے۔ اور زیادہ کے واسطے اپنے پاس مصالح رکھ لیا تھا۔ مگر لنڈن آکر معلوم ہُوا کہ دراصل یہ لیکچروں کا وقت نہیں ہے۔ یہ اِن کے گرمی کے مہینے ہیں اکثر بڑے لوگ باہر سمندر کے کنارے یا سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں سیر کے واسطے چلے جاتے ہیں۔ اور کالج وغیرہ بند ہو جاتے ہیں۔ سوسائٹیوں کے اجلاس بند ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں لیکچروں کے واسطے ۲ مہینہ یا اس سے بھی پہلے تاریخیں مقرر ہو جاتی ہیں۔ اس واسطے ایک دو جگہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جب لیکچروں کے واسطے لکھا تو مضامین تو وہ پسند کرتے تھے۔ مگر اکتوبر کی تاریخیں دیتے تھے۔ میں نے امریکہ میں بھی لکھا ہوا تھا وہاں سے مسٹر ایس بہادر کا بھی جواب آیا کہ لیکچروں کے عنوان جو آپ نے بھیجے ہیں وہ یہاں بہت پسند کئے گئے ہیں اور جب بھی آپ آویں لیکچر ہو سکیں گے۔ مگر اگر سردیوں میں آویں تو وہ موسم درست ہے۔ اور یہی ان لوگوں کی خواہش ہے۔ میں نے لیکچر اس قسم کے چُن رکھے تھے۔ ہندوستان کی زندگی کا طریق زیادہ حفظ صحت کے مطابق ہے۔ پرانا یام صحت و زندگی کے واسطے کیوں ضروری ہے علم اولاد کے مطابق ہندوستان کیا بتلاتا ہے۔ آیورویدک طریقہ علاج ہندوستان کی جڑی بوٹیاں سبزی خوری بمقابلہ گوشت خوری وغیرہ۔ اس قسم کے خیالات سننے کے خواہشمند ہوتے ہوئے بھی اکتوبر سے پہلے انتظام نہ کر سکتے تھے۔ دراصل مجھے اپریل میں آنا چاہئے تھا۔

ان حالات کو دیکھ کر سوسائٹیوں میں باقاعدہ لیکچروں کا خیال چھوڑ دیا۔

مگر کچھ تو کرنا ہی ہے

اس خیال کو لے کر میں نے اور طریقوں سے کام کرنا شروع کیا اور جہاں جو موقعہ پایا اپنے خیالات کو جتنے آدمیوں تک ممکن ہو سکا پہنچایا کھانے کے موقعوں پر کسی نہ کسی طرح سے بات چیت شروع کر دیتا۔ گرجوں میں چلا جاتا۔ اور پادریوں کو پکڑ بیٹھتا۔ باغوں میں چلا جاتا اور لیکچروں کے ساتھ زیادہ خیالات شروع کر دیتا تھا جو کچھ میرے تھے میں اس کے مطابق کام کر سکتا تھا۔ اسواسطے کسی بھائی کے خیالات اس کے خلاف ہوں تو معاف کریں۔ میں اپنی باتیں لکھ رہا ہوں کسی کی نہیں۔ یہاں۔

باغوں میں لیکچر

لندن کا عام رواج ہے جو لوگ یا نئی نئی سوسائٹیاں اپنے خیالات کو پھیلانا چاہتی ہیں وہ اپنے لیکچرار شام کو باغوں خاص کر ہائیڈ پارک میں بھیجدیتے ہیں۔ ہائیڈ پارک لندن کے درمیان ایک بہت بڑا وسیع باغ ہے جس کے اندر سبزہ زار بڑے بڑے میدان۔ سڑکیں جھیلیں واقع ہیں۔ یہ تین میل لمبا ہے اور اس کے دو کناروں کے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

قریب وعظ کرنے والے آجاتے ہیں عٰہ

ہندوستان میں اس طریقہ کو بہت استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ آریہ سماج کے پرچارک پہلے باغوں میں کھڑے ہو کر ایسا کرتے تھے۔ مگر اب وہ بھی شاید کسرشان سمجھتے ہیں۔ مگر یہاں تو اچھے اچھے آدمی سٹول پر کھڑے ہو کر جو وہ ساتھ لاتے ہیں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ پبلک سے کوئی پسند بھی کرتا ہے۔ کوئی مخول کرتا ہے۔ مگر وہ پرواہ نہیں کرتے۔

عیسائیوں کے پادری تو روزہی عیلٰے مسیح کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ مُکتی فوج کے لوگ انگریزی باجہ ساتھ رکھتے ہیں۔ باجہ بجاتے پھر مرد وعورت گاتے ہیں۔ اور لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تب وہ وعظ کرتے ہیں۔ ایسا وہ بازاروں میں بھی کئی بار کرتے ہیں۔ اور ان کی کئی پارٹیاں پھرتی رہتی ہیں۔

رومن کیتھالک اور پروٹسٹنٹ دو نو خیال کے پادری اپنے اپنے پرچار میں لگے رہتے ہیں۔ میں حیران تھا کہ ایک عیسائی ملک ہیں جو پہلے ہی سب عیلٰے کو ماننے والے ہیں۔ اس کی ضرورت بھی کیا ہے عٰہ۔ مگر نہیں ایک طرف پادری وعظ کر رہا تھا دوسری طرف مذہب

عٰہ ہائیڈ پارک کا نام بہت مشہور ہے جہاں یہ لیکچروں کے واسطے مشہور ہے وہاں یار لوگوں کی دلچسپیوں کے واسطے بھی مشہور ہے۔ اندھیرا ہونے کے بعد جگہ بہ جگہ گھاس پر جوڑے بیٹھے یا لیٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پولیس کی احتیاط کے باوجود شرمناک کرتوتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ پولیس کو جہاں شک پڑے وہ بجلی کی روشنی پھینک کر دیکھ لیتے ہیں اکٹھے بیٹھنا۔ بوس وکنار یہ تو اس سوسائٹی میں ممنوع نظر نہیں آتا اسو اسطے وہ تو سب کے سامنے اور پولیس کے سامنے بھی جاری رہتا ہے شوقین لڑکے لڑکیاں شام کو سیر نکلتے ہیں اور اس باغ میں آجاتے ہیں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ نیکی وبدی موجود ہی ہے

عٰہ آہستہ آہستہ یہ معمہ حل ہو گیا۔ یورپ میں جس ملک وشہر میں جاؤ وہاں کی قابل دید عمارتوں میں زیادہ تو گرجے ہی ہوتے ہیں ہندوستان کے۔ مدورا۔ رامیشور۔ برندا بن کے بھی بڑے بڑے مندر میں نے دیکھے ہیں مگر صفائی ہنرمندی خوبصورتی اور لاگت میں آن گرجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں روپیہ کے گرجے موجود ہیں۔ اندر ایسے کاریگروں سے کمال کی تصاویر بت نقش ونگار وغیرہ ہوتے ہیں ڈالنو جان ہی ڈالنا باقی ہے آبو کے پہاڑ پر جینیوں کا بڑا مندر ہے سنگ مرمر کا بہت کام ہے مگر صرف شکل آدمی کی بنادی ہے۔ اصلیت کا نام ونشان نہیں یہاں وہ بات نہیں ہے (بقیہ نوٹ صفحہ ۸۶ پر دیکھو)

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

وخدا کے نہ ماننے والے بھی اپنا وعظ بڑے زور شور سے کر رہے تھے - اور عجیب بات تو یہ تھی کہ اُدھر آدمی زیادہ ہوتے ہیں - ایکدن سامنے پادری کھڑا تھا - لیکچرار نے خوب مخول اڑایا - پادری لوگوں نے اپنے حلوے مانڈے کی خاطر ہم لوگوں کو قابو کر رکھا ہے - وگرنہ نہ خدا ہے - اور نہ خدا کا بیٹا - لیکچرار نے ایک مثال دی کہ میرے ہمسایہ میں ایک شخص صرف سجدہ کرتا رہتا تھا کہ یا خدا مجھے نوکری ولا وہ روتا تھا کہ خداوند یسوع مسیح مجھ سے ناراض ہے ۶ ماہ کے بعد اس کو نوکری ملی وہ بڑا خوش تھا کہ خداوند مہربان ہو گیا - مگر چند دن کے بعد اس کارخانہ کو آگ لگ گئی - اور وہ پھر بیکار ہو گیا - آخر میں نے اس کو کہا کہ بزدل انسان خدا کا بھروسہ چھوڑ کر تو دل توڑ کر نوکری کی تلاش کیوں نہیں کرتا ہے - پادری نے کچھ بولا بیچارے کو مخول میں اُڑا دیا گیا - اور آخر وہ چلا گیا -

اس لئے میں نے بھی اس لیکچر میں بولنا مناسب نہ سمجھا - مگر کچھ آدمیوں سے بات چیت علیحدہ شروع کی - میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں بھائی دنیا کے اندر اتنے بڑے اختلاف کی کیا وجہ ہے - اگر عقل و ہمت سے ہر ایک شخص بڑھ سکتا ہے تو کیوں بعض وقت عقل و ہمت رکھنے والے بھوکے مرتے ہیں - اور جن میں دونوں نہیں - وہ موجیں اُڑاتے ہیں یہ کیا عجیب بات ہے - کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دودھ پینا جانتا ہے - وغیرہ وغیرہ اس سلسلہ میں میں نے ان کو کئی باتیں بتلائیں جن کو وہ بڑے شوق سے سُنتے ہیں - میں نے یہ دیکھا ہے کہ اکثر لوگ مذہب کے نام سے ہی بیزار ہیں اور وہ آزاد رہنا پسند کرتے ہیں کسی قید میں رہنا ان کو پسند نہیں ہے مگر نئے خیالات بڑے شوق سے سُنتے ہیں اور اگر ان کو سمجھ آ جاوے تو ان کو ماننے میں دیر بھی نہیں لگتی ہے -

ہائیڈ پارک کے کونے پر یہاں پولیٹکل لیکچر بھی ہوتے ہیں - ایک دن ایک شخص آئرلینڈ کے حق میں زبردست تقریر کر رہا تھا ایک صاحب سوشلزم کا پرچار کرتے تھے - ایک اچھے لیکچرار پبلک اخلاق پر بولتے تھے مگر ان کو سننے والے تھوڑے تھے وہ کہتے تھے کہ نیک ہو ان باتوں کو کون سُنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵) آرٹ کی تصاویر اور بت ایسے ہیں کہ دل چاہتا ہے کھڑے دیکھتے رہو - یہ سب کچھ ہے مگر آزاد کو جب کچھ تو گرجوں میں جا حاضری نہیں - مذہب اڑتا جا رہا ہے رواجی مذہب گیا ہے دل کا مذہب کم ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

حیوانات پر بیرحمی کے خلاف

یہاں چند سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں ایسے ملک میں جہاں گوشت خوری اتنے زوروں پر ہے۔ وہاں کچھ آدمی بھی اس خیال کے ہیں یہ غنیمت ہے لنڈن میں مانچسٹر وغیرہ میں کئی ہوٹل یا آرام گاہ ایسے ہیں جہاں صرف سبزی خوری کی اجازت ہے۔ مگر یہ لوگ انڈے کھا لیتے ہیں۔ ہاں دودھ یا دودھ کی اشیاء استعمال نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ چیزیں بھی بدوں ظلم کے حاصل نہیں کی جاتی ہیں۔

ہائیڈ پارک میں جب اس سوسائٹی کے لوگ لیکچر دے رہے تھے ایک عورت نے بڑے ہی دل کش طریقے سے بیان کیا کہ جب اس نے ایک گائے کو ذبح خانے میں لے جاتے ہوئے دیکھا اور وہ کس طرح چیخ رہی تھی اس کو محسوس کیا۔ اس دن سے کوئی بھی گوشت نہ کھانے کی قسم اُٹھائی۔ لوگوں نے ہنس دیا۔ تب میم صاحبہ ہم کیا دیں کھائیں ایک شخص نے تو خوب مخول اُڑایا۔ میں سب سے آگے بڑھ کر اس کے سامنے ہوگیا میں نے کہا نہ میں نے نہ میرے باپ دادا نے کبھی گوشت کھایا ہے۔ نہ میں شراب پیتا ہوں نہ چاء نہ قہوہ اور پھر تم سے مضبوط ہوں جب میں نے یہ بات زور سے کہی وہ چپ سا ہوگیا اور کہنے لگا کہ آپ کھاتے کیا ہیں؟ میں نے کہا کہ قدرتاً دنیا کے اندر پھل ترکاریاں اناج۔ دالیں۔ دودھ۔ چاول مغزیات اتنے اور اتنی قسم کے پیدا کئے ہیں۔ کہ یہ سوال ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ لیڈی تو کہتی ہے۔ کہ دودھ بھی استعمال نہ کرو میں نے کہا کہ گائے بھینس کے بچوں کو تنگ کر کے اور ان کو مار کر بیرحمی سے دودھ حاصل کیا جاوے تو یہ ٹھیک ہے۔ مگر اگر گائے اور بچھڑا دونوں کو خوش رکھ کر دودھ کو حاصل کیا جاوے تو دودھ استعمال ہو سکتا ہے۔

مجھے حیرانی سے معلوم ہوا کہ وہی عورت انڈے کھا لیتی ہے۔ بات چیت سے پتہ لگا کہ ان میں جان نہیں۔ کہ کیا جنین کو جب تک اس میں جان نہیں آئی ضائع کیا جا سکتا ہے اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔

ایک جگہ کھانے کے موقعہ پر ایک فلاسفر سے بات چیت ہو رہی تھی۔ تب انڈے کے متعلق اس کا ایک سوال تھا جس کا میں ٹھیک جواب نہ دے سکا۔ اس لئے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کہا کہ مُرغی جو انڈے دیتی ہے وہ سب بے جان ہوتے ہیں۔ اور ایسے طریقے اب استعمال کئے گئے ہیں کہ ایک مرغی سال میں ہزار ہا انڈے دیدے۔ انڈے کے اندر جان آتی نہیں جب تک کہ مرغا ملتا نہیں ہے۔ اس واسطے مرغی کے انڈوں کے کھانے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کے متعلق معلوم نہیں۔ مگر جان آسکتی ہے۔ اور قابلیت اس کے اندر موجود ہے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اتنی بات کو وہ مان گیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی شک میں رہے ہونگے۔

یہاں ایک فوڈ ریفارمر ایسوسی ایشن (انجمن اصلاح خوراک) ہے ان کا رسٹارنٹ (کھانے کا ہوٹل) بھی ہے۔ سبزی خوری پر کتب بھی نکالتے ہیں۔ سبزی خندوں کے مقابلے کر کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ خوراک اعلیٰ خوراک ہے۔ گوشت خوری امراض کو پھیلاتی ہے۔ اور انگلستان میں سرطان کی ترقی اسی واسطے ہے۔ اس سوسائٹی کو لکھا جواب آیا کہ جتنا ہم کرتے ہیں اُتنا ہی ہو جاوے بہت ہے۔ ابھی انڈوں کے سوال کو چھیڑنے کا فائدہ نہیں

یوسٹیس مائیلز ایک ڈاکٹر ہیں ان کا بھی رسٹارنٹ ہے ان کو لکھا اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے آپ کو سبزی خور کہتے ہی نہیں۔ ہم اصلاح خوراک کر رہے ہیں۔ اور گوشت کے علاوہ ایسی خوراکیں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جن کی شکل و مزا گوشت سے ملتا ہو تاکہ لوگ گوشت کو آہستہ آہستہ چھوڑیں۔

مانچسٹر میں لکھا ان کا جواب آیا کہ ہم انڈے اپنی مشہور خوراکوں میں نہیں برتتے بےرحمی حیوانات کے خلاف جو سوسائٹی کام کرتی ہے۔ وہ لوگ تو اس سے خوش ہوئے کہ ہندوستانی ویجی ٹیرین انڈے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی سیکرٹری مس میتھیو نے آج کل عدالت میں ایک مقدمہ دائر کیا ہوا ہے۔ نمائش میں کینیڈا سے کچھ سرکس والے آئے تھے۔ وہ شوخ گھوڑے پر ننگی پیٹھ پر سوار ہو جاتے تھے ایسے گھوڑوں کو سخت تنگ کیا جاتا تھا۔ بیل کو میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور پھر گھوڑے سے بیل کی گردن پر سوار ہو جاتے۔ اور بیل کو سینگوں سے پکڑ کر گرا دیتے اس سے وہ شاہ زوری دکھاتے تھے۔ مگر بیلوں پر سختی بہت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کوئی مر بھی گئے۔ اس سوسائٹی کی طرف سے بے رحمی حیوانات کا مقدمہ ہوا۔ مگر جیوری

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کے سامنے صرف ایک رائے کی کمی سے مقدمہ ہر گیا۔ اب مس میتھیو نے دوسرا مقدمہ کر دیا ہے۔ جج نے کہا کہ ایسا مقدمہ تو ہو چکا ہے۔ تب اس نے کہا کہ وہ بیلوں کے متعلق تھا یہ گھوڑوں پر بیرحمی کا مقدمہ ہے۔ اگر ویمبلی جیسی بڑی نمائش کی طرف سے ایسا نہ ہوتا۔ تو ان کا خیال ہے کہ وہ جیت جاتے۔ نمائش کے کھیل کے دن پورے ہونے کے بعد لنڈن کے ایک تھیٹر نے ان مرد عورتوں سے فیصلہ کرکے اپنے تھیٹر پر وہ کھیل دکھلانے شروع کر دیئے۔ میں بھی ایک دن دیکھنے گیا۔ اتفاق سے میرے پاس ہی اس سوسائٹی کی طرف سے عورتیں و آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وقت آیا تو عورتیں ہس ہس اور شرم کے نعرے بلند کرنے لگیں۔ ان کی آواز چھوٹی تھی میں نے ان کی مدد کی۔ میں نے کھڑے ہو کر با آواز بلند کہا کہ لنڈن کے واسطے یہ مقام شرم ہے کہ بیزبان جانوروں پر بیرحمی ہوتے ہوئے دیکھتے اور لطف اُٹھاتے ہیں اس کو بند کرنا چاہیئے۔ ممبروں کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ بڑے تپاک سے باہر آکر ملے اور ہندوستان کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔

خوراک کے متعلق تو مجھے تقریباً ہر روز ہی کوئی نہ کوئی موقعہ مل جاتا۔ جہاں بھی ہیں کھانا کھاتا میں نے تو خاص ہدایات نوکر کو دینی ہی تھیں۔ اسی کے ساتھ بیٹھنے کے ساتھ بات چیت شروع ہو جاتی۔

مذہبی خیالات

کے پرچار کا بھی اس سے موقعہ مل جاتا۔ کیونکہ اس بات چیت کے بعد جن لوگوں کو دلچسپی ہو جاتی ان کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ بعد بھی جاری رہتا۔ آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ جب ویدک دھرم کی خوبیاں ان سے بیان کی جاتیں تو بہت ہی حیران ہوتے اور یہ کہتے کہ یہ تو سچے اصول معلوم ہوتے ہیں۔ جو خواہش ظاہر کرتے ان کو کتب بھی بھیجنے کا وعدہ کیا۔ پادریوں سے تو اکثر بڑی دلچسپ گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ مشتے نمونہ میں

ایک دو پادریوں کی گفتگو

کا اختصار ضرور لکھنا چاہتا ہوں ایک دن کھانے کے موقعہ پر بات چیت کرتے ہوئے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ایک مشنری پادری مل گئے جو کہ لنڈن کے ایک غریب حصے میں ایک انسٹی ٹیوشن کے منتظم ہیں جو کہ غریب لڑکے اور لڑکیوں کی مدد کے واسطے قائم ہے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے سیوا سدن کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ دن مقرر ہو گیا۔ انہوں نے مجھے کھانے پر بلا لیا۔ سب کام کرنے والے اکٹھے تھے غریب گھروں میں جیسے معمولی سامان ہوتا ہے۔ ویسے وہاں بھی معمولی سامان تھا۔ اُنہوں نے بتلایا کہ ان لوگوں میں کام کرنے کے واسطے ہم کو بھی ان کے مطابق رہنا چاہئے۔ ولایت میں آکر صرف آج ہی مٹی کے روغنی گلاسوں میں مٹی کی روغنی صراحیوں میں سے پانی پیا اور ننگی میز پر کھانا کھایا میں اس علاقہ اور اس سوسائٹی کے کام کا پھر دوسرے سلسلہ میں ذکر کروں گا۔ یہاں تو صرف بات چیت لکھنی ہے۔ سب کچھ دکھاتے دکھاتے جب ناچ گھر میں پادری صاحب مجھے لے گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ غریب شرمیلے لڑکے لڑکیوں کو خود پکڑ پکڑ کر ناچ پر لگاتے تھے۔ میں نے کہا۔ ہندوستان میں کوئی مرد کسی دوسری عورت کو چھو نہیں سکتا ہے۔ آپ اس ناچ کے اندر کیا خوبی دیکھتے ہیں۔ جو کنوارے جوان لڑکے لڑکیوں کو پکڑ کر اکٹھا ناچ کروا رہے ہیں۔ وہ حیران ہوا کہ ناچ میں کونسی بُرائی ہے میں نے کہا کہ اکٹھے ملا کر غیر مرد و عورتوں کا ناچنا کیا خیالات پر کوئی اثر نہیں ڈالتا ہے تب پادری صاحب نے جو کہا وہ سچائی سے پُر تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ناچ انگریزی سائٹی کا ایک جزو ہو گیا ہے۔ اگر ہم ان کو یہاں نہ نچا دیں تو یہ دوسری جگہوں میں جاوینگے جہاں بہت خرابی ہو سکتی ہے۔ یہاں ہمارے سامنے کوئی خرابی کا احتمال نہیں۔ نیک انسان جو ناچتے ہیں۔ ان کے جسم تقریباً علیحدہ رہتے ہیں۔ آج کل ناچ خراب ہو رہے ہیں اسپر ہندوستان کے اخلاق پر بات چیت چل پڑی جب میں نے اس کو سب باتیں بتلائیں تو بہت خوش ہوا۔ اس نے پوچھا کیا ہندوستانی پادریوں کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا کہ پادریوں کو ہم نہیں چاہتے۔ شری سوامی دیانند جی کے آنے کے بعد اب کوئی اعلیٰ ہندو عیسائی نہیں ہوتا ہے۔ صرف چھوٹے درجے کے لوگوں کو گذارہ کا لالچ دے کر پادری عیسائی بناتے رہتے ہیں۔ وہ بھی دل سے نہیں ہوتے ہیں۔ جب میں نے کہا کہ نہ ہم بُت پرست ہیں نہ جن بھوتوں کو پُوجتے ہیں۔ ہم تو ایک خدا کو مانتے ہیں اس کے واسطے یہ باتیں ناول معلوم ہوتی تھیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اِس سے چند دن بعد ایک رومن کیتھالک گرجے میں ایک رومن کیتھالک پادری سے بات چیت ہو گئی وہ اپنے شاگردوں کو علیحدہ جگہ بیٹھا ہدایات دے رہا تھا ان کا قاعدہ ہے۔ مرد و عورت پادری کے سامنے جا کر اپنے دل کے راز کھول دیتے ہیں۔ کوئی گناہ کیا ہو اس کو بھی بتلا دیتے ہیں۔ اور ان سے برکت چاہتے ہیں۔ گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ نہ حل شدہ مسئلوں کو حل کرتے ہیں۔ مجھے بھی وہ اندر لے جانے لگا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے مذہب کا پیرو نہیں۔ میں آپ سے بات چیت کروں گا۔ آپ باہر بیٹھ جائیے دوسرا کوئی سُنے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ نیکدل پادری قریب ۱/۲ گھنٹہ بات چیت کرتا رہا۔ میں نے کہا آپ لوگ زندگی کا معیار کیا سمجھتے ہیں۔ میں تو انگلستان میں عیش و خوشی کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس کے سوائے کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پادری صاحب نے مانا کہ لوگ عیسائیت کی زندگی بسر نہیں کر رہے ہیں۔ مگر جو ان کے پیرو ہیں وہ برابر روحانیت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ معیار کیا ہونا چاہیئے اسپر بہت دیر گفتگو ہوتی رہی دراصل جب یہ مانتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح ہمارے گناہوں کے بدلے آپ سُولی پر چڑھ گیا۔ اور انسان خود کبھی گناہ سے بچ نہیں سکتا ہے۔ تب باگ ڈور بڑی ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا عجب بات ہے کہ اپنے پیٹ کی خاطر ان گنت بے گناہ جاندار مارے جاتے ہیں۔ کیا رحم کا سبق آپ دو گے۔ جبکہ کل کی ہی بات ہے کہ ایک شخص کو میں نے سمندری کیڑے پکڑتے ہوئے دیکھا وہ زندہ کو چاقو سے کاٹ کاٹ کر کئی ٹکڑے کرتا جاتا تھا۔ پادری صاحب نے کہا کہ اس جانور کو زندہ ہی کاٹنا چاہیئے۔ وگرنہ خون ایک جگہ جم جاتا ہے۔ اور پھر مزا ٹھیک نہیں رہتا ہے۔ اور کہ ان کے اندر احساس نہیں۔ وہ روح نہیں جو انسان کے اندر ہے۔ مثلاً آپ کسی مویشی کو ڈرا دیں۔ وہ اس وقت ڈر جاتا ہے۔ پھر بھول جاتا ہے۔ میں نے کہا اگر بھول جاتا تو سرکس والے کبھی جانوروں کو سکھا نہ سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ڈر سے نہیں بلکہ محبت سے سیکھتے ہیں۔ چابک تو صرف لوگوں کو دکھانے کے واسطے ہے۔ میں نے کہا تب وہ محبت کو ہی یاد رکھنے والی روح رکھتے ہیں جس کا جواب وہ کچھ نہیں دے سکے۔ ناچ کے معاملہ میں بھی ان کی رائے میں نے پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ بیشک یہ ایک حل طلب سوال ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ناچ آج کل خواہشات نفسانی کو بھڑکانے کا باعث ہو رہے ہیں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اور ہم ایسے ناچوں کے خلاف ہیں۔ دراصل ناچ کا رواج اس واسطے ہوا تھا کہ جب لڑکی جوان ہوتی۔ ماں باپ اپنے دوستوں کو کھانا دیتے اور ایک ناچ بھی رچا دیتے اور لڑکی کو بہت سے لڑکوں کو دیکھنے کا موقعہ مل جاتا۔

پادری صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ لوگ ساری عمر شادی نہیں کرتے۔ اگر کسی پادری کو شادی کرنی پڑے تو اجازت دو گے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اور اگر وہ شادی کرتا ہے تو پادری نہیں رہ سکتا۔ مگر جب وہ چھوڑے واپس آسکتا ہے۔ فی الاصل ہماری نظر میں اس کی شادی نہیں ہوئی۔ وہ اس کی صرف آزاد محبت تھی اس واسطے کسی طلاق کی ضرورت نہیں۔ ہاں قانون کو پورا کرنے کے واسطے طلاق دے آوے میں نے کہا کہ پھر قدرتی مادے تو انسان کے اندر ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں آخر آپ کیا رائے دیتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ جان بوجھ کر کچھ کرنا گناہ ہے۔ مگر قدرتی طور پہ جیسا کہ گھوڑے کی سواری یا کشتی رانی وغیرہ کے موقعہ پر انسان کو آرام مل ہی جاتا ہے انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو جو خدائی رُوحانی مدد ملتی رہتی ہے۔ اس سے ہمارے واسطے بہت مشکل نہیں ہے ہم تو زیادہ روحانی مدد کے قایل ہیں۔ دوسرے عیسائی جو اس کے قایل نہیں جن کے گوردان کو اس قسم کی مدد نہیں دے سکتے۔ ان کے واسطے بیشک مجرد رہنا مشکل ہے۔

اس طرح پادریوں سے گفتگو کا موقعہ ملتا ہی رہتا ہے مطلب یہ کہ جیسے بھی جہاں موقعہ پایا ہندوستان کی اچھی باتوں کا اظہار کیا۔

اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کونسی باتیں ان پر اثر رکھتی ہیں۔ ان کا مجھے ضرور پتہ لگ گیا ہے۔ ہندوستان بھی کچھ تو ان کو دے سکتا ہے۔ مگر اں میں اس حصے کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کہ

وہ ہندوستانی جو ولائیت میں کام کرنا چاہیں وہ یہاں کیا بھیج سکتے ہیں

ان کے پاس کیا نہیں جس کی ان کو ضرورت ہو۔ ایک چھوٹا سا ملک دنیا کو کتنی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

چیزیں بھیج رہا ہے۔ باہر سے یہ کیا منگواتا ہے۔ وہ اشیاء جن کی یہ شکل بدل کر یہ پہلے سے بیسیوں گنا زیادہ وصول کرے۔ روئی منگواوے تو اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑا بنا کر بھیج دے بال منگواوے تو اس سے کئی ضرورت کی اشیاء بنا کر پھر روانہ کر دے۔ چمڑہ منگواوے تو چمڑے کی خوبصورت اشیاء بنا کر بھیج دے۔ نباتات کے گودے منگواوے تو لاکھوں من کاغذ بنا کر بھیج دے۔ ہندوستانی جو لوگ یہاں کام کرتے دیکھے۔ وہ اس قسم کی اشیاء ان کو بہم پہنچاتے ہیں۔ اس سے ان کو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ مگر شاید ملک کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ پھر آخر کیا بھیجنا چاہیئے۔ ہندوستان کی دستکاری اور اعلیٰ کاریگری کی اشیاء یہ لوگ پسند کرتے ہی ہیں۔ اور کئی لوگ اس حصہ میں کام کر سکتے ہیں۔ مگر جس چیز کے سب سے زیادہ ان کو محتاج پایا وہ صرف کھانے کی اشیاء ہیں۔

انگلستان دنیا کی جیبیں خالی کرنے کے واسطے ان کی ضرورت کی اشیاء بنانے میں اس قدر مشغول ہے کہ یہ اپنے کھانے کے واسطے کافی سامان پیدا نہیں کر سکتا ہے اور کھانے کے شوقین پڑے ہیں۔ کوئی نئی چیز کھانے کو مل جائے سہی۔ ایک آدمی گندم کے دانے گیلے کر کے اور چوڑے کر کے بھون کر ڈبوں میں بند کر کے بیچتا ہے جس کا نام "فورس" ہے۔ ہندوستان میں بھی ڈاکٹری دوکانوں سے ملیگا۔ بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ ایک شخص نے چھوٹی جوار کو بھون کر میٹھے کی چاشنی ملا کر چھوٹے چھوٹے گولے بنا کر بیچنا شروع کیا۔ اور اپنے آپ کو مالا مال کر لیا۔ پھل یہاں کئی ہوتے ہی نہیں ہندوستان بخوبی بھیج سکتا ہے۔ کئی قسم کے مربے اچار چٹنیاں یہاں چل سکتی ہیں اور یہ معمولی ہیں۔ اگر سمجھدار لوگ مل کر کام کریں۔ تو یہی اشیاء لاکھوں روپیہ ماہوار کی یہاں بک سکتی ہیں۔ اور ایسی ہی اشیاء ملک میں روپیہ لاتی ہیں۔ ایک آنہ کی چیز اعلیٰ کھانے لائق بنا کر ان سے آپ ایک روپیہ لیویں وہ دینے کو تیار ہیں۔ کام کاج سے تھکے ہوئے جب کھانے پر بیٹھتے ہیں تو پھر اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا کھانا چاہتے ہیں۔ گوشت خور بہت زیادہ ہیں۔ اس واسطے زیادہ تر گوشت ہی باہر سے آتا ہے۔ اگر ان کو مزید اور دوسری اشیاء کا بھی عادی بنا دو تو بیشک اپنے روپیہ کا کچھ حصہ تم لوٹا سکتے ہو۔

مختلف ممالک سے آنے والے گوشت کے یہاں بڑے بڑے سٹور ہیں جن کو ہر وقت برف اور مشینوں کے ذریعہ ٹھنڈا رکھا جاتا ہے ورنہ وہ سب خراب

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہو جاوے۔ کہتے ہیں کہ ۶-۶ سال تک کا گوشت لنڈن میں بکتا ہے۔

کل ایک اخبار میں پڑھ رہا تھا۔ کہ پچھلے ہفتہ لنڈن میں جو باہر سے گوشت آیا وہ ۸۱۵۹ ٹن تھا۔ یہ سوا دو لاکھ من کے قریب ہوا۔ اس میں ۴۴۳۴ ٹن بیف اور ۳۰۲ ٹن پورک تھا۔

اس کے علاوہ مچھلی ۸۰۷ ٹن آئی۔ انڈوں کا کوئی حساب ہی نہ کرو کتنے یہاں کھپتے ہیں۔ مکھن بھی بہت سا باہر سے آتا ہے پھل بے شمار آتے ہیں۔ یہ سب اشیاء امریکہ اور آسٹریلیا سے زیادہ تر آتی ہیں۔ اور نمائش میں جس کا ذکر ہمیں نے کرنا ہے۔ ان ممالک نے یہی دکھایا ہے۔ کہ ہم تم کو کیا دے سکتے ہیں۔ بیسیوں من مکھن خرچ کر کے مکھن کی ہی بہت تصاویر بنا کر دکھائی ہیں۔ کہ یہ مکھن ہم بہم پہنچا سکتے ہیں پرنس آف ویلز گھوڑے پر سوار مکھن کے بنائے ہیں۔ ان کمروں کو ٹھنڈا رکھا جاتا ہے ایسے ہی گوشت کو کیسے بھیجتے ہیں۔ پھل کتنے پیدا ہوتے ہیں۔ کیسے بھیجتے ہیں یہ سب باتیں دکھائی ہیں۔

وہ لوگ کئی طرح کے مربے ڈبوں میں بند پھل۔ سرکہ۔ اچار۔ چٹنیاں ان کو بھیج کر روپیہ کما رہے ہیں۔ صرف ہندوستان پیچھے ہے۔ کوئی دل و دماغ رکھنے والے بھائی اس معاملہ میں کام کرنا چاہیں تو میں جہاں تک ہو سکے ان کو لائن بنانے میں مدد کروں گا۔

یہاں ایک مثال خالی از دلچسپی نہ ہوگی جے لائے اون کی یہاں ایک کمپنی ہے جس کے بے شمار رسٹارنٹ (کھانے کے ہوٹل) لنڈن میں موجود ہیں کوئی بازار خالی نہیں کوئی حصہ خالی نہیں کہتے ہیں۔ کہ لائے اون جا on کسی انگریز کے ساتھ شاید پرشیا سے آئے تھے لوگوں کو چاء مہنگا بیچتا دیکھ کر اپنے صاحب سے ۲۰ پونڈ ادھار لے کر ایک دکان سستی کھولدی یہ دکان خوب چلی مٹھائیاں بنانے لگا۔ پھر پورا رسٹارنٹ کر دیا۔ کئی شاخیں ہوگئیں۔ آخر لمیٹڈ کمپنی بنانے کی ضرورت پڑی اور اب یہ کمپنی کھانے کے معاملے میں لنڈن کی سب سے بڑی کمپنی ہے۔ ہندوستانی مٹھائیوں کی دکان کیا ایسی نہیں چلائی جا سکتی ہے۔

انگلینڈ سے کیا لیا

ویسے تو سفر بذات خود انسان کی واقفیت میں اضافہ کرنے والی چیز ہے اس

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سفر کے اندر کئی نئے خیالات اور کئی نئی باتیں دماغ کے اندر بھر گئی ہیں مگر یہاں میں ان باتوں کا ذکر کرتا ہوں جن کا مجھے خاص طور پر شوق تھا۔

روحوں کے نظارے

مُدّت سے اخباروں میں پڑھتے تھے کہ ولایت میں مسمریزم وغیرہ کے ساتھ ساتھ سپرچولزم میں لوگوں نے بہت ترقی کی ہے۔ روحیں آکر پیغام دیتی ہیں۔ لکھتی ہیں۔ یہاں تک کہ روحوں کی تصاویر اُتارنے والے بھی موجود ہیں۔ ایک آدمی کی تصویر اتاری دوسری تصویر اس کے ساتھ آگئی۔ معلوم ہوا کہ اس کے رشتہ دار کی روح ساتھ کھڑی تھی۔ میرا خیال تھا۔ کہ یہ روحوں کا نظارہ ضرور لوں گا۔ مگر میری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہی جبکہ میں بڑے بڑے اس علم کے مصنفوں سے ملا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں جانتے ایک صاحب نے کہا کہ میں تو صرف فلاسفر ہوں۔ جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ فلسفانہ طور پر میں اس کو لکھ دیتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو ڈھونڈنے میں غلطی نہ کرنا دھوکہ بہت ہے لوگ نہ جانتے ہوئے کئی قسم کے فریب کرتے ہیں۔ روزگار کے ڈھنگ بنائے ہیں۔ ایک دوسرے بزرگ وبٹ صاحب کو ملے وہ بڑے اعلیٰ مصنف ہیں۔ اُنہوں نے بھی کہا کہ میں نے کوئی ذہنی طاقت نہیں بڑھائی آپ فلاں فلاں کو ملیں۔ اس مضمون کی اخباریں نکالنے والے ایڈیٹروں کو ملا مگر کچھ پلے نہ پڑا۔ مگر ابھی تک اس کے پیچھے ہوں۔ اگر کچھ دیکھا تو پھر ناظرین کو اس کا پتہ دونگا۔

سب سے بڑے معزز اشخاص سر آلور لاج اور سر کینن ڈایل کو خط لکھے ہوئے ہیں۔ اول الذکر کو سب لوگ جانتے ہیں یہ وزیر رہ چکے ہیں۔ یہ اس علم کے بڑے ماہر ہیں۔ ملنے والوں نے یہ بھی بتلایا بعض آدمی ہر بات کو جلدی مان جانے والے ہوتے ہیں۔ اس واسطے وہ ذراسی بات دیکھ کر بہت کچھ لکھ دیتے ہیں اس واسطے سنا ہی نہیں خود دیکھنا ہے۔ بہر حال اس کے متعلق پھر لکھوں گا۔

علاج کے نئے طریقے

دوسری بات جو میرے واسطے ضروری تھی کہ یہ علاج کے نئے نئے طریقے جو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

نکل رہے ہیں۔ اِن کے متعلق تحقیقات کروں اور جو مفید ہو اس کو حاصل بھی کروں

(ا) علاج دِق کے واسطے یہاں ایک بوٹیوں سے تیار کردہ انجیکشن کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات کی تو معلوم ہؤا کہ انگلستان میں بڑے ڈاکٹر اس کو استعمال نہیں کرتے ہیں صرف وہ یا پر دوائی جارہی ہے۔ اور ایک روپیہ آٹھ آنے فی انجیکشن اس کی قیمت ہے۔ سال سال ان کو لینا پڑتا ہے۔ مجھے اس کے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آئی۔

(ب) آرگینو تھربی ایک اور طریقہ علاج یہاں جاری ہے۔ جس کے متعلق بہت کچھ سُنا تھا۔ اِن کے کارخانے میں بوڑھے ڈاکٹر صاحب سے دو گھنٹے بات چیت کا نتیجہ میں نے یہ نکالا کہ یہ ہندوستان کے واسطے ہے ہی نہیں۔ میرے جیسا آدمی تو اس کو چھو بھی نہیں سکتا ہے۔ طریقہ علاج یہ ہے۔ کہ حیوانات کے جسم سے مختلف غدود سے سیرم تیار کرتے ہیں اور انسان کا جو حصہ خراب ہو اسی حِصے کے غدود کا سیرم اسکو پلاتے لگتے ہیں۔ گولیاں بھی بنتی ہیں۔ نتیجہ چند حالتوں میں بہت اعلےٰ بتلایا گیا ہے۔ مگر گرم ممالک میں جاکر شاید چند دن بھی دوائی اچھی نہیں رہ سکتی ہے اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اِن ادویات کی لیبارٹری فرانس میں ہے۔ ادویات وہاں سے یہاں آکر ڈاکٹروں کو جو اپنے مریضوں پر برتنا چاہیں بٹ جاتی ہیں۔

ج۔ ایک ڈاکٹر نے دعویٰ کیا تھا کہ بوڑھے آدمی کے اندر جوان بندر کے خُصیے ڈال کر سی دیتا ہے۔ اور اس کو جوان کر دیتا ہے۔ بوڑھے کو جوان کر دینا واقعی سائنس ہے جو کبھی پُرانے زمانے میں استعمال ہوتی تھی۔ اب کتب میں لکھی ہے۔ مگر کسی کو اس کے ٹھیک استعمال کی خبر نہیں بوڑھے کو جوان کرنے کی وِدیا ل جاوے تو اور چاہیئے کیا۔ تحقیقات سے معلوم ہؤا۔ کہ ضرور اچھا اثر ہوتا ہے۔ آدمی کے قویٰ میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ مگر ۶ ماہ کے بعد اثر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کچھ مدت میں حالت پہلے سے بھی خراب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بندر کے غدود کام دینا بند کر دیتے ہیں۔ اور اپنا جو کام پہلے دیتے تھے وہ بھی بھول جاتے ہیں۔

(د) بجلی سے علاج

کرنے کا طریق دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ ہر جگہ اس کا چرچہ ہے۔ مَیں نے بھی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بجلی کے علاج کرنے والوں کو ملنا اور بجلی سے کام کرنے والے ہسپتالوں کو دیکھنا شروع کیا۔ جوں جوں میں نے دیکھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ بجلی کا طریق بعض حالتوں میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ سیدھی قدرتی مدد ہے جو کہ انسان کو دی جاسکتی ہے۔ صرف لنڈن میں تو بجلی کے علاج کی مشینری کے بنانے والے بیسیوں کارخانے ہیں جو نصف پونڈ سے لے کر ہزار ہزار پونڈ تک کی مشینیں تیار کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے ایک بجلی کے علاج کرنے والے ڈاکٹر سے فیصلہ کر کے اس طریق کو سیکھنا بھی شروع کر دیا پھر مجھ کو شوق ہوا کہ لاہور میں اپنے مریضوں کے واسطے اس طریقہ علاج کو جاری کروں جہاں مریضوں کے واسطے دوائی بہتر سمجھی جاوے۔ وہاں ان کا اس طریقہ سے علاج کیا جاوے یا جو مریض زیادہ ادویات کھانے کی نسبت ان قدرتی طریقوں کو پسند کرتے ہیں۔ ان کو اپنے علاج کا موقعہ ملے یا جو دیگر ڈاکٹر حکیم کسی اپنے مریض کا علاج بجلی سے بھی کرنا چاہیں وہ ایسا کریں۔

چنانچہ میں نے بہت سی بجلی کے علاج کے اوزاروں اور مشینوں کو خرید لیا ہے۔ اور اب میں اس فکر میں ہوں کہ ایکس ریز سے علاج کرنا بھی سیکھ لوں کیونکہ بجلی کے استعمال کا یہ طریق یہاں بہت مقبول عام ہو رہا ہے۔ ریڈیم جلدی امراض کے واسطے بڑی اعلیٰ چیز ہے۔ مگر ریڈیم عام ملتی نہیں اور استعمال بھی اس کا بڑا مشکل ہے۔ ایکس ریز سے ریڈیم کے علاج کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور تشخیص میں بڑی مدد ملتی ہے۔ شک ہو کہ تپدق ہے یا نہیں۔ اندر دیکھ لو یا تصویر لے لو۔ شک ہو کہ پتھری ہے یا نہیں پیٹ کی تصویر لے لو۔ دانتوں میں پیپ ہے یا نہیں دانت کی تصویر لے کر معلوم کر لو غرضیکہ ایک نہیں بہت سے تشخیص کے کام نکلتے ہیں۔

یہ مشین قیمتی بہت ہے۔ قریب ۶ ہزار روپیہ میں اعلیٰ مشین مل سکتی ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ اگر مجھے اس کے سیکھنے کا وقت مل گیا تو میں اس کو بھی لیتا آونگا۔

اور اگر یہ مشینیں دیوالی تک لاہور پہنچ گئیں تو دیوالی کے دن ان کی خوبیاں پبلک کے واسطے مفت دکھلائی جاوینگی بجلی کی اور بھی چیزیں جو لائی جاوینگی۔ وہ اس دن دکھلائی جاوینگی۔

۸ بجلی کے علاج کے علاوہ تشخیص میں مدد کے واسطے میں نے خورد بین سے کام لینے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کا بھی مطالعہ کیا اور ایک خوردبین بھی اعلیٰ لے کر روانہ کر دی ہے۔

اس کے علاوہ تفریح کے واسطے ستاروں کو دیکھنے والی دُوربین بھی بھیجدی ہے

(ق) ادویات کی تیاری کے واسطے اعلیٰ اعلیٰ مشینیں جو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں ان کو دیکھا ہے۔اس معاملے میں بھی کچھ حاصل کیا ہے اور اب ویسی ہی مشینیں اپنے کارخانہ میں استعمال کرنے کا خیال ہے۔

میں خود ۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء تک لاہور پہنچ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں آگے جو ایشور کو منظور ہے۔

اس مختصراً بیان کے بعد اب میں اگلے خط میں لنڈن کی تصویر کھینچنے کی کوشش کرونگا۔اور ابھی نمایش کے متعلق بھی آپ کو کچھ نہ کچھ بتلانا ہے۔ناظرین۔اگلے خطوط کا انتظار کریں۔اب ڈاک بند کرنے کا وقت آگیا۔

خط نمبر ۸

لنڈن

انگلستان و لنڈن کے متعلق اتنی باتیں لکھنے کے واسطے دل میں آتی ہیں کہ سمجھ نہیں آتی۔کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں۔کبھی کوئی بات دل میں آتی ہے۔اور کبھی کوئی بات دل میں آتی ہے۔اور میں سمجھتا ہوں کہ دس بیس خط بھی لنڈن کے حالات کے متعلق لکھدوں تو تھوڑے ہیں۔لاہور پہنچکر بھی لکھتا رہوں تو ختم نہ ہونگے۔ع۳

مگر وقت لکھنے کا ملتا نہیں ہے جتنا بھی ہو سکا ناظرین کی دلچسپی کے واسطے لکھنا چاہتا ہوں آؤ خیالات کے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر میرے ساتھ لنڈن پہنچ جاؤ اور یہاں کی دلچسپیوں کا مطالعہ کرو۔لنڈن کے بہت حال پڑھے سُنے ہونگے۔مگر پھر بھی سیر نمبر ۸ کی باتیں کچھ

ع۳ لاہور پہنچکر نئی چٹھیات لکھنے کا کوئی موقعہ ملا نہیں ہے۔مگر میرا یہ خیال ہے کہ اگر اس سیر یورپ کے حصہ اول سے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا تو میں حصہ دوسرا لکھونگا۔اسمیں لنڈن نہیں بلکہ یورپ کے سب بڑے شہروں کے حال لکھونگا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اور ہی پاؤ گے۔ ایک بات ضروری لکھ دوں کہ بہت سی باتیں جو میں لنڈن کی زندگی کی بابت لکھوں گا۔ وہ تقریباً سارے انگلستان بلکہ یورپ پر حاوی ہیں۔ دراصل طرز رہائش و زندگی سب کا تقریباً یکساں ہے۔

لنڈن دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے اس کی آبادی ۸۰ لاکھ نفوس کی ہے۔ لنڈن کے کھلے بازاروں کا بھی خیال ساتھ رکھا جاوے۔ تو میں کہ سکتا ہوں کہ اگر ۵ لاہور اکٹھے کئے جاویں تو ایک لنڈن بن جاتا ہے۔

اتنے لمبے شہر میں اتنے آدمیوں کی آمد و رفت کے واسطے بھی کافی انتظام چاہئے اور لنڈن کے بہادر لوگوں نے اس کے واسطے کافی انتظام کیا ہے۔ لنڈن کے نواح سے لاکھوں آدمی روزانہ دفتروں میں آتے اور شام کو جاتے ہیں۔ ان کے واسطے ہر وقت ریلیں آتی اور جاتی ہیں۔ دو دو تین تین منٹ کے بعد ہر جگہ سے ریل چلتی رہتی ہے۔ مگر شہر کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے بھی کچھ چاہئے۔ ہزارہا موٹر کاریں موجود ہوتے ہوئے بھی موٹر کاروں سے کام نہیں چلتا ہے۔ اور ان کا کرایہ کون دے سکتا ہے۔ اس واسطے شہر کے اندر تمام موٹر بسیں چل رہی ہیں۔ ایک جنرل نامی کمپنی کی بلا مبالغہ ہزارہا بسیں ہونگی جو شہر کے مختلف حصوں میں ہر وقت بھاگی پھرتی ہیں۔ اور کرایہ ان کا ایک آنہ سے لیکر ۱۲ آنہ تک ہوتا ہے۔ جہاں کرایہ کی موٹر پر ۱۲ خرچ آوے اس پر ایک آنہ اتنی دور کا لگے گا۔ ایک اور کمپنی کی موٹر بسیں بھی اسی طرح چلتی ہیں۔ ان کے نمبر مقرر ہیں کہ فلاں نمبر فلاں راستہ سے جاویگی۔ آپ ایک جگہ کھڑے ہو جاویں جھٹ آپ کو وہ نمبر مل جاتا ہے اب خیال کرو کہ کتنی اس ایک نمبر کی بسیں چلتی ہونگی۔ کہ راستہ میں جہاں آپ کھڑے ہوں آپکو ایک دو منٹ کے بعد موٹر بس مل جاتی ہے۔ میں نے پڑھا کہ نمائش کو آنے جانے کے واسطے آٹھ سو موٹر بسیں اس کمپنی کی مقرر ہیں۔ شہر کے عین درمیانی حصے کو چھوڑ کر جہاں بہت آمد و رفت کی وجہ سے ٹراموے نہیں چلائی جاسکتیں۔ باقی تمام شہر کے اردگرد ہر وقت ٹرامویے جاری ہیں۔ ان کے علاوہ بجلی کی اونچی ریل ہے جو کہ باہر باہر ایک چھت والے مکانوں کے اوپر سے جاری ہیں۔ مکانوں کے اوپر ٹھاٹ لگا کر ریل کی سڑک بنائے گئے ہیں۔ مگر ان سب سے کام نہیں چلا۔ تب زمین دوز ریل جاری کی گئی۔ زمین کے نیچے مکانوں کے نیچے نیچے جہاں جگہ ملی ریل کی سڑک بنا کر بجلی سے ریل چلادی ہے۔ مگر شہر کے اعلیٰ

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ہیں تو مکانوں والے بھی ایک دو منزل نیچے جاتے ہیں اس واسطے اور کمپنیاں نکلیں جنہوں نے اس سے بھی نیچے ریل بنا دی۔ اس لنڈن کی ریل کو ٹیوب ریلوے یا ٹل کے اندر جانے والی ریلوے کہتے ہیں۔ اور یہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے کئی جگہ ۵-۶ منزل تک نیچے زمین کے جا کر ریل چل رہی ہے زمین کو کھودتے اور نیچے اوپر ڈاٹ لگاتے ہوئے گویا زمین کے اندر ایک ٹل (ٹیوب) بناتے گئے ہیں۔ کتنی مضبوط ان کو بنانا چاہیئے۔ یہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہاں تو تمام پانی ہوتا ہے۔ اس طرح سے تمام لنڈن کے نیچے ریل کی سڑکوں کا جال بنا ہوا ہے اتنی دور اُترنے و چڑھنے کے واسطے بجلی کے لفٹ لگے ہیں۔ بعض جگہ سیڑھیاں ایسی ہیں جو بجلی سے ہر وقت چلتی رہتی ہیں۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اُوپر پہنچ گئے۔ اندر جا کر کتنے راستہ کتنی سڑکیں ہیں۔ اس کا اندازہ کسی بڑے جنکشن میں اُترنے سے ہوتا ہے۔ یہ ریلیں مختلف کمپنیوں کی ہیں۔ مگر ایک دوسرے کا تعلق ہے۔ اور چاہے راستہ میں دو تین جگہ بدلنا ہو ٹکٹ ایک مل سکتا ہے۔ یہ ریلیں ہر طرف ہر وقت دوڑتی رہتی ہیں۔ اوپر والوں کو کیا معلوم ہے کہ نیچے کیا ہو رہا ہے۔ ہر مقام پر ہر ۲ منٹ کے بعد گاڑی موجود ہوتی ہے۔ چند سیکنڈ میں اُترنے والوں کو اُتر جانا اور چڑھنے والوں کو چڑھ جانا چاہیئے اب یہ صلاح ہو رہی ہے کہ ہر منٹ کے بعد گاڑی چلائی جاوے۔

صبح ۵ بجے سے لے کر رات ۱۲ بجے تک ٹرام بس ریلوں اور زمین دوز ریلوں کا سلسلہ جاری ہے۔ جن چھوٹے خرچ سے ایک سے دوسری جگہ لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ گھوڑے گاڑیاں صرف بار برداری کے واسطے ہیں۔ یا کہیں کبھی سواری کی بھی گاڑی دکھائی دیتی ہے۔ کرایہ کی میں نے ایک بھی نہیں دیکھی۔ ہاں عجائب گھروں میں اب گاڑیاں رکھی گئیں ہیں تا کہ کچھ مدت بعد لوگ دیکھا کریں گے کہ کبھی ان گاڑیوں پر چڑھا کرتے تھے۔ بار برداری کی گاڑیاں کمپنیوں کی ہیں۔ اب سوائے موٹر کے آپ کسی طرح سے ایک دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے۔ قلی مزدور کوئی نہیں۔ دوکان سے چیز لی ہے تو یا خود لے جایئے یا دوکان والا آپ کے گھر پہنچا دے گا۔ مکان ہے تو آپ کمپنی کو کہیئے اسباب آپ کے گھر موجود ہو گا بازاروں میں موٹروں۔ موٹر بسوں اور پیدل آنے جانے والے مرد و عورتوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔ مگر اس بے شمار ہجوم کا انتظام

لنڈن کی پولیس

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

نہایت خوبی وصفائی سے کرتی ہے۔لنڈن کی پولیس کی تمام دنیا میں تعریف ہے،
کوئی انسان جو انگلستان میں آوے پولیس کا مداح ہوئے بغیر واپس نہیں جا سکتا ہے
یہ قد آور رعب دار جوان دور سے ہی دکھائی دے جاتے ہیں۔کیونکہ پونے چھ فٹ سے
کم تو کوئی پولیس کا سپاہی بھرتی ہی نہیں ہو سکتا ہے۔عام طور پر ۶ فٹ ان کا قد ہوتا
ہے۔اور سیدھے بڑے رعب کے ساتھ بازاروں میں کھڑے ہاتھ کے اشارے
سے تمام موٹروں وغیرہ کے آمدرفت کا انتظام کر رہے ہیں۔جہاں ہاتھ کو پھیلا کر
سپاہی کھڑا ہو گیا۔کوئی گاڑی آگے نہیں جا سکتی ہے۔ایک طرف کو کچھ دیر گزار کر پھر
دوسری طرف کو گزار دیتے ہیں۔اور اس اثناء میں جو کچھ جا کر پوچھو اس کا جواب دیتے
ہیں۔راستہ بتلاتے ہیں۔اپنے علاقہ کی گلی گلی کی ان کو خبر ہوتی ہے۔یہی نہیں بلکہ
اس مصروفیت کے ساتھ آنے جانے والوں کی اس خوبی سے خبر رکھتے ہیں کہ کسی کو پتہ
بھی نہیں لگتا ہے۔مگر جب کوئی بات ہو جائے تب وہ بتلاتے ہیں کہ اس قسم کا ایک خاص
آدمی ادھر سے گزرا تھا۔راستہ بتانے میں ہوشیار بھی اتنے۔آپ نے پوچھا کہ رنڈل
بازار جانا ہے جواب آتا ہے سیدھے جاؤ۔جہاں چوتھی گلی دائیں کو آوے وہاں مڑ جاؤ
وہاں سے دوسری گلی بائیں کو مڑ جانا۔سامنے رنڈل اسٹریٹ ہے۔باوجود اس کے حادثات
ضرور ہوتے رہتے ہیں۔اتنی آبادی میں حادثات تو احتیاط کرو ممکن ہی ہیں۔تین ماہ کی
رپورٹ سے معلوم ہوا کہ بسوں سے ۲۱۹۸ حادثہ ہوئے جن میں ۱۳۸ اموات ہوئیں
ٹرام کاروں سے ۱۲۸۲ جنمیں سے ۲۰ اموات۔پرائیویٹ موٹر کاروں سے ۱۴۰۰ جن
میں سے ۵۳ ہلاک ہوئے ٹیکسی سے ۰۸۰ ۱جنمیں سے ۶ ہلاک ہوئے۔موٹر سائیکلوں سے
۱۹۳۰ جن میں سے ۲۱ ہلاک تھے۔تجارتی موٹر کاروں سے ۳۳ ۴۱ جنمیں ۵۸ ہلاک تھے
گھوڑے گاڑیاں جو تجارتی کام میں مشغول ہیں ان سے بھی قریب ۱½ ہزار حادثہ ہوئے
کل حادثات ۲۲۹۲۲ جنمیں میں سے ۲۰۹ ہلاک تھے۔

پولیس کے آدمی پردیسی کی اتنی مدد کرتے ہیں کہ کوئی آدمی شکریہ ادا کئے بغیر رہ
نہیں سکتا۔اپنے قواعد کے اتنے پکے کہ تیز موٹر چلانے کے الزام میں کئی بار لارڈ
کرزن تک کو جرمانہ کروا چکے ہیں۔سچ مچ پبلک کی مددگار۔پبلک کی محافظ اور رہنما پولیس
اگر دیکھنی ہو تو یہاں دیکھو۔رات کو لوگ دروازے بند کر کے چلے گئے وہ ایک ایک تالے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کو دیکھتے ہیں۔ ایک ایک دروازے کو دھکیل کر یقین کرتے ہیں کہ ٹھیک بند ہے۔ رات کسی گھر میں کوئی عجیب بات ہو پولیس کا سپاہی موجود ہوتا ہے۔ وردی والوں کے علاوہ خفیہ پولیس کے کئی آدمی ہر وقت پھرتے ہیں لوگوں کو جھوٹی رپورٹیں کرنے کے واسطے نہیں بلکہ بدمعاشوں سے حفاظت کرنے کے واسطے۔ اگر آپ کے پیچھے کوئی بدمعاش لگا ہے اور ان کو پتہ لگ گیا تو آپ کو معلوم ہوئے بغیر ایک خفیہ پولیس کا آدمی بھی لگ جاتا ہے تاکہ وہ بدمعاش آپکو تکلیف نہ پہنچا سکے جھوٹی گواہیاں بنانے سے سروکار نہیں۔ پچھلے دنوں ایک مقدمہ ہوا ایک آدمی کا پولیس نے چالان کیا کہ چوری کرنے لگا تھا۔ اس کے برخلاف جو گواہ تھا۔ اس نے بیان دیا کہ پولیس رات کو مجھے لے آئی۔ میری عورت بیمار تھی۔ صبح تک مجھے بٹھائے رکھا۔ اس واسطے بیان میں نے ان کے مطابق دیا۔ دراصل میں ان کے متعلق نہیں جانتا وہ آدمی چھوڑا گیا۔ مگر اس بات کا بہت چرچا ہوا اور محکمانہ تحقیقات اس پولیس مین کے برخلاف شروع ہوئی۔ مگر خوبی یہ کہ اس شخص نے اور گواہوں کے دینے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو میرے پاس کوئی گواہی نہیں۔ میں جانتا تھا کہ یہی ایک گواہ ہے۔ اور جس نے یہ سچ مجھے کہا ہے۔ باوجود پولیس کے اس انتظام کے چور بھی کام کر ہی جاتے ہیں۔ مگر چوریاں بھی بڑے انتظام کے ساتھ بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں شام کے ۹ بجے ہی ایک چور ایک گھر میں گھس گیا۔ ایک دن دن کے وقت ایک چور دوکان میں داخل ہوا ایک عورت سودا بیچتی تھی اس کو ریوالور دکھایا کہ مت بولے اور جو ہے رکھ دے۔ جو کچھ پاس تھا لے کر دن دہاڑے رفو چکر ہوا۔ سودا بیچنے والی جب تک پولیس کو ہی ٹیلیفون کرتی رہی۔ جیب کترے بھی سنا ہے یہاں بہت پھرتے ہیں۔ اور جہاں ہجوم جمع ہوتے ہیں وہاں یہ نوٹس لگا ہے کہ جیب کتروں سے ہوشیار رہو۔ مگر مجھے اس کا کچھ تجربہ نہیں بڑی بڑی بھیڑوں میں بھی پھرا مگر کوئی اس قسم کی بات پیش نہیں آئی۔

لنڈن کے بازار بڑے خوبصورت ہیں۔ عمارتیں عالیشان ہیں۔ بازار ہر وقت ایک نمائش گاہ بنے ہوئے ہیں کیونکہ یہاں عام قاعدہ ہے کہ سب دوکان والے صاف شیشے کے اندر اپنی خوبصورت اشیاء دکھائے رکھتے ہیں تاکہ آنے جانے والے لوگ دیکھتے رہیں۔ سودا دوکان کے اندر ہوتا ہے جسکے واسطے آنے جانے کو ایک چھوٹا سا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دروازہ ہوتا ہے جو دو کانوں میں کھلا اور کئی دو کانوں میں بند ہوتا ہے اگر آپ کو کچھ لینا ہے اندر جا بیٹھے ورنہ باہر موج سے دیکھتے رہئے۔ بمبئی کلکتہ وغیرہ میں بڑی دو کانوں میں اب ایسا ہی کیا جاتا ہے۔

دریا ٹیمز لنڈن کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ یہاں سے سمندر قریب ۶۰ میل ہے مگر سمندر کے چڑھنے اُترنے کا اثر لنڈن تک برابر ہوتا ہے۔ اس طرح سے دن رات میں دو بار دریا بھرا ہؤا۔ جہازوں کی آمد و رفت کے قابل ہوتا ہے۔ مگر باقی وقت میں سوکھا دکھائی دیتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر خوبصورت پُل بنے ہوئے ہیں جن میں بعض بڑے مشہور ہیں۔ مگر ایک راستہ دریا کے نیچے سے بھی نکالا ہے اور ایک جگہ زمین دوز ریل دریا کے نیچے سے گذرتی ہے۔ جو دونوں طرف کی ریلوں کو ملاتی ہے

ان عمارتوں اور بازاروں کا ذکر اگر وقت مل گیا پھر کیا جاوے گا۔ ابھی میں چند ضروری باتیں لکھنا مناسب سمجھتا ہوں اور نیچے ایک ایک کر کے ان کا ذکر کرتا جاتا ہوں جس سے یہاں کی لائف پر پوری روشنی پڑے گی۔

ہوٹلوں کی دُنیا

یورپ کو ہوٹلوں کی دنیا کہا جاوے تو درست معلوم ہوتا ہے۔ گلی گلی کوچے بازار بازار میں تھوڑے تھوڑے دُور پر آپ کو کھانے پینے کے لئے جگہ موجود ہے ٹی روم (چائے کی دوکان) وہ ہیں جہاں آپ کو چاء اور اس کے ساتھ کھانے کو مٹھائیاں اور بسکٹ کیک وغیرہ مل جاتے ہیں۔ بار وہ ہیں جہاں شراب پیتے ہیں وہ اکثر کھڑے ہی پینے کا رواج چلا آتا ہے۔ رسٹارنٹ (آرام گاہ یا وشرانتی گرہ) اس جگہ کا نام ہے۔ جہاں کھانے اور پینے کی سب اشیا ملتی ہیں انہی کو جو ذرا بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ گرل روم بھی کہتے ہیں۔ ہوٹل وہ ہیں جہاں رہنے کو بھی جگہ ہے اور کھانا بھی ہے۔ یہ ہوٹل بھی اکثر اپنے ساتھ رسٹارنٹ یا گرل روم رکھتے ہیں تاکہ باہر لوگ بھی اگر چاہیں تو کھانا کھا سکیں۔ کسی حصہ ملک میں چلے جاؤ یہ چیزیں آپکو ملیں گی ایک ایک شہر میں اس کی آمد و رفت کے مطابق کئی کئی ہوٹل ہیں۔ دو چند سے بیسیوں سینکڑوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ بڑے ہوٹلوں میں سینکڑوں کمرے ہوتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

۷ سو تک کمروں والا ہوٹل میں نے دیکھا ہے یہ ہوٹل کیا ہیں بنا بنایا گھر موجود ہوتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جہاں آپ گئے۔ سب آرام موجود ہیں۔ ایسے خوبصورت سجے صاف ستھرے کمرے کہیں دوسروں کی تو کہہ نہیں سکتا۔ اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ میرے اپنے گھر میں اتنے سجے سجائے سامان کے ساتھ کمرے نہیں ہیں خوبصورت پیتل کے پلنگ جنمیں گدیلے بچھے ہیں۔ سفید چادر اور صاف ستھرے تکیہ رکھے ہیں۔ کمبل اور ایک رضائی بھی موجود ہے۔ نیچے ان کے چادر ہے۔ جو روزانہ بدلی جاتی ہے۔ ہاتھ منہ دھونے کے واسطے سرد گرم پانی موجود ہے۔ کپڑے رکھنے کپڑے ٹانگنے کے واسطے خوبصورت الماریاں کرسیاں۔ میز۔ اکثر جگہ گھڑیاں سب موجود ہیں۔ فرش پر غالیچوں کے سوائے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نوکروں کو بلانے کے واسطے بجلی کی گھنٹیاں لگی ہیں۔ کسی جگہ ٹیلیفون پڑے ہیں۔ نہانے کے واسطے پہ خانے کے واسطے علیحدہ کمرے موجود ہیں۔ نہانے کے کمرے میں گرم سرد پانی کے نل چینی کے کے اعلے ٹب تولئے کی چادریں۔ بعض جگہ تولئے کے کوٹ صابن وغیرہ سب موجود ہوتا ہے۔ پہ خانہ میں تولیا کاغذ موجود ہے ہم کو صرف کاغذ تو درکار ہوتا نہیں اس واسطے میں علیحدہ پانی بھی لے جاتا تھا۔ کمرے کو گرم کرنے کے واسطے بجلی گیس سٹیم یا کوئلے کی انگیٹھیاں موجود ہیں۔ رات کو پیشاب کی حاجت ہوتی ہے تو اس کے واسطے ایک چوکی کے اندر چینی کے بڑے پیالے آپکے نزدیک موجود ہیں۔ صبح آپ کے کمرے کو سنوارنے والی پری مثال مس اس کو بھی صاف کر دے گی۔ اور پھر ان کے علاوہ مشترکہ بڑے بڑے ہال بیٹھنے کے واسطے لکھنے پڑھنے کے واسطے۔ ناچ کے واسطے سگرٹ قہوہ پینے کے واسطے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کے کمرے میں اخباریں پڑی ہیں۔ میزیں علیحدہ علیحدہ لگی ہیں۔ ان پر قلم دوات کاغذ لفافے موجود ہیں تمام ہوٹل اعلیٰ سامان سے بھرا ہے سیڑھیوں تک پر مخمل یا غالیچے بچھے ہیں آپ کے ہر ایک حکم کی تعمیل کے واسطے نوکر موجود ہیں۔ جب جاگتا ہے کہہ دیجئے یا نوکر آواز دے گا یا تمہارے کمرے میں اس وقت گھنٹی بجے گی۔ ان کا کرایہ جگہ اور مشہوری کا لحاظ کر کے ۵ روپیہ روزانہ سے ۴۰ روپیہ روزانہ تک ہوتا ہے۔ رہنے کے واسطے ہوٹلوں کے علاوہ کرایہ کے گھر بھی ہوتے ہیں جن کو فلیٹ (FLAT) کہتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

فلیٹ دو قسم کے ملتے ہیں بغیر سجے ہوئے جن میں اکثر وہاں کے رہنے والے لوگ جن کا اپنا سامان ہوتا ہے۔ اور جو مدتوں ایک جگہ رہتے ہیں۔ لیتے ہیں۔ دوسرے سجے ہوئے فلیٹ وہ لوگ لیتے ہیں جن کا اپنا سامان نہیں۔ مگر رہنا دیر تک ہے۔ گویا یہ کرایہ کا گھر ہے۔ کئی فلیٹ والے تین ماہ سے کم کرایہ پر نہیں دیتے کوئی ماہواری اور کوئی لوگ جو کرایہ زیادہ رکھتے ہیں۔ ہفتہ پر بھی دیتے ہیں۔ ان میں جگہ زیادہ ہوتی ہے ایک بیٹھنے کا کمرہ۔ ایک سونے کا کمرہ اور ایک پہ خانہ وغسل خانہ یہ تین کمرے تو ضروری ہیں کسی میں زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ نوکر وغیرہ ہوٹلوں کی طرح نہیں ہوتے مگر سامان کافی ہوتا ہے میں نے تقریباً سب طرح کی رہنے کی جگہ دیکھی ہیں ایک ڈیڑھ سو روپیہ ہفتہ وار۔ فلیٹ میں ۲۵ دن رہا اس کے اندر پیانو۔ گراموفون ٹیلیفون۔ بے تار کی تار برقی سب سامان موجود تھے۔

نوکرانی صاف کرنے کے واسطے اور ایک نوکر اور اوپر کے کاموں کے واسطے بھی موجود ہوتا ہے۔ عام طور پر ان کا کرایہ موقع اور سامان کے لحاظ سے ۳۰ روپیہ ہفتہ وار سے لے دو سو روپیہ ہفتہ وار تک ہوتا ہے۔ اکثر باہر کے سوداگر وغیرہ جو وہاں کاروبار کرتے ہیں ۵۰۔ ۶۰ روپیہ ہفتہ وار کا فلیٹ کرایہ پر رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ رہنے کا اور انتظام بھی ہے۔ اور وہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں رہنا ہے اس کا مطلب بھی فلیٹ ہی سمجھ لیجئے۔ وہ ایسے کہ ایک آدمی نے ایک مکان چھوٹا سا کرایہ پر لیا ہوا ہے۔ یا اس کا اپنا ہی مکان ہے جس میں اس کی ضرورت سے زیادہ ایک دو کمرے ہیں تب وہ دوسرے کسی آدمی کو جو زیادہ دیر رہنے والا ہو اپنے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ اس کو وہ دو کمرے مل جاتے ہیں۔ کرایہ لیا جاتا ہے۔ کھانا وغیرہ گھر سے ہی اسکول جاتا ہے جس کا حصہ اس سے لیا جاتا ہے۔ مگر بہر صورت بہت سستا پڑتا ہے۔ اکثر طالب علم اسی طرح رہتے ہیں۔ خرچ کم ہوتا ہے۔ گھروں میں رہنے والے طالب علم قریب دو سو روپیہ ماہوار پر یہاں گذارہ کر سکتے ہیں۔ اس کے آگے کوئی حد نہیں چاہے کوئی جتنا خرچ کرے مگر سیر کے واسطے جو آوے اسکو کم از کم ۵۰۰ روپیہ ماہوار کا اندازہ رکھنا چاہیئے۔ ویسے چاہے جتنا بھی کوئی خرچ کرے یہاں تھوڑا ہی ہے۔ امریکہ کا ایک ایک دولت مند یہاں آکر دن میں ۴۰ ۴۰۔ ۵۰ پونڈ اڑا دیتا ہے۔ دو سو پونڈ روزانہ تک خرچ کرنے والے یہاں آتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہمارے راجے مہاراجے بھی روپیہ لٹانے کے واسطے یہاں آکر خوب خرچ کرتے ہیں۔
پھر عام آدمیوں کی یہاں گنتی کیا ہے۔ ہوٹلوں وریسٹورانٹوں میں کھانا کھانے کا خرچ بڑا ہی مختلف ہے میرا کھانا اکثر آلو۔ مٹر اُبلے ہوئے جن میں نمک مرچ خود ملانا ہوتا ہے روٹی مکھن ہوا کرتا ہے۔ کبھی ایک آدھ چیز اور بھی ویشنو مل گئی تو لے لی۔ اتنی چیز کے واسطے ہی ملنے ڈیڑھ روپیہ سے لے کر دس روپیہ تک ادا کیا ہے اور بھی پیرس میں ایسے ہوٹل ہیں جن میں اوّل داخلہ ہی ایک پونڈ چاہیئے۔ نامی ہوٹل میں خرچ زیادہ ہوگا۔ اور باہر چھوٹی جگہوں میں اس سے بھی کم ہو سکتا ہے۔ جن ہوٹلوں میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ ان میں اکثر ایسے انتظام ہوتے ہیں کھانا کھانے کی جگہ کے بیچ میں ناچنے کے واسطے جگہ چھوڑی ہے۔ باجے بج رہے ہیں۔ ناچ کا باجہ شروع ہوا اور مرد و عورت اپنے جوڑے بنا کر ناچنے لگے۔ جن کے جوڑے نہیں۔ اُنہوں نے اپنے آگے شراب یا قہوہ کا پیالہ رکھ لیا کبھی کبھی ذرا ذرا چُوستے رہے سیگرٹ پیتے رہے اور گھنٹہ دو گھنٹہ جب تک چاہے ناچ دیکھتے رہے۔ کبھی ناچ نہیں تو اعلیٰ باجہ ضرور ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ کبھی راگ بھی ہوتا ہے۔ کبھی کوئی ناچنے والی مس اپنے خوبصورت ناچوں سے حاضرین کو لبھاتی ہے۔
اس ہوٹل کا دام بھی زیادہ ہوتا ہے جیسے بہت خوبصورت سین کھانا برتانے کے واسطے ہوں۔ ان ہوٹلوں اور ریسٹورانٹوں کی عمارتیں شاہانہ نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔ اکثر اعلیٰ کمرے تہ خانہ یا چھت پر ہوتے ہیں۔ جن کے چاروں طرف شیشے لگے ہوتے ہیں۔ نئے آدمیوں کے واسطے کمرے کو بھول بھلیاں بنا دیتے ہیں چھتوں کے نقش و نگار راجاؤں کے محل کو بھلا دیتے ہیں۔ ۶ بجے جب دفتر بند ہوتے ہیں۔ اسکے بعد سے ہی تمام ہوٹلوں ریسٹورانٹوں کے اندر چہل پہل شروع ہو جاتی ہے یہاں کے بہت لوگوں کی زندگی ہوٹلوں کی زندگی ہے۔ جن گھروں میں کھانا پکتا ہے وہ بھی کبھی کبھی تو ضرور کسی نہ کسی ہوٹل میں کھانے کھاتے ہیں۔ متوسط الحال اکثر فلیٹوں میں رہتے ہیں۔ صبح ۹ بجے بریک فاسٹ کھاکر دفتر یا کام پر گئے دوپہر کے کھانے کی چھٹی ہوئی ۱۲ اور ۲ بجے کے درمیان پھر تمام ہوٹل بھرے ہوتے ہیں سب مرد و عورت انہی میں جاکر کھانا کھاکر کام پر لگ جاتے ہیں۔ بیاہے ہوئے مرد و عورت بھی دونوں کسی جگہ کام رہے ہیں ان کو گھر میں پکانے کا وقت نہیں۔ نوکر رکھنے کی توفیق نہیں۔ شام کو چھٹی ہوئی۔ اب آرام عیش کا

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

وقت شروع ہے۔ اعلےٰ اعلےٰ پوشاکیں پہن کر ہوٹلوں اور رسٹارنٹوں میں چلے گئے یا جن کے گھر بال بچے ہیں۔ وہ اکثر گھروں میں بڑے آنند سے یہ وقت گذارتے ہیں اور کبھی کبھی کسی رسٹارنٹ وغیرہ میں بھی۔ ناچ وغیرہ کا لطف اٹھانے آجاتے ہیں۔ ہاں سردیوں میں بہت کم لوگ نکلتے ہیں یہی دن اکثر ہوٹلوں کی زندگی کے ہیں۔ ان کے علاوہ ہزارہا مرد و عورتوں کا آنا جانا بڑے شہروں میں رہتا ہے۔ لنڈن جیسے شہر میں تو لاکھوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ ان سب کے واسطے تو ہوٹل اور رسٹارنٹ ہی ہیں۔ اکثر لوگ جہاں ہوٹل میں رہتے ہیں۔ وہاں صبح کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ اور باقی جہاں کام کرتے کرتے کھانے کا وقت آیا رسٹارنٹ موجود ہیں۔ انہی جگہوں میں اکثر یارانے بھی گانٹھے جاتے ہیں بعض جگہ اسی واسطے مشہور ہیں۔ رات کے ۱۱ بجے تک اور کئی جگہ دو تین بجے تک اس قسم کی رنگ رلیاں جاری رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ سینما۔ تھیٹر وغیرہ جو جانا چاہیں وہ ۸ بجے وہاں سے اٹھ کر ان میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں کے تھیٹر بہت سے دیکھے مگر میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستانی تھیٹر ان سے کئی درجہ بہتر ہوتے ہیں۔ یہاں ابھی تک عاشق معشوقی کے کھیلوں کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ کیسے محبت کرنی کیسے کورٹ شپ کی بات چیت کرنی۔ کیسے آزاد محبت کو جاری رکھنا۔ کیسے ہوٹلوں میں جاکر پرائیویٹ کمروں کے اندر رہنا ان باتوں کے سوائے مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ جن میں اور کچھ ہے بھی وہ اس کے ساتھ سانجھے ہے بدوں اس کے کوئی تھیٹر اعلیٰ تھیٹر بن نہیں سکتا ہے۔ جو کہانیاں دیکھیں ان کا بیان لمبا ہو جاوے گا۔ ورگرنہ بتلاتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اعلےٰ تھیٹر وہ ہیں جس میں تقریباً ننگے ہو کر اعلےٰ ناچ کرنے والی لڑکیاں ہوں فرانس میں تو حد ہو گئی وہاں عام تھیٹروں کے اندر بالکل ننگے ناچ دیکھے۔ صرف نام کے واسطے ذرا کپڑا ہوتا ہے۔ پیرس کے یہ تھیٹر ہر وقت بھرے رہتے ہیں۔ وہاں کے ناچ گھر بیسیوں ایسے ہیں جہاں صرف عیاش مرد و عورت جاتے ہیں۔ جہاں رنڈیاں ہوتی ہیں۔ اور ان سے ناچ کرنے کو لوگ وہاں جاتے ہیں۔ شام سے صبح ۵ بجے تک یہ کھلے رہتے ہیں شرابیں اڑتی رہتی ہیں رنگ رلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ نام بھی کیسے مزیدار ایک جگہ کا نام تھا بہشت میرے منہ سے نکلا۔ مر کر بہشت تو نصیب پتہ نہیں ہو یا نہ ہو اب تو بہشت لوگ دیکھ ہی رہے ہیں پیشہ کی یہاں اجازت ہے اور یہ مشہور ہے کہ دنیا میں کسی جگہ وہ باتیں نہیں ہوتیں جو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

یہاں ہوتی ہیں۔ مکانات میں رہنے کے علاوہ بازاروں میں گھومنے والی بے شمار رنڈیاں ہیں جو اپنی تجارت میں پوری ماہر ہیں۔ زیادہ تفصیل صرف گندگی کو پھولنا ہے۔

ستھرے کی بات

کھانا پینا اور عیش اڑانا

یورپ میں آکر ہی دیکھی اور جن کے اندر یہ خواہشات ہیں ان کے واسطے پیرس لنڈن سے بڑھ کر کوئی جگہ نہیں اور کئی ہندوستانی بھی ہم نے یہ کہتے سنے کہ بس روپیہ ہو تو ہم یہیں بیٹھے رہیں کئی کہتے ہیں کہ ہم تو اب سال کے سال آیا کریں گے۔ اور کئی واقعی سال کے سال عیش اڑانے آتے ہیں۔ بیسیوں قسم کے گوشت و کباب بیسیوں قسم کی شرابیں اور اس کے ساتھ عورتوں کا کوئی گھاٹا نہیں۔ میں نے ایک دن ایک پولیس مین سے جب کہ ٹریفک بہت نہیں تھا بات چیت شروع کی۔ میں نے کہا کہ اگر رات کو کسی آدمی کو جگہ نہ ملے تو وہ کیا کرے تو اس نے کہا کہ ایسے آدمی کو ہم کسی سوسائٹی میں جیسے مکتی فوج وغیرہ میں رات کے واسطے بھیج دیتے ہیں۔ میں نے کہا ابھی ایک آدمی ملا وہ مجھ سے مانگ رہا تھا کہ رات کے سونے کا کمرہ حاصل کرنے کے واسطے مجھے دو اور وہ کہتا ہے کہ پولیس مین ہماری کچھ مدد نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہم گرفتار کریں گے۔ اس نے کہا ایسے لوگ بدمعاش کئی مانگتے پھرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مانگنا تو انگلستان میں منع ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کو پتہ لگے تو ہم گرفتار کر لیتے ہیں۔ مگر میں نے کہا کہ بعض لوگ بازاروں میں کھڑے ہیں۔ گلے میں ایک فیتہ کے ساتھ بکس باندھ کر ڈالا ہوا ہے۔ جس کے اوپر نقدی ڈالنے کا سوراخ ہے۔ اس کے اوپر لکھا ہوا ہے اندھا یا بالکل اندھا یہ زبان سے تو نہیں زبان حال سے مانگ رہے ہیں اور ہم دیتے ہیں۔ کہا اندھوں کی بات اور ہے۔ میں نے کہا بازار میں میں نے اور بھی دیکھے ہیں کوئی ایک باجہ بجاتا ہے۔ کوئی باجے کی مشین لئے پھرتا ہے۔ اور باجہ بجانے کے بعد ٹوپی ہاتھ میں لے کر سب کے سامنے کرتا ہے۔ کوئی کسی ہجوم کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ کاغذات کاٹ کر خوبصورت شکلیں بات کی بات میں ہاتھ سے بنا دیتا ہے۔ اور ٹوپی پھرتا ہے کوئی بازار میں بیٹھا فرش پر چاک سے تصاویر بناتا ہے اور ٹوپی سیدھی کر کے رکھی ہے یا شکلیں بنانے کے بعد ٹوپی ہاتھ میں لے کر بیٹھا ہے۔ کئی بوڑھے مرد

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

عورتیں یا غریب لوگ ہاتھ میں دیا سلائی کی ڈبی یا ایسی ہی کوئی چیز رکھتے ہیں وہ صرف دکھلاوا ہے لوگ ویسے ہی ان کو کچھ دے جاتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ منہ سے کچھ نہیں کہتے اور ہمارے جیسے ملک کی طرح کوئی بھی تنگ نہیں کرتا مگر مانگنا تو یہ بھی ہے اس نے جواب دیا کہ کچھ تو وہ لوگ اپنا ہنر دکھاتے ہیں۔ اس واسطے ہم پرواہ نہیں کرتے۔ ہاں راستہ رُکے تو ہٹا دیتے ہیں میں نے کہا اچھا یہ جانے دو۔ یہ تو بتلاؤ کہ ہم سنتے تھے کہ انگلستان میں کوئی عورت پیشہ نہیں کر سکتی اور یہ اس کی دوسرے ملکوں سے خوبی ہے۔ مگر یہاں تو جھنڈ کے جھنڈ

پیشہ ور عورتوں کے

پھر رہے ہیں۔ جو راہ چلتوں کو بلا لیتی ہیں تو اس نے کہا کہ کیا ہم نہیں جانتے۔ ہم ان سب کو جانتے ہیں۔ وہ دیکھو سامنے جو پانچ چھ گرل جا رہی ہیں وہ سب رنڈیاں ہیں مگر ہم کیا کریں۔ ہم کوئی کیس لے جاویں تو جج چھوڑ دیتے ہیں۔ پولیس ایسے کیس کوئی عدالت میں لے جانا نہیں چاہتی۔ جس کے لئے وہ سزا نہ دلا سکے۔ ہمارے لئے تو تب کیس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بلاویں اور مرد انکار کرے مگر یہ کبھی ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ کسی کو کسی کے ساتھ بات چیت کرتے کون پکڑ سکتا ہے۔

لنڈن کی بعض گلیوں میں کسی کونے لگی جگہ بہ جگہ یہ عورتیں کھڑی رہتی ہیں۔ آدمی جاتے ہیں اور وہ ان سے بات چیت کر کے ہوٹلوں میں جا کر ایک کمرہ لے لیتی ہیں یا ایک دوسرے کے فلیٹ میں چلے جاتے ہیں۔

ان پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بہت سی اور ہیں جن کو پیسہ سے مطلب نہیں مگر صرف عیش پرستی کی شوقین ہیں وہ بھی پھرتی ہیں اور ایسے ہی شوقین لڑکے بھی پھرتے ہیں جو بڑی جلدی آپس میں دوست بن جاتے ہیں۔ لڑکی کو جب ماں باپ آزادی دیدیتے ہیں۔ اور ان کے بال باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تب سے خاوند مل جانے کے عرصے تک کئی لڑکیاں خراب زندگی بسر کرتی ہیں۔ لاکھوں لڑکیاں جو دفتروں میں کارخانوں میں کام کر رہی ہیں اپنی روزی کماتی ہیں۔ اور آزاد ہیں۔ مگر شادی شدہ نہیں ہیں۔ ان کو تفریح کے واسطے کوئی ساتھی ضرور چاہیئے۔ اور کئی صورتوں میں ممکن ہے کہ نئے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سے نیا ساتھی ملتا ہے اس واسطے ۷، ۸ بجے شام کے لڑکے و لڑکیاں گھومتے ہیں اور ساتھی پا لیتے ہیں۔ ان لڑکیوں کو جن کی تنخواہ تھوڑی ہوتی ہے کچھ مدد بھی مل جاتی ہے کیونکہ ساتھی کو ہی اس کی خوراک وغیرہ کا بل ادا کرنا ہوتا ہے۔ ع۱۱

ع۱۱ یہاں پر مہاتما گاندھی کا ایک مضمون خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ جو ان کو بیرسٹری کی تعلیم کے وقت ولایت میں پیش آیا دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور خوفناک ہے۔ یہاں پر میں آگے سے بھی زیادہ قصوروار تھا اور ساتھ ہی میں نڈر۔ وہ ہوشیار تھا۔ اپنی ماں کے سامنے کی ہوئی پرتگیا کی ڈھال بھی میرے پاس تھی۔ مگر اس وقت میں ولایت میں تھا۔ جس مکان میں ہم لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس مکان کی مالکہ ایک قسم کی رنڈی تھی۔ اس کے ساتھ ہم تاش کھیلنے لگ گئے۔ ان دنوں میں تاش کھیلا کرتا تھا۔ آغاز تو بہت پاک تھا۔ اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ مکان کی مالکہ اس طرح روزی کماتی ہے۔ مگر جیوں جیوں کھیل کا رنگ جمنے لگا۔ تیوں تیوں ہمارا رنگ بھی بدلنے لگا اس عورت نے تہذیب سے گری ہوئی حرکات شروع کیں۔ میں اپنے دوست کو دیکھ رہا تھا کہ وہ تہذیب کے دائرہ سے باہر جا رہے ہیں۔ اسے دیکھ کر للچایا۔ اور میرا چہرہ تمتمایا۔ برے خیالات زور پکڑ گئے تھے مگر "جاکو راکھے سائیاں مار سکے کوئی" آرام اس وقت میرے منہ میں تو نہیں تھا۔ مگر دل کا مالک تھا۔ میرے منہ میں تو تہذیب سے گری ہوئی باتیں نکلیں۔ اس دوست نے میری طرف دیکھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں کئی بار ایسے موقع سے کس طرح بچ گیا ہوں۔ مگر اس وقت انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ میری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر اسی طرح زیادہ رات گذر گئی تو میں بھی ان کی طرح گراوٹ کے گہرے گڑھے میں گر پڑوں گا۔ نفس پرست لوگوں میں بھی اچھے خیالات ہوتے ہیں اس بات کی واقفیت مجھے پہلے پہل اسی وقت ہوئی میں ان سے عمر میں چھوٹا تھا۔ رام نام ہی کے ذریعہ سے میری مدد کی۔ انہوں نے بڑے پریم سے کہا "موہنیا" موہن داس ہوشیار رہنا۔ میں تو گر چکا ہوں۔ مگر تمہیں گرنے نہیں دوں گا۔ اپنی ماں کے سامنے کی ہوئی پرتگیا کو یاد کرو۔ یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ یہاں سے بھاگو۔ اپنے بچھونے پر چلے جاؤ۔ اور تاش رکھ دو"

میں نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔ یہ یاد نہیں ہے۔ میں نے تاش رکھ دی۔ شرم سے منہ لال ہو رہا تھا چھاتی دھڑکنے لگی۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا بستر سنبھالا۔ سیج کو اٹھا۔ اور رام نام شروع کیا۔ من ہی من میں کہنے لگا "کون بچا۔ کس نے بچایا" دھن بچ گیا۔ دھن ماتا دھن پتا دھن بالم" اگر میرے دوست نے مجھے رام کی پریرنا سے نہ بچایا ہوتا۔ تو میں آج کہاں ہوتا؟ اب اگر ساری دنیا مجھے یہ کہے کہ رام یا ایشور نہیں ہے تو میں اسے جھوٹا کہوں گا۔ اگر اس خوفناک رات کو میں گر چکا ہوتا۔ تو آج ستیہ آگرہ کی لڑائیاں نہ لڑتا۔ چرخہ کی پوتر آواز کا پرچار نہ کرتا۔ آج میں اپنے آپ کو کروڑوں استریوں کے بیچ میں بے خوف بالکل ایک چھوٹے لڑکے کی طرح بے خطرہ پاتا ہوں۔ میں ان سے بھاگتا اور وہ مجھ سے بھاگتیں۔ اپنی زندگی کا سب سے خطرناک واقعہ میں اس موقع کو سمجھتا ہوں۔ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر میں نے انہیں دیا۔ ہی بچا۔ رام کے دور جا کر بھی رام کے درشن کیے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بعض واجب طور پر خاوند ڈھونڈنے کے واسطے بھی اپنے ساتھی ڈھونڈتی ہیں۔ مگر عیاش لوگ ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایک دن ایک پنجابی صاحب جو میرے واقف ہو گئے تھے۔ مجھے ملے۔ ان کے ساتھ ایک مس تھی ملتے ہی مجھے پہلے یہ کہا کہ اس کو یہ نہ کہنا کہ میں بیاہا ہوا ہوں۔

ولائت میں قاعدہ ہے کہ لڑکا لڑکی اپنی بیوی و خاوند خود ڈھونڈتے ہیں۔ اس واسطے کوئی کسی کے ساتھ پھرے اس میں کوئی اچنبھہ نہیں ہے جیشیوں تک کے ساتھ لڑکیاں پھر رہی ہیں۔ اور اس آزاد ملک میں کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا ہے۔ اور یہ بھی عجیب بات ان لوگوں میں دیکھی ہے کہ ایک دوسرے سے سروکار نہیں ایک ہی باغیچہ میں دو کہیں بیٹھے ہیں۔ دو کہیں بیٹھے ہیں، چار کہیں گلے میں کمر میں، باہیں ڈالی ہیں اور راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں۔ خوب ملے ہیں دوسرے پاس سے گذر رہے ہیں۔ نہ ان کو ان کی خبر ہے نہ وہ ان کی پرواہ کرتے ہیں۔ کورٹ شپ کا زمانہ اکثر بہت محبت کا ہوتا ہے۔ شادی میں جن کی محبت ویسی ہی رہے وہ خوش قسمت جوڑے ہیں۔ اور سب کے سامنے کورٹ شپ کے زمانے میں محبت کرنا کچھ برا نہیں جو نیک لڑکے و لڑکیاں ہیں۔ جن کے اندر کوئی برائی کا خیال ہی نہیں ہوتا وہ بھی کورٹ شپ میں ایک دوسرے سے ایسے ہی پریم سے رہتے ہیں۔ اور پھر اگر ایک دوسرے کو پسند نہ کریں تو منگنی ہونے کے پہلے ہی ایک دوسرے کو چھوڑ کر دوسرے ساتھی ڈھونڈ سکتے ہیں مگر کبھی کورٹ شپ میں حد سے بھی گذر جاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر ایسے مقدمے بھی میں نے اخبار میں پڑھے کہ عورت مرد پر دعویٰ کرتی ہے۔ کہ یہ شخص شادی کے وعدہ سے میرے ساتھ رہا اب میرے بچہ ہو گیا ہے۔ مگر یہ شادی نہیں کرتا ہے۔ اتنا ہرجانہ وغیرہ دلایا جائے۔ پچھلے دنوں ایک آدمی کو پھانسی کی سزا ہوئی ہے۔ جو کہ اپنی عورت ہوتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو کنوارا کہہ کر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اور آخر ایک لڑکی کو دولت کی خاطر اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دبا دیا اور دوسرے ہی دن دوسری لڑکی ساتھ لایا جب ملنے پر معلوم کی اور بات نکل گئی۔ مدتوں تک اخبارات میں اس کے بیانات نکلتے رہے ایک اخبار میں مضمون تھا عورتیں ہون کو کیوں پسند کرتی تھیں۔ انگلستان میں مردوں سے عورتیں زیادہ ہیں اور کئیوں کو خاوند ملتا ہی نہیں۔ کئی خود بھی شادی کے جھنجھٹ پسند نہیں کرتیں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اس سے بڑی تعداد کو ایسے ہی اِدھر اُدھر پھرنا پڑتا ہے۔ طرز زندگی ایسا ہے کہ روز بروز کے اخراجات کے واسطے بہت کچھ چاہیئے۔ نوکری کرنے کے باوجود کافی نہیں بنتا ہے اس سے بھی کئیوں کو آزاد زندگی میں پڑ جانا پڑتا ہے۔

آپ سُن کر حیران ہونگے کہ کئی عورتیں جو پیشہ ور ہیں بیاہی ہوئی ہیں جن کے خاوند زندہ ہیں مگر یا تو وہ خاوندوں کو چھوڑ چکی ہیں یا خاوند ان کو چھوڑ گئے ہیں طلاق اس واسطے نہیں کہ اس پر کافی خرچ ہوتا ہے۔ قریب ۵۰ پونڈ طلاق حاصل کرنے کے واسطے چاہیئے بال بچے ہیں۔ نوکری ۳-۴ پونڈ ہفتہ مل سکتی ہے۔ اس سے گذارہ نہیں ہوتا۔ تب بدنامی کی زندگی شروع کر دیتی ہیں۔ اِن کے اندر بدمعاشی کے خیالات بھی ہوتے ہونگے صرف یہی وجہ اس جنسی پیشہ کے واسطے نہیں ہو سکتی ہے۔

لنڈن سے باہر بھی تقریباً ہر جگہ یہی حال دیکھا ہے۔ برمنگھم میں تو میں حیران ہو گیا وکٹوریہ سکوئیر کے ارد گرد اتنی اس قسم کی عورتیں پھر رہی تھیں کہ لنڈن کو مات کر رہی تھیں۔ کئی مقامات پر لڑکے اور لڑکیاں اتنی آزادی سے ایک دوسرے کو اشارے مخول وغیرہ کرتے پھرتے ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ہائیڈ پارک کے حالات کہنے کو قلم چلتی نہیں ہے۔ سچ پوچھو جو کچھ دیکھا سُنا ہے بعض انگریزوں سے بات چیت کرنے سے معلوم ہوا کہ زیادہ آزادی جنگ کے بعد سے شروع ہوئی ہے۔ اور اچھے گھروں میں تو اب تک لڑکی کو اکیلے باہر جانے نہیں دیتے ہیں۔ اور ایسے لڑکوں کے ساتھ ہی کورٹ شپ کرنے کی اجازت دیتے ہیں کہ جن کو وہ خود جانتے ہیں۔ مدت العمر تک لڑکے لڑکیوں کو عورت مرد کے تعلقات کا بھی پتہ نہیں ہوتا ہے۔ بعض میں ایسی صادق محبت ہوتی ہے۔ کہ اس کی مثالیں ڈھونڈھنے سے ملنی مشکل ہیں۔ عورت محبت کرتی ہے۔ مرد پیچھے شادی سے انکار کر دیتا ہے۔ عورت اپنی جان قربان کر دیتی ہے۔ ایسے ہی مرد اپنی محبوبہ کو نہ پاکر بعض اوقات کچھ نہ کچھ کر بیٹھے۔ پچھلے دنوں ایک لڑکا بیمار ہو گیا بستر مرگ پر پڑے ہوئے اس نے سویٹ ہارٹ (سویٹ ہارٹ اس وقت تک مرد و عورت کے واسطے نام ہوتا ہے۔ جبتک وہ محبت کر رہے ہیں۔ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے) نے درخواست کی کہ اسکی شادی اس کے ساتھ ہو جاوے پادری نے شادی کر دی پیچھے تنقیح نکلی کہ گرجے میں شادی نہیں ہوئی۔ یہ اصلی شادی نہیں مگر عورت نے جواب دیا تم مانو یا نہ مانو میں تو مانتی ہوں میں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

Sweetheart

تو اسی کی بیوہ کہلاؤنگی۔

ایک شخص کا پولیس مین نے چالان کیا کہ اس نے اپنی عورت کو ہتھوڑے سے مارا ہے۔ نشان بھی تھے۔

عورت جب گواہی کے واسطے آئی تو اس نے کہا کہ یہ میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے بڑا نیک خاوند ہے یہ میری غلطی تھی۔ میں نے ہی پہلے جھگڑا شروع کیا تھا اور میں نے اس کی طرف نمکدانی اُٹھائی تھی۔ جب اس نے بھی بچاؤ کے واسطے ہتھوڑا چلا یا۔ جج نے کہا تمہاری وفاداری پر آفرین ہے مگر اسکو ایک ماہ کی قید کرہی دونگا عورت روتی چلاتی باہر آگئی۔

محبت کرنے والوں کی شادی اکثر بڑی خوشی کی زندگی ہوتی ہے۔ بال بچوں سے اور خاوند سے صادق محبت ہوتی ہے۔ دفتر بند ہونے کا وقت ہوا عورت آگئی دونوں اکٹھے پریم سے گھر پہنچے ایک دوسرے پر قربان۔ ایک دوسرے کے سکھ دُکھ کے پورے ساتھی۔ مگر خوبی کہو یا برائی ایک بات ان لوگوں میں یہ ہے کہ یہ خوش رہنا چاہتے ہیں اور جب پتہ لگے کہ وہ اس زندگی سے خوش نہیں یا ان میں آپس میں محبت نہیں یا کسی کی دوسرے مرد یا عورت کے ساتھ محبت ہو گئی ہے تو جھٹ طلاق لے لیتے ہیں۔ اس خوشی کی تلاش میں بعض کئی کئی شادیاں کرتے ہیں۔ نیوز آف دی ورلڈ نامی اخبار میں آپ کی چانس نامی ایک ایکٹرس کا حال چھپا۔ اس کا عنوان اخباروں نے رکھا تھا "کام دیکھنے غلط تیر"۔ زیادہ تفصیل کی کیا ضرورت ہے۔ اس عورت نے ۹ دفعہ شادی کی ہے۔ کچھ مدت کے بعد طلاق ہو جاتا ہے اور نیا خاوند تلاش کیا جاتا ہے۔ مگر ابھی تک شاید اس کا رس سے شادی کے بعد پورے طور پر ملا نہیں ہے۔ اخبار والا ایک شخص کا نام لکھتا ہے جس کی ۱۹ کروڑ کی جائداد تھی مگر اس سے بھی ایک سال کے اندر طلاق ہو گیا۔ مغربی تہذیب کو بعض لوگ ہندوستان میں لانا چاہتے ہیں۔ ان کو سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہئے۔ ہندوستان کے حالات کے مطابق شاید یہ نہیں ہے۔ اچھے بُرے سب دُنیا میں موجود ہیں اور ایسے ہی یہاں بھی ہیں مگر ادھر کی سیر سے میرا عام خیال ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں جنسی اخلاق گھٹیا درجے پر ہے بہت باتیں لکھنے والی ہیں۔ مگر میں لکھ نہیں سکتا۔ مگر کاروباری اخلاق بہت اعلیٰ اور بہت بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے کاروبار کے طریقوں کو اگلے خط میں لکھتا ہوں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

یورپ کی سیر

خط نمبر ۹

میں نے اپنے پچھلے خط میں لنڈن کے لوگوں کے کچھ حالات لکھے تھے۔ وہ ناظرین کو یاد ہی ہونگے۔ ولایت کے لوگوں کی زندگی یوں تقسیم ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ۸ گھنٹے کام۔ ۸ گھنٹے تفریح اور ۸ گھنٹے نیند۔ ۱۲ بجے سو کر سات آٹھ بجے چند ضروریات سے فارغ ہو کر کھا پی کر ۹ بجے کام میں لگ جانا یہاں کا روبار کم و بیش ۹ بجے شروع ہو کر ۶ بجے تک جاری رہتا ہے بیچ میں کئی جگہ تو ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک کام بالکل نہیں ہوتا ہے۔ مگر عام یہ ہے کہ کام کچھ جاری رہتا ہے۔ نصف نوکر چاکر ۱۲ بجے سے ایک بجے تک۔ اور نصف ایک بجے سے ۲ بجے تک لنچ (دوپہر کے کھانے) کے واسطے جاتے ہیں۔ چار بجے چاء دفتر کے اندر ہر ایک کی میز پر آجاتی ہے۔ ۶ بجے کل دفتر و دکانیں بند ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد آپ کوئی چیز خرید بھی نہیں سکتے۔ سوائے چند خاص دکانوں کے جو اس وقت کھلتی ہیں۔ کہیں ایک آدھ کیمسٹ کی دکان کھلی نظر آتی ہے۔ ہاں اس کے بعد ہوٹلوں۔ قہوہ خانوں شراب خانوں ریسٹارنٹوں۔ کا یونٹوں۔ تھیئٹروں۔ ناچ گھروں وغیرہ میں رونق لگ جاتی ہے۔ اور ۶ بجے شام سے لیکر قریب ۱۲ بجے رات تک تفریح کا وقت ہے۔ اب اعلیٰ اعلیٰ ڈریس پہنکر اپنے اپنے خیالات درجے کے مطابق تفریح کے واسطے نکلتے ہیں۔

کاروبار کے وقت یہ لوگ اتنے مستعد نظر آتے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ اس وقت ان کو کچھ سوجھتا نہیں ہے۔ سب دل لگا کر کام کرتے ہیں۔ لڑکیاں[1] میں نے

---

[1] یہاں دفتروں وغیرہ میں کام کرنے والی عورتوں کو چاہے وہ بیاہی ہوئی بھی ہوں۔ گرل ہی کہتے ہیں جبتک بیاہ نہ ہووے تب تک بھی ہر عورت گرل ہے پیشہ ور عورتوں کو بھی اسی واسطے گرل کہتے ہیں یہاں کے ہندوستانیوں نے گرل کا ترجمہ لڑکی کیا ہوا ہے پنجابی اپنی زبان میں کُڑی ہی بولتے ہیں میں لڑکی ہی لکھتا ہوں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دفتروں میں مردوں سے زیادہ کام کرتی دیکھیں اور بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ کسی صورت میں مردوں سے کم نہیں بلکہ بعض زیادہ کام کرتی ہیں۔ مجھے ایک دفتر کے مالک نے بتلایا کہ دفتر کے روزانہ ایک ہی طرح کے ہونے والے کاموں میں لڑکیاں زیادہ کام دیتی ہیں۔

ایک کارخانہ میں لڑکیوں کو ڈبے پیک کرتے ہوئے دیکھا میرا خیال ہے۔ کہ میرے اپنے دفتر کے ہم پیکر اس ایک لڑکی کے برابر پیک نہیں کر سکتے معلوم نہیں ہوتا کہ ہاتھ چلتے ہیں یا مشین سیگرٹ لپیٹنے والی ایک ایک لڑکی کا ہاتھ کمال پھرتی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ کہیں جاؤ۔ یہ لڑکیاں مشین کی طرح کام کر رہی ہیں۔ سب دفتر یا کارخانہ داری مقامات بند رہتے ہیں۔ جو کوئی جاوے اول دروازے پر ایک لڑکی سب کام کاج پوچھ کر جہاں بھیجنا ہوگا بھیجدے گی۔ دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ کسی کارخانہ میں کسی دفتر میں آپ یکایک داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ اگر کسی نے سہولیت کے واسطے مقرر کر دیا کہ اندر پوچھ کر جاتا ہے تو لوگ طعنے دیتے ہیں۔ وہ بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ اب اس کے دروازے پر سپاہی رہتے ہیں۔ یہاں چھوٹا ہو بڑا ہو سب کا یہی قاعدہ ہے۔ اور اسی سے کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔

سنتشیات کو چھوڑ کر کام کے وقت جی توڑ کر کام میں لگنے اور تفریح کے وقت کام بھول جانے کی خوبی ان لوگوں میں کمال درجے پائی۔

ہماری غریبی ہم سے سب کچھ کراتی ہے۔ مگر اکثر وجہ سے بیجا محبت یا سمجھ کی کمی بھی ہماری بدنظمی کا باعث ہے۔ کام کرنے والے اپنے کام میں محو ہوتے ہیں کہ ان کو گھر بار دین دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ دکاندار بیچارے صبح سے لے کر رات اس وقت تک کام کرتے ہیں۔ جہاں تک اُنہوں نے گھر جا کر نہیں سے روٹی کے دو چار لقمے زہر مار کر کے سو ہی نہیں جاتا ہے۔ عورت کی سُدھ نہ بال بچوں کی خبر۔

دوسری طرف تفریح میں جو پڑتا ہے وہ کام بھول جاتا ہے۔ وہ عیش پرستی میں ہی مر جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو تباہ کر دیتا ہے جن کے پاس بڑوں کی جائیداد ہے اور کام کوئی نہیں وہ یا عیش پرستی میں سب کچھ اُجاڑ جاتے ہیں یا سُست پڑے رہتے ہیں۔ اُدھر کام خوب کرتے ہیں۔ مگر کام کے وقت اور کام سے زیادہ اپنی محنت

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اور اپنی خوشی کا خیال رکھتے ہیں۔ ۶ بجے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بھول جاتے ہیں۔ اور سنیچروار تو ۱۲ و ۲ بجے کے درمیان سب دفتر اور دوکانیں بند ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ اپنے اپنے شوق کے مطابق سنیچروار کا آدھا دن اور اتوار کا سارا دن تفریح و سیر میں گذارتے ہیں۔ اور کوئی سمندر کے کنارے چلے جاتے ہیں۔ کوئی کسی صحت گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ کوئی باغوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیش مناتے ہیں کوئی کسی کھیل کود میں شامل ہو جاتے ہیں یا اس کو دیکھنے جاتے ہیں۔

کسی نہ کسی کھیل کا شوق

یہاں ہر شخص کو ہے اور ہر ہفتہ میں ایک دو دن وہ ضرور صرف کرتا ہے کسی بیرونی کھیل کود میں شامل ہونا یہ صحت کے واسطے ضروری سمجھتے ہیں۔
کسی کو کرکٹ کا شوق ہے۔ کسی کو شکار کی لگن ہے کوئی کشتی رانی کو پسند کرتا ہے کوئی گالف کھیلتا ہے۔ کوئی گھوڑ دوڑ۔ کوئی ٹینس۔ کوئی تیرنے میں وقت گذارتا ہے۔ کچھ نہیں تو باہر جا کر باغ میں سمندر کے کنارے ہنسی کھیل میں دن گذارنا ضروری ہے۔ یہاں ہر شخص سے مراد میری مرد و عورت دونوں ہیں۔ عورتیں یہاں ہر کام میں مردوں سے کچھ پیچھے نہیں رہتی ہیں۔ ٹینس۔ گھوڑ دوڑ۔ کشتی رانی تیرنا سب میں بڑی مشتاق عورتیں موجود ہیں۔ امیر گھروں کی لڑکیاں جن کو کام کرنا نہیں پڑتا ہے۔ وہ اکثر اسی قسم کے شوق میں وقت گزاری کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں کاوس ایک مقام ہے وہاں مرد و عورتیں دوسرے مقام تک جو ۵ میل ہے تیرتے گئے ایک عورت ۱/۲ ۷ میل تیری ہے۔ پانی میں بڑی اونچائی سے چھلانگ مارتی ہیں۔ پانی میں کودنا یہاں کمال صفائی سے ہوتا ہے۔ میں حیرانی سے ان کو دیکھا کرتا ہوں۔ مگر ہاں کبھی ان کو میں بھی حیران کیا کرتا ہوں۔ مجھے ایسا تیرنا آتا ہے کہ پالتی مار کر پانی کے اوپر بیٹھا رہوں ہاتھ پاؤں کچھ نہ ہلاؤں جب تک چاہوں پڑا رہوں یا بات چیت کرتا رہوں۔ مجھے کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ جب میں اس طرح سے تیرتا تو وہ بھی حیرانی سے سب دیکھنے لگ جاتے تھے۔
کرکٹ۔ گھوڑ دوڑ۔ ٹینس وغیرہ کی خبریں تقریباً روزانہ اخباروں میں چھپتی رہتی ہیں۔ کئی اخباریں صرف انہی خبروں کے واسطے ہیں بہت شامل ہوتے اور بہت دیکھنے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کا شوق رکھتے ہیں۔ گھوڑ دوڑ میں جوا کھیلنے کا بھی شوق ہے۔ اس واسطے بھی کئی ان جرنل کو پڑھتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ کھیل کود کا شوق عام پایا جاتا ہے اور ہفتہ میں ایک آدھ دن اپنے خیال کو پورا کرتے ہیں۔ ورگرنہ ناچ تو ان کی زندگی کا ضروری جزو ہے۔ جن کے اندر ورزش کافی ہو جاتی ہے اور تھیئٹر سینما۔ رسٹارنٹ قہوہ خانہ باغ ان کی موج اڑانے کو کافی ہیں۔

لنڈن کی بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ اس کے اندر جہاں تہاں باغ ہیں۔ تین میل لمبا ہائیڈ پارک شہر کے عین بیچ میں ہے۔ وکٹوریہ گارڈن کنگسٹن گارڈن سینٹ جیمز گارڈن سب بیچوں بیچ ہیں اور چھوٹے چھوٹے باغیچے تو جدھر جاؤ ملتے ہیں۔ کئی ارد گرد کے لوگوں کے مشترکہ ہیں۔ وہاں عام لوگ نہیں جاتے جو صرف وہاں کے رہنے والوں کے واسطے ہیں۔ رخصت کے دن بڑے باغوں میں ایک رونق لگی ہوتی ہے۔ آج کل تو ہر شام کو بھی میلہ ہی ہوتا ہے۔ جوڑے ہی پھرتے نظر آتے ہیں۔ کوئی معمولی طور پر اور کوئی حد سے گزرے ہوئے اکٹھے لیٹے رہنا۔ باہیں ڈال کر گھومنا یا بیٹھنا اور وغیرہ تو حد کے اندر باتیں ہیں۔

مرد بغیر عورت اور عورت بغیر مرد

کے یہاں اپنے آپ کو سخت تنہا سمجھتا ہے۔ ان کی زندگی کا رجحان یہ ہے کہ ہمیشہ جوڑہ رہے۔ کہیں جاویں جوڑہ جاویں یہی وجہ ہے کہ اسی اسی سال کے بوڑھے بوڑھیوں کی بھی شادیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن کے کوئی ساتھی نہ ہو وہ اپنے کسی رشتہ دار عورت یا کسی دوست کی عورت کے ساتھ بھی جاتے ہیں۔ وہاں صرف ساتھ کا خیال ہوتا ہے۔ کوئی برا خیال نہیں ہوتا۔ عورت کے واسطے ماں بہن کا خیال یہاں ایک اچنبہ ہے۔

ہم لیکچروں میں بہنو اور ماتاؤ وغیرہ الفاظ کہہ دیتے ہیں۔ یہاں کہدو تو لوگ مخول سے ہنس پڑیں۔ پادری کوئی کوئی کہہ دیتا ہے۔ دوسرے سب لیڈیز اینڈ جنٹلمین ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایک طالب علم نے مجھے بتلایا کہ میرے مکان والی بوڑھی عورت ایک دن بڑی سج دھج کر جب نکلنے لگی تو مجھ سے پوچھا کہ میں کیسی لگتی ہوں۔ میں نے ہندوستانی خیالات میں کہا کہ آپ تو میری ماتا کے برابر ہیں۔ وہ بیوقوف

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کھچا کھچ بھری گئی۔

جن لوگوں کی گھریلو زندگی ہے۔ وہ بھی ۶ بجے بعد بال بچوں میں تفریح کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ رخصت کے دن بال بچوں کو ساتھ لے کر باغوں میں اور سیر گاہوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں کی سیر گاہیں رخصت کے دن سب بھری رہتی ہیں۔

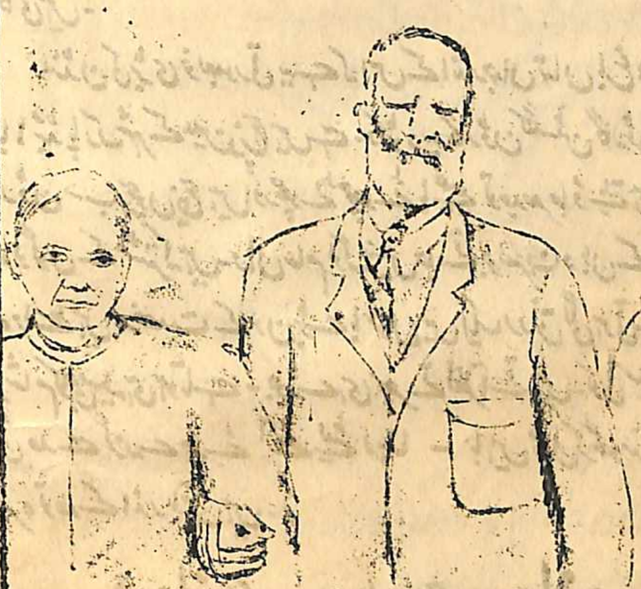

قابل دید مقامات باغ وغیرہ سب جگہ کثرت سے لوگ پھرتے ہیں۔ جدھر جاؤ یہی معلوم ہوتا ہے کہ شہر لوٹ پڑا ہے۔ ذرا ذرا سی بات دیکھنے کے واسطے ٹکٹ مقرر ہوتی ہے مگر پرواہ نہیں۔ کوئی افسوس نہیں کہ چھ آنے دے دیئے اور دیکھا تو کچھ بھی نہیں۔ ایک باغ میں ایک انگور کی بیل ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ بادشاہ ہنری کے زمانہ کی لگی ہوئی ہے ۶ ر اس کے دیکھنے کی ٹکٹ ہے مگر تانتا لگا رہتا ہے۔ بچے بوڑھے جوان مرد اور عورت سب خوش نظر آتے ہیں۔ کام و تفریح میں جب بھی دیکھو ان لوگوں کے اندر

ایک خاص نظام

ہے۔ جو ہمیشہ نظر آتا ہے۔ کتنے بھی لوگ کسی جگہ جمع ہو جاویں کوئی شور و غل نہیں ہوتا ہے کوئی دھکم دھکا نہیں ہوتا ہے۔ ایک جگہ داخل ہونے والے کتنے مرد و عورت بھی ہوں جو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بھی آتا جاوے ایکدوسرے کے پیچھے کھڑا ہو جاوے گا - اور آرام سے چلتے جاوینگے - چاہے پچھلے کو داخل ہوتے کتنا وقت لگ جاوے ذرا بھی کسی مرد و عورت کو آپ سے کوئی چیز لگ گئی تو فوراً "کہنا ہوگا - I am sorry مجھے افسوس ہے" جس کا جواب اکثر یہ ہوتا ہے - "that is alright" "اچھا جو ہوا ٹھیک ہے" ریل میں ٹکٹ گھر میں ہی پایا جاتا ہے - جب تک پہلا کھڑکی سے ہٹتا نہیں پچھلا بولتا نہیں ہے - کسی مکان کا دروازہ آپ نے کھولا ہے پیچھے آپ کے دوسرا آتا ہے - آپ اس کو پکڑ کر اس کو بھی گذارتے ہیں - یہ نہیں کہ چھوڑ دیا اور اس کے ماتھے پر لگا - وہ فوراً کہتا ہے -

Thank you یعنی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں یہ الفاظ شاید سینکڑوں دفعہ ہر روز یہاں کے رہنے والوں کو استعمال کرنے پڑتے ہیں - کچھ بھی ذرا بھی کوئی سہولیت کہ آپ نے دوسرے کو دی ہے وہ فوراً تھینک یو کہے گا - اور اس میں شروع سے ایسی تعلیم ان کو دیجاتی ہے - کہ بچے بھی نہیں بھولتے - ایک غریب گھر میں ایک بچے کو میں نے ۶ آنے دیئے فوراً منہ سے نکلا تھینک یو Thank you ریل میں جاتے ہوئے ایک بچے کو میں نے ایک کیلا دیا - فوراً جواب آیا تھینک یو - اندھے کے بکس میں ایک انی ڈالی کہا تھینک یو - اور تو اور ٹرام وغیرہ میں آپ نے ٹکٹ لئے پیسہ دیا وہ کہتا ہے تھینک یو اور ادھر آپ کو جب ٹکٹ پکڑایا ہے - آپ بھی کہدیتے ہیں تھینک یو - سارا دن "تھینک" اُڑتا رہتا ہے -

دفتروں میں ہوٹلوں میں دکانوں میں - بازاروں میں سیر گاہوں میں سب جگہ ایک نظام ہے - چار سو آدمی ایک ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہوں یہ معلوم نہیں ہوتا - آواز کوئی لگاتا ہی نہیں - جب ویٹر (نوکر) پاس آوے تب ہی اپنی ضرورت بتلائی ہوگی - جب وہ آرڈر لے گیا آپ بیٹھے چاہے اخبار پڑھیں - جب چیز تیار ہوگی لائیگا آپ غل نہیں مچانا شروع کرینگے -

کھانے پینے کے طریقوں میں پوشاک میں اور کئی اور باتوں میں جو فیشن اور پابندیاں مقرر ہیں ساروں کو انہی پر برابر چلنا ہوتا ہے ہم کو تو بعض حالتوں میں سختی معلوم ہوتی ہے میرے دل میں آیا یہ لوگ کس طرح آزاد ہیں - مگر ایک طور پر ہم بھی آزاد ہیں ہمارے جو کوئی جی چاہے پہنے جو جی چاہے کھاوے - جس وقت جیسے مرضی ہو جا کھاوے - خوب دل

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کھول کر آزادی ہے۔ سوسائٹی ساری گرہ پڑی ہے۔

اِن کے ہر کام میں نظام ہے اگر میں ان کی تفصیل لکھنے لگوں تو اس کے واسطے بہت وقت چاہیئے سب سے زیادہ جس سے میں اثر پذیر ہؤا اور جیسی دِل و جان سے خواہش کرتا ہوں کہ ہندوستان بھر میں جاری ہو۔ وہ مجمع کے موقعوں پر اپنی باری لینے کا طریقہ ہے۔ میں نے کئی مشہور تھیٹروں میں دو دو سو گز تک قطار لگی ہوئی دیکھی ہے۔ نہ بازار رُکتا ہے نہ شور مچتا ہے۔ نہ کسی کو نقصان ہوتا ہے۔ سب باری باری اندر چلے جاتے ہیں دھکا کیا ہاتھ بھی زور سے دوسرے کو لگ جاوے افسوس کرنا پڑتا ہے۔ بڑی دکانوں میں جہاں زیادہ آدمی جاتے ہیں۔ ایسے ہی نظام سے آرام سے چلے جاتے ہیں۔ سیرگاہوں میں بھی یہی دیکھا ہے۔

بازاروں میں لڑائی جھگڑا کوئی ہوتا نہیں ہے۔ میں نے صرف ایک شہر میں ایک شراب خانہ میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا پولیس پہنچ گئی۔ اور ان کو ہٹا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ کر دیا۔ اگرچہ ایک چہرے سے خون نکلتا تھا مگر پولیس نے چالان نہیں کیا۔ ان کے کام دھندوں میں بھی نظام ہے۔ ہر قسم کے کام کرنے والوں کی اپنی سوسائٹیاں ہیں جو ان کے مفاد کا خیال رکھتی ہیں۔ ان کی اپنی اخباریں ہیں۔ اپنی کلبیں ہیں۔ ہر قسم کی تجارت کرنے والوں میں آپس میں محبت ہے آپس میں حسد نہیں ہے۔ اکٹھے ہوتے اور اپنے مفاد کی تجاویز سوچتے ہیں کسی پر کوئی مصیبت ہو سب کی مدد کرتے ہیں گھر صاف کرنے والے نوکروں کی بھی کلبیں ہیں۔ بائیسکل چلانے والوں کی علیحدہ کلب۔ موٹر والوں کی کلب علیحدہ میں حیران ہؤا کہ موٹر والوں کی سوسائٹی کتنا کام کر رہی ہے۔ خاص پوشاک میں کئی آدمی نہ صرف شہر میں بلکہ باہر دور دور موٹر سائیکلوں پر پھرتے رہتے ہیں۔ کسی موٹر کو حادثہ ہو جاوے مدد کو تیار ہیں۔ پولیس کے ساتھ جھگڑا ہو جاوے قانون یہ تبلا دینگے۔ ان کے ممبروں کی موٹروں پر خاص نشان ہوتا ہے۔ جس سے وہ جان لیتے ہیں کہ ان کا ممبر ہے اور کسی مقام پر جاتے ہوئے کوئی راستہ بھول گیا تو یہ راستہ تبلا دینگے ہر قسم کی مدد یہ لوگ کرتے ہیں۔

بائیسکل والوں کے برخلاف پولیس نے کچھ کہا کمیٹی کی طرف سے جواب اخباروں میں چھپا۔ قسم کے مزدوروں کی علیحدہ علیحدہ سوسائٹیاں ہیں اس طرح

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کی درجنوں نہیں کوڑیوں نہیں ۔ سینکڑوں سوئیٹیاں ہیں ان کو مل بیٹھنا آتا ہے ۔ ان کے اندر اتفاق ہے اور اس سے یہ پھلتے پھولتے ہیں ۔ لوگ عام طور پر ایماندار ہیں اور ایک دوسرے کی ایمانداری کا اعتبار کرتے ہیں ۔ آپ ٹرام میں بیٹھے کنڈکٹر آپ کے پاس پہنچا نہیں ۔ آپ نے اُترنا ہے اور وہاں ٹکٹ رکھا اور اُتر کر چلے گئے ۔ کنڈکٹر آتا ہے ٹکٹ کاٹ کر پھینک دیتا ہے ۔ وہ بھی ہڑپ کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے ۔ ایکبار میں الیکٹرک ریل میں سوار ہوا ۔ غلط راستہ دور تک چلا گیا ۔ جب ٹھیرنے کا مقام آیا گارڈ نے آکر کہا کہ آپ نے کہاں جانا ہے ۔ فلاں جگہ ۔ تو آپ دوسری گاڑی میں آگئے ہیں وہ اپنے ساتھ لے گیا ۔ ایک اور راستہ سے اس مقام کو روانہ کیا ۔ راستہ میں ٹکٹ کلکٹروں کو بھی کہنا ہوتا تھا کہ میں غلط راستہ چلا گیا تھا ۔ کوئی ٹکٹ نہ پوچھتا تھا ۔

آپ نے ٹکٹ نہیں لیا جہاں اُترے کہہ دیا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں اُتنا ہی کرایہ آپ سے لے لیں گے ۔ اور تو ڈاک کی ٹکٹ آپ سے پھٹ گئی قریب آدھا حصہ بھی کٹ گیا ۔ اور آپ نے کارڈ لفافے پر لگا دی وہ بیرنگ نہیں ہوگا یہی سمجھا جاویگا کہ آپ سے غلطی سے پھٹ گئی تھی ۔

دوکان پر گئے سودا لیا فلاں جگہ بھیجدو بس وہیں سب چیز پہنچیگی ۔ بل دے دیا ۔ آپکو خود فکر ہے ۔ کہ جلدی اس کی رقم پہنچے ۔ جن مکانوں میں یا ہوٹلوں میں رہتے ہیں آپ کے باہر جانے کے بعد نوکرانی آتی ہے ۔ صاف کرتی ہے ۔ آپ کی کوئی چیز گری ہوئی ہو ۔ اٹھا کر رکھ دیتی ۔ اسباب کھلا ہو کوئی ڈر نہیں ہے ۔ ۹۹ فی صدی کبھی نہ کوئی چوری ہوتی ہے ۔ نہ کوئی چیز گم ہوتی ہے ۔

موٹر میں بیٹھے ہیں فلاں جگہ لے چلو ۔ کرایہ بڑھانے کے واسطے آپ کو دور کے راستہ سے نہیں لے جاوے گا ۔ بلکہ جتنا سیدھا راستہ اسکو بل سکے عام طور پر اسی راستے سے لے جاوے گا ۔ ایسی ہی بے شمار باتیں ہیں روزہ دیکھتا ہوں ۔ سب لوگوں کی زبان میں ملائمیت اور مٹھاس ہے ۔ آپ کسی دفتر میں جاتے ہیں تو خندہ پیشانی سے مس آپ کا استقبال کرتی ہے ہوٹل میں رسٹارنٹ میں ہر جگہ نہایت ادب کے ساتھ جی جی کرکے بات کرتے ہیں ۔ ہر ایک کی زبان میں مٹھاس ہے ذرا سی کسی سے بات کی آپ سے وداع ہوتے وقت ادب آداب بجا لاتے ہے ۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

مُلکی محبت

ہر ایک کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے - ہر ایک پڑھا لکھا ہے اور سب کو معلوم ہے - کہ ملک کو اس وقت کس بات کی ضرورت ہے اور کیا کرنا چاہئے کسی کو سکھانے کی ضرورت نہیں ان کو پتہ ہے کہ مُلک کی بہتری کس میں ہے - اس وقت ہوا کا رُخ کدھر ہے - دوسرے ممالک والے لوگوں کے ساتھ خوب تجارت کرینگے مگر اپنے راز کسی کو تلانے کو تیار نہ ہونگے -

ایک آدمی یہاں مجھے ملا جو کہ ایک راجہ کی طرف سے ایروپلین چلانا سیکھنے آیا تھا - وہ کہنے لگا - میں نے بہت ہی کوشش کی ہے مگر کوئی کمپنی والا مجھے نہیں سکھاتا ہے - میں تو حیران ہؤا کہ کارخانے والوں سے بات چیت کرتے بیوپار کرو روپیہ دو مگر جب کہو کہ کارخانہ دیکھنا چاہتا ہوں "مجھے افسوس ہے کہ یہ مشکل ہوگا" ڈائرکٹر سے پوچھنا پڑ گیا - فلاں مسٹر یہاں نہیں ہے -

پیچھے مجھے ان کے گر کا پتہ لگ گیا - فرض کیجئے آپ نے چھپائی کا کارخانہ دیکھنا ہے - دل میں آپ کے پیچھے طور پہ کوئی مشین خریدنا بھی ہے - مگر چھپائی کے کارخانے والا اپنا کارخانہ آپکو دکھاتا نہیں - آپ پریس کی مشین بیچنے والے کے پاس گئے کہ ہم فلاں قسم کی مشین خریدنا چاہتے ہیں - آپ کام ہوتا ہؤا دکھا دیں - تب وہ خود ہی کسی سے انتظام کرکے آپکو دکھا دے گا اسکو تو مشین بیچنی ہے - اب تو وہ کرایہ بھی گرہ سے خرچ کرتا ہے - آرڈر دینے کی اُمید ہو سہی - ملک کی خاطر یہ لوگ اپنے تن من دھن کو نثار کرنے کو تیار ہیں - سوداگر خوب کماتے ہیں اور مرتے ہوئے وصیت میں خاص حصہ اولاد کو دے کر باقی سب ملکی کاموں میں ہسپتالوں سائبریریوں وغیرہ میں بانٹ دیتے ہیں -

اولاد کو لائق بنایا - پڑھایا - لکھایا وہ اپنا کام خود کرے - نہ یہ اپنا روپیہ کسی نیک کام میں لگا دینگے - ان کے ملک کی کسی ننھی سی جان کو بھی کوئی تکلیف دے ان کو اس کا اثر پہنچتا ہے -

دوسروں کے ساتھ بیوپار کرنے میں بڑے پکے ہیں دھوکہ کم دیتے ہیں - مگر یہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جو سُننے تھے کہ دکاندار کبھی جھوٹ نہیں بولتے یہ بات غلط پائی ہے سیلن کی وہ دکانوں کے اُوپر اشیاء بیچنے والے مرد یا عورتیں جو ہوتی ہیں وہ اس کام میں خاص ماہر ہوتی ہیں جیسے گاہک پھنسے پھنسانا ضروری ہے۔ خوبی یہ ہے کہ دکان پر آ کر چلا نہ جاوے۔ چھوٹے دوکاندار قیمت مندرجہ سے کم بھی لے لیتے ہیں قیمتیں ان کی بہت ہی زیادہ ہیں۔ جو چیز یہیں سے جا کر لاہور میں آپکو ایک آنہ میں ملے وہی چیز شاید دو تین آنہ کو یہاں ملے گی۔

یہ ان کے کاروباری اخلاقی چند باتیں ایک ریل میں جاتے ہوئے لکھی ہیں ریل میں بہت باتیں آتی ہیں۔ مگر فرصت ملتا نہیں۔ اور لکھنا ابھی بہت کچھ ہے ۔ ؎۱۳ اس واسطے خیر اب تو اسٹیشن نزدیک آ رہا ہے ۔ اس خط کو بند کرتا ہوں۔ اگلے خط میں لنڈن کی روحانی سوسائٹیوں میں جو روحوں سے بات چیت کی اس کے دلچسپ حالات لکھنا چاہتا ہوں ؎

؎۱۳ یہاں ایک امر بھید لکھ دوں کہ جو بھی یورپ امریکہ وغیرہ میں جاتا ہے اِن کی ہر بات میں انتظام اور سلیقہ سے موہت ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کی تہذیب کی بعض باتیں ہم کو پسند نہیں۔ مگر ان کی اپنی تہذیب کے مطابق جو ان کا ہر کام میں سلیقہ ہے وہ اس قدر اثر کرتا ہے کہ عام لوگ یہ خیال لے کر آتے ہیں کہ واقعی ہم نیم وحشی ہیں۔ وہ قاعدہ میں بندر ہیں۔ ہم بے قاعدہ ہیں۔

گاؤں کو جانے دو بڑے شہروں کو دیکھئے۔ بازار میں دیکھئے۔ کوئی ننگا پھر رہا ہے کوئی لنگوٹ کسا ہوا ہے۔ اور عورتوں کے سامنے کھڑا ہے۔ کسی نے دھوتی یا تہمد باندھا مگر بیٹھنے کے وقت خوب اُدھر اُٹھا کر ٹانگیں ننگی کر کے بیٹھتا ہے۔ ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالیاں نکالتے ہیں۔ یہی نہیں مال مویشی کو گالیاں ہیں بات بات میں گالیاں ہیں۔ بے جان چیزوں کو گالیاں ہیں۔ عورت کی کسی کو عزت نہیں۔ یکے والے تک کو کسی معزز عورت کو حقارت سے بلانے کا اختیار ہے دھکا لگا دینا گالی نکال دینی بے چھیڑ خوانی کرنا بیچاری اپنی عزت سے کر چپ لگنے کا کرتی ہے۔ بازار میں جہاں ہیں ننگے ہو کر پیشاب بیٹھ جاتے ہیں۔ صفائی کا تو ذرا خیال نہیں۔ کتنے میلے کچیلے کپڑے ہو جائیں دوکانوں میں جتنی گندی اشیاء پڑی ہوں جانتے ہے۔ مزدور پیشہ لوگوں یا یہانتک کہ بڑے بڑے گھروں کے نوکروں کو بھی بات چیت کرنے یا خدمت کرنے شعور سکھائی نہیں دیتا ہے۔

بیشک تعلیم نہ ہونا اس کا بڑا بھاری باعث ہے اور گورنمنٹ جب تک لازمی تعلیم کا لازمی قانون پاس نہیں کرتی اور اس کے واسطے سہولتیں ہم نہ پہنچاتی۔ اس وقت تک کچھ (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۴ پر دیکھئے)

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

خط نمبر ۱۰

لنڈن میں روحوں کے نظارے

جب کہ میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میں لنڈن سے چل کر بلجیم ہوتا ہؤا جرمنی میں گھوم کر آسٹریا کو جا رہا ہوں اور ابھی تک سیر کے سلسلہ میں یورپ کے حالات بھی ختم نہیں ہوئے میں نے ابھی نمائش کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا ہے جو کہ دنیا میں پہلی نمائش سمجھی جاتی ہے۔ مگر میں تو جرمنی میں لائپزگ میں آکر حیران ہؤا۔ یہ ہر ۶ ماہ میں ایک نمائش کرتے ہیں۔ میں تو اس قدر متاثر ہؤا کہ کسی طرح سے لنڈن کی نمائش سے کم قابلِ ذکر نہیں سمجھتا۔ اور ایسی دوسری نمائش جو بھی ہر ۶ ماہ کے بعد ہوتی ہے۔ آسٹریا کے دار الخلافہ ویانا میں ہے۔ یہ لوگ اپنے ملک کی تجارتوں کو خوب ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو خبر ہے وہ اس وقت آکر سب اشیاء کو دیکھ سکتے اور کام کر سکتے ہیں۔ جرمنی سے جو لین دین کرتے ہیں۔ ان کے واسطے اس سے بڑھ کر موقعہ نہیں ہے۔ میں نے ابھی تک ولایت کی مشینوں کی سائنس کا بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ جس کو دیکھ کر میری عقل چکر لگا رہی ہے۔ اور ان لوگوں کی بزرگی کو ظاہر کر رہی ہے میرے لڑکے نے لاہور سے لکھا کہ آپ کے خطوط سے ابھی تک پتہ نہیں لگا کہ لنڈن میں نمائش ہے بھی یا نہیں۔ اور ایسا ہی شاید اور خیال کرتے ہونگے۔ مگر کیا کروں جہاں جاتا ہوں کام کاج میں لگے رہنے کے باعث کوئی وقت ملتا نہیں۔ ریل میں کبھی فرصت مل جاتی ہے۔ اب بھی یہ مضمون ریل میں ہی لکھ رہا ہوں اور اسی طرح سے میں اس وقت تک دس خط تو لکھ ہی چکا ہوں۔

میں نے پچھلے خط میں رُوحوں کی باتیں لکھنے کا وعدہ کیا تھا اس کو آج لکھتا ہوں یورپ و امریکہ میں سپرچیولزم کا کافی زور ہوتا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال اب یہ ہؤا ہے کہ یہ دنیا صرف سرائے مسافر ہے۔ اور اس کے آگے دوسری دُنیا ہے جس میں لطیف جسم کے ساتھ سب کوئی ہمیشہ رہتا ہے وہ ہم کو دیکھنا جانتے ہیں۔ اگرچہ ہم اِن کو نہیں دیکھتے۔ مگر وہ ہم سے بات چیت بھی کرنا چاہتے ہیں ہم کو دکھائی دینا بھی چاہتے ہیں ہم

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۳) ہو نہیں سکتا ہے۔ مگر اس کا کیا جواب دیں کہ جو تعلیم یافتہ ہیں اُنکے اندر بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بدنظمی ہی نظر آتی ہے پھر اس طرف دھیان دیں کہ ہندی سوسائٹی ایک نظام میں بندھی جاوے تو اس کا بڑا لابھ ہوگا۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کو کوشش کرنی چاہیئے۔

مسٹر سٹیڈ جیسے مشہور اخبار نویس اس کے حامی تھے۔ آج کل سر آلور لاج جیسے آدمی بھی ان سوسائیٹیوں کے سرگرم ممبر ہیں۔ اور انکی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کہ الماریوں کی الماریاں بھر جاتی ہیں۔ کئی اخبار یں صرف سپر چیولزم پر لکھی جارہی ہیں لنڈن میں ہوتے ہوئے ہیں نے اس مضمون کو بھی مطالعہ کرنا چاہا۔ اشتہار بہت نکلتے ہیں۔ تھوڑے مرد اور باقی عورتیں کئی قسم کی باتیں فیس لیکر بتلاتے ہیں۔ ان میں کس کے پاس جاؤں پہلے میرے واسطے مشکل ہی تھی۔ اوّل میں چند مصنفوں کے پاس گیا جن کی روحانی علم کی کتابیں نہایت شوق سے پڑھی جاتی ہیں مگر مجھے حیرانی سے معلوم ہوا کہ وہ خود عامل نہیں۔ اخباروں کے ایڈیٹروں سے معلوم کیا ان کو بھی عامل نہیں پایا۔ ہاں! ان سے پتے ضرور معلوم ہوئے۔

مسٹر سٹیڈ کی لڑکی مس سٹیڈ بھی اس معاملہ میں بڑا کام کرتی رہتی ہیں۔ ان کے ملنے سے بڑی مدد ملی۔

روحانی علم کے عامل یہاں زیادہ تر عورتیں پائیں۔ عام باتوں کی مجھے خواہش نہ تھی۔ میں تو کوئی بڑی بات دیکھنا چاہتا تھا۔

میں سپر چیولزم کا ترجمہ روحانی علم ہی کر رہا ہوں۔ نہ اصل روح سے مطلب نہیں بلکہ روح لطیف جسم سمیت مطلب ہے جن یا بھوت بھی اسی کو کہہ سکتے ہیں۔ مگر خیر آپ اس کا خیال نہ کریں۔ مطلب آپ سمجھ ہی رہے ہیں۔

یہاں کچھ عورتیں ایسی ہیں جو سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ روحوں کو دیکھتی ہیں۔ اور ان کو روحیں ہمیشہ نظر آتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو روحوں کی آوازیں سنتی ہیں۔ روحیں ان کو آکر کان میں سب کچھ بتلاتی ہیں۔ سارے انگلستان میں چند ایک عورتیں یا مرد ایسے ہیں جو کہ اگر کسی آدمی کا فوٹو لے لیویں تو اس کے ساتھ روح جو ان کے ساتھ ہوگی اس کی بھی فوٹو آجاوے گی۔ اور ایسی فوٹو کئی بار اخباروں میں ہم نے دیکھی تھیں اور ناظرین نے بھی دیکھی ہونگی۔ ایک دو عورتوں کی ایسی طاقت ہے۔

کہ اگر وہ کسی جگہ بیٹھی ہوں تو روحوں کو ایسی طاقت ان سے مل جاتی ہے۔ کہ روحیں بولتی ہیں۔ اور آپ سن سکتے ہیں۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

پہلی دو باتوں میں تو کوئی شک بھی کر سکتا ہے۔ مگر دوسری دو باتیں اگر درست ہوں تو پھر انسان کیسے اس علم میں شک کر سکتا ہے۔

مختلف سوسائٹیاں ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے پبلک جلسے بھی کرتے ہیں جس میں تحقیقات کرنے والوں یا دوسروں کو جانچنے کا بھی موقعہ ملتا ہے۔ میں سب سے اول ان کے ایک جلسہ میں گیا۔ جلسہ نہایت سنجیدہ تھا۔ بھجن گائے گئے۔ پرارتھنا کی گئی۔ اس کے بعد مسٹر جارج پرسر نے لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری دائمی زندگی ہے۔ مذہبی لوگ عیسائی وغیرہ ہم کو کافر کہیں یا کچھ کہیں مگر ہم کو جو اصلیت دکھائی دیتی ہے۔ اس سے انکار کیسے کیا جاوے۔ ہم سب کو دعوت دیویں کہ وہ آویں اور ہمارے دعووں کی آزمائش کریں۔ اس کے بعد مسز فلارنس کنگ سٹن کھڑی ہوئیں۔ ہر دو جلسے کو دیکھتی اور سنتی رہیں۔ انہوں نے کسی کسی کو بتلانا شروع کیا۔ کہ فلاں عورت جو بیٹھی ہے یا فلاں آدمی جو وہاں بیٹھا ہے۔ آپ کے پاس ایک روح کھڑی ہے۔ اس کی ایسی صورت ہے۔ ایسے کپڑے ہیں جب شکل کا حلیہ بیان ہوتا۔ تب وہ پوچھتی کہ کوئی ایسی شکل صورت کا اس کا رشتہ دار مرا ہے جب ہاں میں جواب آتا تو وہ اور باتیں بتلاتی۔ کئی صورتوں میں مرد عورتوں نے کہا کہ ہاں ان کا ایک فلاں رشتہ دار مرا ہے مگر بعضوں نے نہیں جواب دیا کہ ہمارا کوئی ایسا رشتہ دار نہیں مرا ہے۔ کوئی لوگ خوش تھے۔ مگر میری اس سے تسلی نہیں ہوئی ایسی کئی باتیں رمال بھی بتلا دیا کرتے ہیں۔ کچھ کا کچھ کہتے جانے سے بھی کئی باتیں سچی نکل آتی ہیں۔ میں نے بھی ایک دن یہ موج کی تھی۔ ایک دن کئی جنٹلمین و لیڈیاں جمع تھیں۔ جہاں ایسی صورت ہو میری پگڑی ان کے واسطے تفریح کا کام دیتی ہے۔ مجھے بھی دل لگی سوجھی میں نے پاس ہی بیٹھی ہوئی لیڈی کو کہا کہ میں ہاتھ دیکھنا جانتا ہوں اس نے ہاتھ میرے سامنے کر دیا۔ بچپن میں کبھی کبھی کوئی ہاتھ کی لکیروں کے متعلق سنا ہوا تھا۔ میں نے اس کو بتلانا شروع کیا۔ ایک بار تم کو سخت بیماری ہوئی تھی۔ ہاں ٹھیک ہے ایک بار تم کو پانی سے سخت خطرہ ہوا تھا۔ ہاں ایک آدمی مجھ کو کشتی میں لے گیا تھا۔ کشتی خطرے میں آ گئی تھی اس دن سے میں کبھی کشتی میں سوار نہیں ہوئی میں نے کہا تمہاری دو دفعہ سگائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ تو سخت حیران ہوئی ہاں میرے دو خاوند ہو چکے ہیں۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ اب میری شادی کی امید ہے یا نہیں۔ میں نے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کہاں ابھی اُمید ہے اب تو سب کی توجہ ہوئی کوئی ادھر سے کوئی اُدھر سے ہاتھ میرے سامنے ہونے لگے ایک آدمی نے کہا کہ میری شادی کی اُمید ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ تمہاری شادی تو ایک لکھی ہے۔ میرا مطلب تو اور تھا مگر وہ جھٹ کہہ اُٹھا کہ اس عورت نے تو مجھے برباد کیا ہے۔ اب میں اسکو چھوڑ چکا ہوں۔ اب دوسری شادی ہوگی یا نہیں وہ ایک عورت سے زیادہ ہلا ملا تھا۔ میں نے اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اُمید تو ہے وہ دونو سمجھ گئے اور دونو خوش ہوئے۔ مگر کہاں تک یہ گپیں چلیں آخر میں مزاج میں آگیا اور کوئی کوئی بات کسی کو کہہ دیتا۔

اس طرح کچھ باتوں کا ٹھیک نتیجہ نکل آتا۔ کوئی دلیل سچائی کی میرے دل میں نہیں آسکتی تھی۔

اب میرا ارادہ ہوا کہ ایسی عورت کو ملنا چاہیئے۔ مسٹر برٹن ایک ایسی قسم کی سوسائٹی کے جو سپرچیولزم سکھاتی ہے سیکرٹری ہیں ان کی عورت اس کام میں بڑی مشہور ہے میں نے ان سے درخواست کی اور انہوں نے میری درخواست کو نہایت مہربانی سے منظور کیا۔

مسٹر برٹن [illegible] کا فوٹو اتارا ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

مسز برٹن وہیں ایک کمرے میں بیٹھی تھی - معمولی موسم کی بات چیت کے بعد جو کہ یہاں کا معمول ہے اس نے ذرا آنکھیں بند کیں اور کہا کہ آپ کے سامنے میں ایک چھوٹے سے لڑکے کو دیکھ رہی ہوں کوئی ۱۲ سال کا معلوم ہوتا ہے جبکہ مرا تھا - مگر وہ بڑا جوان ہو گیا ہے - وہ آپ کے ہمیشہ انگ سنگ رہتا ہے - آپ جو روحانی باتوں کا شوق رکھتے ہیں - اس سے وہ بہت خوش ہے چہرہ اس کا ایسا ہے - میں نے کہا چہرے میں کیا سمجھ سکوں گا - میرا لڑکا شاید ۸ - ۹ سال کی عمر میں مرا تھا - اس نے کہا عمر بتلانا مشکل ہے - دماغ کی بیماری سے وہ مرا تھا میں نے کہا بیشک پہلے تو اس کے پیٹ میں بیماری تھی - مگر مرتے وقت اسکے دماغ پر اثر ہوا تھا -

ہاں اس کے ساتھ ایک بڑا آدمی کھڑا ہے - شاید آپ کا باپ ہے - اس کی داڑھی بھری ہوئی ہے - میں نے کہا وہ بھی مر گئے تھے - مگر وہ کس بیماری سے مرے تھے اس کا جواب ٹھیک نہ تھا - پھر اس نے کہا کہ ایک عورت بھی اس کے ساتھ کھڑی ہے - لڑکا نانی بتلاتا ہے - یہ موٹی سی خوبصورت عورت ہے - بہت بوڑھی معلوم نہیں ہوتی - میں نے کہا وہ موٹی کبھی نہیں تھی - مگر کس بیماری سے مری تھی - اس کا جواب بھی غلط تھا - پھر اس نے کہا کہ یہ سب آپ جو کام کر رہے ہیں اس سے خوش ہیں - اور آپ سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں - آپ کے اندر جلدی ہی روحوں کو دیکھنے سننے کی طاقت آ سکتی ہے - اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں - مگر ایک صاحب نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایسے آدمی کو بلا دینگے - جس کے پاس ایک روح ہندوستان سے آتی ہے - اور اپنی زبان میں باتیں کرتی ہے - اس واسطے میں نے جلدی جانے کی خواہش ظاہر کی اور دو تین سوال کرنے چاہے - میں نے پوچھا کہ مردہ روح کا لطیف جسم تو ہو سکتا ہے - مگر کپڑے آپ کیسے بیان کرتی ہیں - اس نے جواب دیا کہ روحیں اپنے آپکو اکثر ایسے لباس میں پیش کرتی ہیں جو ان کو زیادہ پسند تھا - یا جو مرتے وقت تھا - اور صورت بھی اکثر وہی ہوتی ہے - جو مرتے وقت تھی - یہ ان کے خیال کی طاقت ہے -

میں نے کہا کہ ہمارے ہندوستان کی روح آپ سے انگریزی میں بات کیسے کر سکتی ہے - اس کا جواب اس نے یہ دیا - کہ دوسری روحیں جو پاس ہوتی ہیں وہ ہمارے مترجم کا کام کر سکتی ہیں - میں نے کہا آپ اس علم کا کیا فائدہ سمجھتے ہیں - اور آپ یہ اس کا

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

اثر ہوا ہے۔ مسز برٹن نے کہا کہ ہمیں اس سے بہتر زندگی کا یقین ہو گیا ہے۔ اس زندگی کی نسبت اگلی زندگی کو بہت چاہتی ہیں۔ اور دوسروں کے لئے وہاں بھی کئی بار بشارت کا باعث ہوئی ہیں۔ جو لوگ زندگی سے بیزار مرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کو جب ان کے رشتہ داروں کی باتیں بتلائیں تو وہ اپنے تمام ارادے بدل کر خوشی سے کام میں لگ گئے۔

مسز برٹن کا شکریہ ادا کر کے باہر مسٹر برٹن صاحب کے پاس آیا۔ انہوں نے تصاویر نکال رکھی تھیں جو کہ روحوں کی تصاویر ان کے ایک عامل نے کھینچی ہیں۔ چنانچہ ایک تصویر ساتھ بھیجتا ہوں جو بہت عجیب ہے۔ میں جلدی جانے کے لئے معافی مانگ کر باہر آیا۔ اور دوسرے صاحب کے پاس پہنچا۔ مگر افسوس وہ بیمار تھے۔ اور اپنے روح کی باتیں نہ سن سکا

مسز برٹن کی باتوں سے کچھ تذبذب کی حالت میں تھا۔ نہ ادھر کا نہ اُدھر کا بیشک یہ سارے رشتہ دار مر چکے ہیں۔ یہ اس کو معلوم تو تھی نہیں۔ مگر اگر یہ دکھائی دیتی ہیں اور وہ ان کی باتوں کو سنتی ہے۔ تو باتیں غلط بھی کیوں ہوتی ہیں۔ اب تو تلاش اور بھی بڑھی۔ مگر یہاں بھی یہی مشکل کہ اگست کا مہینہ رخصتوں کا۔ اِن کے جلسے بند ان کے ہال باہر آخر میں سٹیڈ کے پاس پہنچا۔ میں نے کہا روحوں سے باتیں کروا دو۔ اور ان کا فوٹو لے دو۔ انہوں نے میرے ساتھ دو دوں عورتوں سے وقت مقررہ کر دینے کا وعدہ کیا۔ اور واقعی وقت مقرر کر کے بھی مجھے لکھ دیا۔

روحوں کا فوٹو

وقت مقررہ پر میں مسز ڈین کے پاس پہنچا۔ ان کے کمرے میں بٹھایا گیا۔ کمرہ ایک چھوٹا سا خوبصورت سجا ہوا تھا۔ جس کے اندر ایک الماری روحانی علم کے کتب کی بھری ہوئی ظاہر کرتی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو کتب کا کتنا شوق ہے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھی شریف عورت داخل ہوئی اور نہایت تپاک سے ملی یہی مسز ڈین تھی۔ موسم وغیرہ کی بات چیت کے بعد اس نے پوچھا کیا مسٹر سٹیڈ نے آپ کو سب کچھ تبلایا تھا میں نے کہا مجھے یہ تو تبلایا گیا تھا کہ آپ کی فیس ۲۵ شلنگ (قریب ۱۸ روپے) ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اور کوئی بات ہو تو تبلاویں۔ انہوں نے کہا کہ میں گارنٹی نہیں کرتی۔ کہ ضرور آپکی تصویر کے ساتھ کسی روح کی تصویر آوے گی۔ کبھی آتی ہے۔ اور کبھی نہیں آتی ہے۔ میں نے کہا میڈم صاحبہ مجھے یہ بھی منظور ہے۔ مگر یہ تبلادیں کہ تصویر آتی ہے۔ اور کپڑوں سمیت کیسے آجاتی ہے۔ لطیف جسم نہ دکھائی دینے والے فوٹو کے شیشہ پہ کیسے عکس دیدیتا ہے انہوں نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ میرے اندر کوئی طاقت ہے جس کو روحیں لیتی ہیں۔ اور اپنی مادی صورت پلیٹ پر دیتی ہیں۔ اور ننگے ظاہر ہونے کی بجائے خیالی کپڑے سے ملبوس اپنے آپکو ظاہر کرتی ہیں۔

اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ تب ہم فوٹو کے کمرے میں گئے۔ گرامو فون چلا دیا۔ جسمیں ایک بھجن گایا گیا۔ جب وہ بند ہوا تو ایک بند پلیٹ میرے ہاتھوں میں رکھ کر نیچے اوپر اپنے ہاتھ رکھ کر مسز ڈین نے پرارتھنا شروع کی۔ اپنے مذہب کے مطابق خدا سے دعا مانگی۔ اور روحوں سے کہا ایسی مہربانی کریں کہ ہمارے اس دوست کو روحانی علم کا یقین ہو کسی ایسے روح کی تصویر ہو وے جس کو یہ پہچان سکے۔

اس کے بعد پلیٹ کو کمرہ میں رکھ کر میری تصویر اتار دی گئی اور قریب ۲ منٹ کے ہاتھ بھیلائے۔ آنکھیں بند کئے کیمرے کے پاس وہ لیڈی کھڑی رہی مجھے چپ چاپ رہنے کو کہدیا تھا میرا خیال ہے۔ کہ تصویر تو فوراً لی گئی۔ باقی بات زیادہ یقین جمانے کے واسطے تھی۔ تب وہ لیڈی مجھے اپنے ساتھ ڈارک روم میں جہاں پلیٹ ڈولپ کی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی لے گئی۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جبکہ میں نے دیکھا کہ میری تصویر کے اوپر ایک اور عورت کی تصویر تھی۔ جس کا ایک معمولی سا پروف میں نے لے لیا تھا۔ اور ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ اس کو میں پہچان نہیں سکتا تھا۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی روح وہاں موجود ہو سکتی ہے۔ کہئے صاحب اب کیا شک رہا۔ مگر میری طبیعت نے گواہی ابھی تک نہ دی طرح طرح کے خیال گذرنے لگے۔ اور میں نے کہا کہ میری تصویر ایک اور لی جاوے۔ مگر اس نے کہا کہ اب وہ طاقت چلی گئی ہے۔ میں دن بھر کی تھکی بھی ہوں۔ کل صبح آپ تشریف لاویں اور دوسری تصویر بھی لی جاوے

اگلے دن صبح میں وہاں پہنچ گیا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی تصویر پلیٹ کے اوپر کے حصے میں پہلے لیکر رکھی جاتی ہو۔ اور پھر دوسری

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تصویر اس شخص کی لیجاتی ہو۔ میں نے سمجھا کہ بجائے ایک کے دو تصویر لی جاویں۔ خیال میرا یہ تھا کہ ایک پلیٹ مانگ لوں گا۔ اور پھر خود اس کو ڈولپ کرکے دیکھونگا۔ کہ اس میں کوئی تصویر ہے یا نہیں۔ جب گراموفون بج چکا۔ اور پرارتھنا ہو چکی تو میں نے درخواست کی کہ نہیں تو میں نے پوری ہی دینی ہے مجھے ایک پلیٹ بدوں تصویر اُتارنے کے

وہ تصویر جو مسٹر ہرٹن نے لی

دی جاوے اس سے وہ ناراض ہوئیں۔ اور کہا کہ اگر میرے پہ اعتبار نہیں تو آپ جا سکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میم صاحبہ میں محقق ہوں مجھے اپنا پورا الیقین اس بارے میں کر کے پھر اس میں داخل ہونا ہے۔ اسواسطے آپکو خفا نہ ہوکر میری تسلّی کرنی چاہیئے۔ مگر اس نے کہا کہ میں نے ایکبار ایسا کیا تھا تو کوئی تصویر اس پر نہ ہونے کر مجھے بدنام کیا گیا تھا کہ میں نے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

پہلے تصویر لے رکھی تھی۔ بات چیت کے بعد بات یہاں ٹھیری کہ آپ ایک پلیٹ کو بدوں تصویر لینے کے ڈولپ کریں۔ جب وہ پلیٹ ڈولپ کی گئی تو اسپر کچھ نہیں تھا۔ اب تو میں یقین کرنے پر تلا ہوا تھا۔ مگر ایک خیال اور ہی یکلخت گذرا۔ میں نے کل میم صاحبہ کو ایک اور تصویر لینے کو کہا تھا۔ ممکن ہے ایک ہی پلیٹ تیار رکھی ہو۔ اور جب میں نے دو دکھا تو دو تصویریں لیں ایک پر کوئی روح کی تصویر نہ آتی تب بھی کوئی بات نہ تھی کیونکہ پہلے وہ کہہ چکی تھی کہ میں گارنٹی نہیں کرتی۔ پرارتھنا کے بعد جب وہ پلیٹ کیمرے میں رکھنے لگی تو میں نے کہا میم صاحبہ اس پلیٹ کو بھی میرے تصویر لینے کے بغیر ڈولپ کیا جاوے۔ تب اس نے کہا روحوں کے واسطے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جب آپکی تصویر لی جاوے تب ہی اپنی تصویر دیں جبکہ پلیٹ بند ہے۔ وہ تب بھی اپنا عکس اس پر ڈال سکتی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ اس شیشہ پر تصویر کوئی آگئی ہو یا نہ آگئی ہو۔

اس واسطے اگر کوئی تصویر آگئی تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس میں کوئی دھوکا تھا۔ ڈولپ کی گئی اور اس پر میری تصویر کے بغیر ایک روح کی تصویر موجود تھی حیرانی یہ تھی کہ روح کی یہ تصویر بھی پلیٹ کے اوپر کے حصے میں تھی جس سے مجھے یہ شک نہیں بلکہ یقین کرنے کا پورا موقع تھا۔ کہ اس میں اصلیت نہیں۔ بلکہ دراصل کوئی تصویر پہلے پلیٹ پر لی جاتی ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ علم سچ ہے یا جھوٹ اس کا فیصلہ تو ابھی کیا کروں۔ ہاں میں کہہ سکتا ہوں کہ بڑی مشہور روحوں کی تصویر لینے والی عورت نے روحوں کی تصویر نہیں لی ہے اور میں حیران ہوں کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ لیڈی صاحبہ کی فیس ادا کر کے

روحوں سے بات چیت

کرنے کی دھن میں مسز کوپر کے پاس میں پہنچا جو کہ مس سٹیڈ نے بتایا تھا۔ کہ وہ صرف ایک عورت ہے جنکی مجلس میں بیٹھ جانے سے ادھر ادھر سے روحیں بولنا شروع کر دیتی ہیں۔ وہ چاہے کسی سے بات چیت کر رہی ہو۔ مگر اس کی موجودگی روحوں کے اندر مادی طاقت آواز کی پیدا کرتی ہے۔ مس سٹیڈ نے کہا کہ اپنے باپ کے مرنے کے ۱۴ دن بعد میں نے خود ان سے بات چیت کی تھی۔

مسز کوپر ایک خوبصورت چست اور سمجھدار لیڈی ہے۔ مجھے ایک کمرے میں لے گئی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جہاں چاروں طرف سیاہ پردے کر کے بالکل اندھیرا کیا گیا۔ ہاتھ پسارا نہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ باجے کی مشین چلائی گئی۔ دو کرسیوں پر ہم پاس پاس بیٹھ گئے۔ میرا ایک ہاتھ مسز کوپر نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بھجن پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسز کوپر نے کہا کہ اس برتن ایک روح آئی ہے۔ وہ بات چیت کرے گی۔ روح کی آواز کیا تھی۔ جیسے کوئی مرد یا عورت لمبے طوطے (ہارن) میں سے آواز نکال رہا ہو اور یہ اندھیرا کرنے سے پہلے دو ہارن ایک طرف اس نے رکھ دیئے تھے۔ بتلایا گیا تھا کہ روحیں اس کے اندر سے بات چیت کرتی ہیں۔ موٹی آواز کر کے بھنکارتا ہوا جیسے کوئی بھی مرد یا عورت بات کرے اس طرح کی آواز تھی۔ کچھ اپنے متعلق بتلانے کے بعد جس کا مجھے کوئی واسطہ نہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے ہاں کی کوئی روح منگواؤ۔ آواز آئی پنجاب! پنجاب!! لیڈی ساتھ ساتھ کہتی جاتی تھی کہ پنجاب سے روح آئی ہے شکریہ ادا کرو۔ مگر جب لیڈی بولتی تھی۔ تب روح بات چیت نہ کرتی تھی۔ میں نے پنجابی میں بات چیت کی ادھر سے روح صاحبہ کچھ بولتی رہیں۔ جو مجھ کو سمجھ نہیں آیا معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ لیڈی صاحبہ کو ہندوستانی کے یاد تھے۔ میں نے انگریزی میں کہا کہ میرے والد پنڈت مول چند کو جانتی ہو۔ ہاں۔ وہ کس طرح مرے تھے حادثہ سے! یہ ٹھیک بات تھی۔ پھر میں نے کہا کہ میری ماں کس سے مری تھی کہا سرطان سے یہ غلط تھا۔ میں نے کچھ اور پوچھنا چاہا تو آواز آئی کہ پہلی بار زیادہ آزمائش میں نہ ڈالو۔ یہ آواز روح کی تھی۔ تب لیڈی صاحبہ نے یہ کہا کہ روح کہتی ہے کہ پہلی بار اتنی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یکایک ایک طرف ذرا سی روشنی ظاہر ہوئی۔ دیکھو دیکھو روحانی چمک۔ وہ دیکھو بڑھ رہی ہے۔ وہ دیکھو روح اپنا چہرہ دکھانا چاہتی ہے۔ نہیں اس نے صرف اپنا ہاتھ مادی کیا ہے۔ وہ انگلیاں صاف دکھائی دیتی ہیں۔ کیا تم نے دیکھی ہیں۔ میں نے کہا ہاں دیکھی ہیں۔ وہ روشنی میرے کتنی دور ہٹ گئی۔ پھر ایک طرف آتی ہوئی میرے چہرے کی طرف آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ میں نے دل میں سوچا کب تک ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں گا۔ موقع ہاتھ سے جاتا ہے میں نے جھٹ روشنی پر جو کہ میرے چہرے پر پہنچ گئی تھی ہاتھ مارا تو وہ شریمتی لیڈی صاحبہ کا ہاتھ ہی معلوم ہوا۔ کیونکہ جھٹ انہوں نے پرے کر لیا۔ اور فوراً کہا کہ ہاتھ مت ہلاؤ

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

یہ تمہاری ماتا نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ رُوحیں ابھی نہیں پہنچا تیں۔ وہ ملائیت سے چھوتی ہیں۔ بولنے والے طوطی ایک بار رکھتے ہوئے مجھے چھو گئی۔ جھٹ کہا یہ تمہاری والدہ نے تم کو چھوا ہے۔ میں نے ہاتھ کو اِدھر اُدھر لمبے طوطے پر بھی مارا مگر ملا نہیں کچھ دیر کے بعد وہ گرٹیڑ الیڈی صاحبہ نے کہا ہے ..... روح پھینک گئی ہے۔ اب وہ چلی گئی ہے۔ روشنی کی گئی اور میں لیڈی صاحبہ کی فیس ۱/۲ پونڈ ادا کر کے سخت افسوس میں واپس آیا۔ کیونکہ یہاں بھی مجھے اصلیت نظر نہیں آئی۔ میں نے بہتیرا وقت اور روپیہ خرچ کیا۔ بہتیری کوشش کی مگر مجھے کچھ نہیں ملا۔ جلدی ہر بات پر یقین کرنے والے شاید بہت مطمئن ہو جاتے ہونگے۔ مگر میں ہمیشہ بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس واسطے کوئی صاحب آکر مجھے ایسے آدمی بتلائیں۔ جو کہ واقعی مجھے روحوں سے بات چیت کرا سکیں یا ان کے درشن کرا دیں۔ تو میں ان کا مشکور ہونگا۔ میں حیران ہوں کہ یہ دنیا میں ہو کیا رہا ہے ÷

خط نمبر ۱۱

لنڈن کے امیر و غریب

میں ابھی لنڈن کے سلسلہ کو ہی ختم نہیں کر چکا ہوں کہ اس وقت تک بلجیم جرمنی چیکوسلوواکیا آسٹریا۔ ہنگری وغیرہ سے ہوتا ہوا پھر اٹلی پہنچ چکا ہوں اور اب کچھ دن اٹلی و سوئیٹزرلینڈ میں خرچ کر کے قاہرہ سے ہوتا ہوا ۲۲ اکتوبر کو لاہور پہنچ جانے والا ہوں۔ اس سے اگلا خط تو شاید میرے پہلے ہندوستان نہ پہنچ سکیگا۔ جہاز میں وقت ملے گا اس واسطے چند خطوط لکھ سکوں گا مگر حیران ہوں کہ لاہور پہنچنے کے بعد اس سلسلہ کو قائم رکھ سکوں گا یا نہیں۔ جیسے جیسے دوسرے ممالک پھرتا ہوں عام حالت یکساں پاتا ہوں۔ تقریباً سارے یورپ کی تہذیب یکساں ہے چند باتوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ جیسے جیسے میں یورپ کے اندر بڑھا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ انگلینڈ کی نسبت شائستگی و باقاعدگی کم ہوتی گئی ہے جہاں لنڈن میں ذرا چھونے پر معافی مانگنی پڑتی ہے۔ یہاں کئی دھکا لگنے پر بھی چپ چاپ چلے جاتے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہیں۔ لنڈن جیسے اعلیٰ فیشن ایبل کپڑے جنہیں کوئی بل نہ ہو تھوڑے دکھائی دیتے ہیں شہروں کی تمام حالت تقریباً یہی ہے۔ وہی عیاشی کے سامان سب جگہ موجود ہیں گلیوں بازاروں میں پیشہ ور عورتیں گھومتی رہتی ہیں۔ اگرچہ گھریلو زندگی کچھ زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔ تمام بڑے شہروں کے اندر ایسے قہوہ خانے یا شراب خانے موجود ہیں جن کے مالک خوبصورت رنڈیوں کو جمع رکھتے ہیں۔ اور ناچ ہوتے ہیں لوگ وہاں جا کر ان سے ناچتے اور پھر جس کو چاہا لے کر چلے گئے۔ یہ لوگ معزز کنجر ہیں[14] جو اس میں جاوے اس کو شراب کی بوتل خریدنی چاہیئے۔ جس کے یہ دُگنے تگنے دام لے لیتے ہیں۔ بس اسی کیواسطے یہ کنجر خانے کھولے ہوئے ہیں۔ فرانس میں تو اس کی کوئی حد نہیں۔ ایسے کنجر خانے وہاں رات بھر کھلے رہتے ہیں۔ جہاں کھلم کھلا پولیس کے سامنے ناچ بوس کنار وغیرہ جاری رہتے ہیں۔ ۸ بجے شام سے ۸ بجے صبح تک بارہ غار کا کیشیا۔ مولن روژ۔ بال ٹابرن وغیرہ کھلے رہتے ہیں آسٹریا جرمنی میں ایسے مقام اکثر ایک بجے کے بعد بند ہو جاتے ہیں۔

لنڈن میں نمائش کے ساتھ جیسا کھیل تماشوں کا حصہ ہے ویسا دیانا میں[14] ہینے موجود ہے۔ اور عیش پرستوں کے کافی کام کی چیز ہے۔ کہیں کشتی چل رہی ہے ہنگھوڑے چل رہے ہیں۔ کہیں گرانڈ وہیل ہے۔ کہیں سینک ریل ہے۔ کہیں دوزخ بہشت کا نظارہ ہے کہیں مومی تصاویر ہیں۔

عوام زیادہ غریب ہیں۔ نہ وہ صاف ستھرے چست کپڑے پہن سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ایسے اعلیٰ کھانے کھا سکتے ہیں۔ میں نے سیکنڈ کلاس کے مسافروں کو رسٹاورنٹ

---

[14] سوئیٹزرلینڈ میں جا کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ وہاں کمیٹی کی طرف سے کمیٹی گھر کے ساتھ تفریحات دیکھیں میں جب جینوا میں تھا جہاں کہ تمام ممالک کے مدبر اکٹھے ہو کر کانفرنس کرتے ہیں ایک کمیٹی کا کیسینو تھا۔ مجھے بتلایا گیا کہ وہ بڑی معزز جگہ ہے وہاں تو سب ممالک کے مدبر جو کانفرنس میں آئے ہوئے ہیں وہ بھی آتے ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا جوا ہوتا تھا اور ناچ والے کمرے میں وہاں بھی پیشہ ور عورتیں بیٹھی تھیں۔ کمیٹی کو اپنی چاہ۔ قہوہ۔ شراب کی بکری کا فائدہ ہے مگر اخلاق کا کمیٹی کو کوئی خیال نہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں کئی جگہ کمیٹی کے کیسینو (CASSINU) دیکھے جہاں جوا تو تمام بات ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ویانا کا ایک بازار

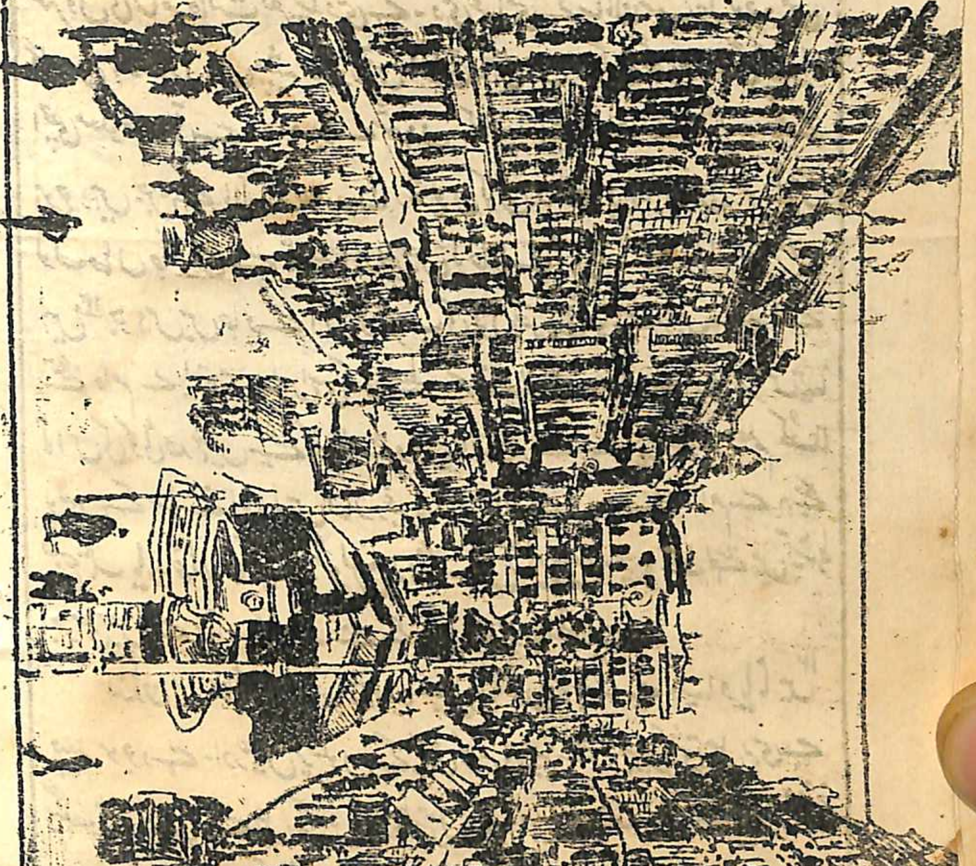

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گاڑی میں جانے کی بجائے اپنے بیگ میں سے روٹی نکال کر دانتوں سے کاٹ کاٹ کر کھاتے دیکھا۔ کارخانوں میں کام کرنے والے اور گاؤں میں رہنے والے میلے کچیلے چیتھڑوں میں بھی دیکھے۔ غریب لوگوں کے چھُری کانٹے قو رواج کے موافق ہوتے ہی ہیں مگر وہ زنگ آلودہ کالا ہؤا ہؤا جس کے دیکھنے کو دل نہ چاہے۔

انگلینڈ کے کسان بھی جو کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ شوقین و رُعب دار دکھائی دیتے تھے۔ جب میں نے جرمنی اور خاص کر آسٹریا میں کسانوں کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا جب میں نے ان کے گاؤں میں کھاد کے ڈھیروں کو دیکھا۔ جب میں نے ان کے پھُوس کے چھپر والے مکانوں کو دیکھا۔ جب میں نے مرد و عورتوں کو ننگے پاؤں کھیتوں میں کام کرتے دیکھا۔ جب میں نے اپنے مُلک جیسے چارہ سے بھُوسہ سے لدے گھوڑوں یا بیلوں سے کھینچے جاتے دیکھا۔ جب کبھی ننگے سر اور کبھی سر پر رومال یا مڑاسہ سا باندھے غریب کسانوں کو کام کرتے دیکھا۔ یورپ میں میں نے کہیں کسی کو سر پر بوجھ اُٹھاتے نہ دیکھا تھا۔ کمر پر اُٹھاتے ہیں۔ مگر یہاں سر پر بھی اُٹھاتے دیکھا۔ جب میں نے اپنے پہاڑوں کی طرح یہاں کی پہاڑنوں کو بھی لمبے ٹوکرے کمر پر لادے سامان ڈھوتے دیکھا تو مجھے سب ہندوستان کے نظارے یاد آتے تھے۔ یہاں ہمارے لوگ اس سے بھی بُری حالت میں دن کٹی کرتے ہیں۔ ایک فرق ضرور ہے۔ جرمنی میں آسٹریا میں میں جہاں جہاں پھرا۔ امیر یا غریب جس سے بات چیت ہوئی سب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہم غریب ہو گئے ہیں۔ سب زور شور سے اس دُھن میں لگے ہیں کہ ہم امیر ہو جاویں غریبی کو پرے پھینک دیں۔ نئی نئی مشینیں اور نئے نئے کام ایجاد کر رہے ہیں۔ تاکہ اپنے ملک سے باہر ان چیزوں کو بھیج سکیں۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ مُلک کب تک زندہ رہ سکتا ہے جس کے مُلک میں باہر سے اشیاء آویں مگر وہ اپنی دوسرے ممالک میں نہ پہنچا سکے۔ بڑے بڑے کارخانہ والے جب ان سے بات چیت کرو کہ ہم کوئی چیز منگوانا چاہتے ہیں تو وہ ایسے حلیمی اور عاجزی سے بات چیت کرتے تھے۔ کہ میں ان کے مال کو ضرور خریدوں۔ ایک دوسرے کا پتہ بتلاتا تھا۔ دوسرے کے پاس لے جاتا تھا۔ اگر میری چیز نہیں لی تو دوسرے کی لے گا۔ سب کی مشترکہ کوشش اپنی ترقی کرنے کی ہے۔ ایک جرمن نے مجھ سے کہا کہ ہم بہت غریب ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا بابا تم غریب کہاں ہو۔ تم جو محسوس کرتے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہو کہ ہم غریب ہو گئے ہیں۔ تم آج نہیں تو کل سمبھل جاؤ گے۔

مجھے خیال آیا کہ دھن ہے ہندوستان جس نے دنیا بھر کی اشیاء کھپانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے جو اپنی محنت کو باہر نہیں بھیج سکتا ہے۔ صرف اپنی پیداوار بھیجتا ہے[۱۵] دن بدن غریب ہوا جاتا ہے کوئی اور ملک بھی دنیا کے طبقہ پر ہو گا جسکی آمدنی فی کس تیس روپیہ سالانہ ہو۔ اور اس پر کوئی احساس نہیں ہے۔

یورپ کے اندر کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے کہ کوئی شخص پندرہ بیس روپیہ ماہوار پر کیسے گذارہ کر سکتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں کئی آدمی ہیں جو اتنے پر گھر کا گذارا کرتے ہیں کتنے ہیں جو ایک وقت کھاتے ہیں دو وقت ملے تو بادشاہی ہے پر ۶ وقت کھانے والے کیا جانیں ہماری کیا حالت ہے۔ مگر تمام ملک میں ایک آواز ہے کہ ہم غریب ہو گئے ہیں ہم کو امیر ہونا چاہیئے۔

انگلینڈ کے بعض لوگوں میں میں نے کچھ غرور سا دیکھا وہ یورپ میں آکر بس ہو

---

[۱۵] ہندوستان کی غریبی کی وجہ۔ ہندوستان دن بدن غریب ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے اندر اس وقت چاروں طرف بیکاری ہے۔ کروڑوں پڑھے لکھے مٹی چھانتے پھرتے ہیں۔ نوکری نہیں ملتی ہے۔ کام کرنے والوں کو کام نہیں ملتا ہے۔ مدبر اس کی وجوہات سوچ رہے ہیں۔ ہندو مسلمان نوکریوں کے واسطے لڑ رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر حق جتلاتے ہیں۔

اصل اس بات کا باعث کیا ہے اس کی طرف ہی کوئی دھیان نہ کرے۔ میں نے تو اس کو خوب سمجھ لیا ہے یار و انگلینڈ یا جرمنی کسی ملک کو لو۔ گھر گھر میں مشینیں لگی ہیں ایک ایک مشین بعض وقت سو سو اور کبھی کئی سو آدمیوں کا کام دیتی ہے۔ گویا جتنے وہ ہیں اس سے بہت زیادہ کام لے رہے ہیں۔ ایک آدمی سو آدمی کا کام کرتا ہے۔ پھر اُن کو کام کہاں سے ملتا ہے بات کیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام ملکوں کے واسطے چیزیں تیار کرتے ہیں۔ صرف اپنے واسطے نہیں کرتے ہیں۔ ہندوستانیوں کے پاس صرف تین بڑے کام ہیں۔ کاشتکاری اور اس میں وہ کچی چیزیں باہر بھیجکر غریب ہو رہا ہے۔ دوسرا نوکری۔ نوکری آخر کہاں تک ملے۔ اس سال پنجاب میں ۲۲ ہزار صرف انٹرنس پاس ہوئے اتنے آدمی ہر سال کن دفتروں میں کھپے جاویں۔ گورنمنٹ تو اب بیسیوں کو بھی وہ تو نکالتی جاتی ہے۔ ان کی تعلیم میں کوئی کام ایسا ان کو سکھایا نہیں جاتا ہے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۹ پر دیکھو)

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گویا ۔ پہلے تو بیشک بات نہیں کرتے ۔ کچھ خود ہی بیچارے جھجکتے رہتے ہیں ۔ مگر تم بات شروع کرو ۔ پھر کیسی حلیمی سے پیش آتے ہیں اور آپکی ضروریات کو پورا کرتے ہیں ۔ عورت مرد سب ہر وقت بات کرنے کو تیار ہیں ۔ پگڑی کو دیکھ دیکھ خوش ہوتے ہیں ۔ ہنستے ہیں حقارت سے نہیں خوشی سے ایک نئی چیز دیکھنے کے خیال سے جو سینکڑوں ہندوستانی جانے کے باوجود ان کو دیکھنی نصیب نہیں ہوتی ہے ۔ بیچاروں کو پتہ نہیں کہ یہ کہاں کا لباس ہے ۔ جب انڈیا معلوم ہوتا ہے ۔ تو خوش ہوتے ہیں ۔ جنکو معلوم ہے وہ تو مہاراجہ ہی سمجھتے ہیں ۔ بازار میں جاتے ہوئے میرے کانوں میں یہ آوازیں آیا کرتی ہیں مہاراجہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۸ کے آگے) اگر کوئی کہیں سکھ کر کرنا ہی چاہے تو اس کی چیز لینے والا ہی کوئی نہیں ہے اسواسطے بیکار پھرتے ہیں ۔ ہمارے پاس کئی انٹرنس پاس آیا کرتے ہیں کہ دوائی کوٹنے کی جگہ ہی ہو ۔ تو کچھ پھلفنڈ دیجئے ۔ کھانے سے بھوکے ہیں ۔ تیسرا کام ان لوگوں کے پاس ایجنسی ہے ۔ تمام ہندوستان کے اندر نظر دوڑا دیکھو چند کو چھوڑ کر ہر ایک تجارت والا ولایت کا ایجنٹ نظر آتا ہے ۔ سب چیزیں ولایت سے بن کر آتی ہیں ۔ اپنے گھر میں نظر دوڑاؤ دیکھو کتنی چیزیں تم اپنی کہہ سکتے ہو سب باہر سے آتی ہیں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی کھانے پینے برتنے کی چیز ہمارے ہاں نہیں ہے ۔ جو ہماری ہو ۔ اگر کوئی ثابت کردے تو میں مشکور ہونگا ۔

زیادہ سے زیادہ میں کہہ سکتا ہوں کہ گندم تو ہم آپ بوتے ہیں ۔ وہ ہماری ہے ۔ نہیں بھائی وہ بھی اچھی اچھی دوسرے ممالک میں بھیجکر پھر آسٹریلیا کی کھاتے ہو ۔ مگر یہی نہیں آپ کے ہل کو لوہا ولائتی لگا ہوگا ہے ۔ بلکہ ولائتی ہل بھی اب تو رائج ہو رہے ہیں ۔ تمہارے ہل وغیرہ کو جن اوزاروں سے ترکھان نے بنایا ہے ۔ وہ ولایت کے ہیں ۔ گندم پیسنے کے واسطے چکیاں ولائتی لگ رہی ہیں ہاتھ کا بنا ہاتھ کا کتا ہوا کھدر چند گنتی کے لوگ بنتے ہیں ۔ ان کی تیاری میں بھی کئی ولائتی اشیاء لگی ہیں ۔ اور نہیں تو سلائی کی مشین ولائتی ہے ۔ سوئی ولائتی ہے ۔ اور جو دیسی اشیاء کہی جاتی ہیں ان میں کس قدر دھوکا ہے ۔ نہ جانے سوت جو دیسی کہا گیا وہ ولایت سے ہی آیا ہو ۔ کھدر کی ضرورت ہے تو دوسرے ممالک کی مشینیں کھدر تو تیار کر کے ان اپنے ایجنٹ دکانداروں کو دیدیتی ہیں ۔ میں کہانتک لکھتا جاؤں ۔ میں تو حیران ہوتا کہ جن اشیاء کی ضرورت نہیں ہے وہ کروڑوں روپیہ کی اگر ہندوستان میں بکتے ہیں ۔ ربڑ کے پھکنے ہندوستانی بچے (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۰ پر ملاحظہ ہو)

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

غضب تو یہ کہ ویانا کے ایک بڑے اخبار نے چھاپ دیا کہ کل فٹ بال میچ میں ایک ہندستانی مہاراجہ اپنی چھوٹی سی پارٹی کے ساتھ بھی رونق افروز تھے۔ پارٹی کیا تھی ایک ہندستانی لڑکا جو وہاں پڑھتا ہے۔ اور اس کی ایک منہ بولی جرمن بہن موجود تھی۔

ان ممالک میں ان لڑکیوں میں اتنی آزادی آئی معلوم نہیں ہوتی ہے جتنی کہ انگلینڈ میں آچکی ہے۔ دفتروں وغیرہ میں بھی انگلینڈ سے کم کام کرتی نظر آتی ہیں۔ عام حالات میں یکسانیت ہے۔ یہ بھی ویسے ہی تھوڑی سی پوشاک پہنتی ہیں۔ بال کٹوانے کا تمام یورپ میں رواج ہو گیا ہے۔ غریب لڑکیاں بالوں کو بیچ لیتی ہیں۔ امیر فیشن ہی سمجھتی ہیں۔ کیونکہ پیرس سے یہ فیشن نکلا ہے۔ بوڑھے مرد و عورت شاکی ہیں مگر وہ قیقہ زنی نہ کیے ہوئے انکی کون سنتا ہے زمانہ انگلینڈ جیسی ایمانداری بھی نظر نہیں آتی ہے۔ پسنرگ کے ہوٹل میں میرا ٹرنک کھول کر کئی چیزیں نکال لی گئیں۔ اور ویانا سے ٹریسٹ پہنچا تو قلی نے جس کے حوالہ میں نے انگلینڈ کے بھولے ہوئے کر دیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح میرا بکس ہی اڑا لیا تمام کاغذات تمام کپڑے اسمیں تھے۔ کپڑے تو پھر بن جاوینگے۔ مگر افسوس یہ ہے۔ مضامین کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۹ کے آگے) سنپچے روزانہ پھونکیں مار مار کر نہ جانے کتنے ہزار روپیہ روزانہ کے ضائع کرتے ہونگے رہتے ہیں۔ پچھلے سال صرف کانچ کے نلکے کئی کروڑ روپیہ کے آئے۔ بچوں کے کھلونے بھی تو ہم بنا نہیں سکتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کے جاپان جرمنی وغیرہ سے آتے ہیں۔ جس کاغذ پر میں لکھ رہا ہوں یہ ولایتی ہے یا ولائتی مشین سے تیار ہوا ہے۔ قلم ولایتی ہے۔ اس کا رنگ ولایتی ہے۔ دوات ولایتی ہے سیاہی کا کوئی حصہ ضرور ولایتی ہوگا۔ یہ لکھا ہوا جن مشینوں پر چھپے گا وہ ولایتی ہیں۔ ان کی سیاہی ولایتی ہے۔ تمہارا کچھ نہیں تم ایجنٹ ہو۔ پھر بیکاری کیوں نہ آوے چند بیچنے والے مالا مال ہو جاویں ملک دن بدن گرگیا ہوا حال ہو گا۔ ضرورت یہ ہے کہ تمام طریقہ بدل جاوے ہر ایک پڑھنے والے کے اندر سائینس یا انجینرنگ یا کوئی ہنر سیکھنے کا خیال ہو۔ تو نوکری کا خیال اڑ جاوے ہر ایک شخص کے اندر اپنی ضروریات اپنے ہی ملک کے اندر پیدا کرنیکا خیال نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی کچھ دے سکے۔ تو انکے واسطے بناکر ان کو بھیجے۔ اگر دس چیز باہر سے آویں دس یہاں سے جاویں تو بھی پلڑا برابر رہے۔ نہ صرف سب اشیا اپنے ملک میں تیار ہوں۔ بلکہ جن اشیا سے زیادہ یہاں تیار ہوتی ہیں۔ وہ بھی یہیں تیار کرنے کا خیال ہو۔ اس طرف لیڈر اپنے خیالات کو پھیر دیں۔ اس کی تعلیم بچے بچے کے دل میں دی جاوے تو ایک دن راستہ صاف ہو جاوے گا۔ دگرنہ نتیجہ سامنے دکھائی دے رہا ہے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

واسطے بھی تمام نوٹ تمام سین ور سالے ۔ نمائش کی فائدہ مند تصویریں تمام مقامات کے نقشے سب اس میں تھے ۔ دوربین ۔ فوٹو کیمرہ اتاری ہوئی تصاویر سب چلی گئیں ۔ کوئی اور کپڑا ان کپڑوں کے سوائے نہیں تھا ۔ رات کو سونا بھی مشکل تھا ۔ پولیس کو رپورٹ کی تو اٹلی کی پولیس نے پوچھا ۔ آپ کا نام ۔ باپ کا نام ۔ ماں کا نام ۔ ماں کا نام پوچھنا یورپ میں ہی معلوم ہوا ۔ اور یہ بھی ٹرنک گم ہو اگر دگر نہ اس کا پتہ نہ لگتا ۔ نوٹ ۱

کچھ اور بھی باریک سے فرق ہیں اگر سیر کے سلسلہ میں موقعہ آیا تو ان ممالک کا بھی اچھی طرح سے بیان کرونگا ۔ مگر اب تو جو کچھ بھی لکھنا ہے صرف یادداشت یا خیالات کی ترتیب میں جو سامنے آوے لکھنا ہے ۔ مسالہ سب جاتا رہا ۔

ابھی تو مجھے اس سلسلہ کو قایم رکھنا چاہیئے میں ابھی آپ کے سامنے لنڈن کی تصویر کھینچ رہا ہوں ۔ اور آج تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتا ہوں جو کہ عنوان سے ظاہر ہے ۔

لنڈن کی غریب مخلوق

کو میں نے دوبار دیکھا لوگ کہتے ہیں کہ عوام مشرقی حصہ میں جہاں غریب لوگ رہتے ہیں جاتے ہیں ۔ ایک ہندوستانی نے بتایا کہ میں اتنے سالوں سے رہتا ہوں مگر ادھر کبھی نہیں گیا ۔ وہ اتنے غریب ہیں کہ روپیہ کے واسطے وہ آدمی کو مار بھی سکتے ہیں ۔ میں نے کہا ۔ ان کو ہی تو مجھ کو دیکھنا ہے ۔ میں ان غریب لوگوں کے گھروں میں گیا ان کے بال بچوں کو پیسہ اور مٹھائی تقسیم کی ۔ ان سے بات چیت کی ۔ ان کے بیٹھنے کے کمرے اور ان کے باورچی خانے دیکھے ۔ مگر ہر ایک چھوٹے سے گھر میں بھی ایک بیٹھنے کا کمرہ صاف ستھرا پایا ۔ میل نہی ۔ چیتھڑے تھے ۔ اور باورچی خانہ کے برتن گندے

نوٹ ۱ اگلے خط سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا ۔ کہ ٹرنک گم شدہ مل گیا تھا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ قلی کی بدمعاشی کوئی نہ تھی کوئی غلطی تھی ۔ میں پولیس کمشنر کو یہ لکھ کر دے آیا تھا ۔ کہ اگر میرا ٹرنک مل جاوے تو فلاں جہاز میں جو وہاں سے روانہ ہوتا ہے اور میں نے اس میں اٹلی کے سرے سے سوار ہونا تھا روانہ کر دیا جاوے ۔ جب میں سوار ہوا مجھے میرا ٹرنک مل گیا اس واسطے بھی ماننا پڑتا ہے کہ عام طور لوگ ایماندار ہیں خیر ہر جگہ ہوتے ہی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

تھے۔ مگر باوجود اس کے وہ ہندوستان کے غریب کلرکوں سے بہتر تھے۔ مجھ کو ایک پادری صاحب مِل گئے تھے جو غریب لوگوں کی بہتری کے واسطے ایک سیوا سمتی کے کارکن تھے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے کام کو دکھا دیں۔ میں ایک دِن وہاں پہنچ گیا۔ گلی کے بچوں کے جھنڈ میرے پیچھے لگ چکے تھے۔ اس واسطے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا گیا۔ اور کھانے کے بعد پادری صاحب نے اس پُرانی خستہ عمارت کی سیڑھی تبلائی۔ اور تبلایا کہ خود ملکہ مہارانی تک یہاں آکر غریب لوگوں کی بہتری میں دلچسپی لیتی تھیں۔ اس کے بعد میں ایک ایک کر کے کمروں کو دیکھنے لگا۔ یہ کھانے کا کمرہ ہے۔ یہاں غریب لوگ جب فرصت ہوتی ہے۔ کوئی نہ کوئی دستکاری کا کام فالتو وقت میں سیکھتے رہتے ہیں۔ یہاں غریب لڑکیاں کچھ کام کرتی ہیں۔ یہ مُکّہ بازی کا ہال ہے۔ یہاں بیٹھ کر آپس میں تاش وغیرہ کھیلتے ہیں۔ کلب کے ممبر ہونے کی فیس صرف ایک آنہ ہے تاکہ ہر ایک غریب ممبر بن سکے یہ لائبریری ہے۔ یہ ناچ گھر ہے۔ لڑکے و لڑکیاں یہاں آکر ناچتے ہیں۔ یہاں گرجا ہے۔ یہاں گانے کا کمرہ ہے

میں نے کہا پادری صاحب مجھے یہ بھی بتلاؤ کہ جو غریب ہے جسکو نوکری نہیں مِلتی ہے جو کما نہیں سکتا ہے۔ اس کو آپ کیا اور کیسے مدد کرتے ہیں۔ پادری صاحب نے جواب دیا کہ اس کا ہمارے ہاں کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ ہم تو غریب لوگ گلیوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ان کو اکٹھے بیٹھ کر اچھے شہری بننے کا موقع دیتے ہیں۔ وہ بڑے لوگوں کی کلبوں میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ بڑے خرچ والے رسٹارنٹوں و ناچ گھروں میں جا نہیں سکتے۔ وہ کھیلوں کی کلبوں میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں انکے گھروں میں بھی تو اتنی جگہ نہیں کہ دوست یار مِل کر بیٹھیں۔ ہم تو اِن لوگوں کو گلیوں میں خراب ہونے یا جرائم کرنے سے بچانے کے واسطے جمع کرتے ہیں۔ مگر پادری صاحب بھوکوں کا کیا حال ہے۔ اِن کے واسطے بھی کوئی سیوا سمتیاں ہیں؟ جواب مِلا:۔

لنڈن میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا ہے

پادری صاحب سے بات چیت کرنے اور بعد اور ذریعوں سے معلوم کرنے کے بعد

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

مجھے پتہ لگا کہ یہ بات سچ ہے۔ ہر مرد و عورت کام کر سکتا ہے۔ اس واسطے یہ سوال نہیں کہ فلاں عورت بھی بھوکی مر رہی ہے۔ نوکری کافی ملتی ہے۔ معمولی سے معمولی مزدور۔ دو چار پونڈ ہفتہ وار حاصل کرتا ہے۔ بیمار ہو دیں۔ تب فکر نہیں کیونکہ ہفتہ وار تنخواہ سے تھوڑی سی رقم ایک گورنمنٹ کے محکمہ میں داخل کرنی ہے جو کہ بیمہ کی طرح ہے۔ بیمار ہوئے تو ڈاکٹر اب مفت علاج کرنے کو تیار ہے۔ اگر اس کے پاس نہیں جا سکتے تو گھر پر آوے گا۔

اگر نوکری سے برطرف ہوئے تب بھی گورنمنٹ کا محکمہ لوٹ کرتا ہے۔ خود بھی تلاش نوکری کرو محکمہ بھی کرے گا۔ اور جب تک نوکری نہیں ملتی ہے ۱½ پونڈ ہفتہ وار ملتا ہے۔ اگر عورت بچے ساتھ ہیں تو ان کا خرچ علیحدہ ملتا ہے۔ جو اپاہج یا کسی کام کے قابل نہیں ان کے واسطے علیحدہ انتظام ہے۔ جو غریب بچے ہیں یتیم ہیں۔ جن کا کوئی نہیں ان کے واسطے یتیم خانے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے گھروں کی عورتیں نہایت رحمدلی سے ان کی خدمت کرتی ہیں۔ اور اس میں اپنی خوشی سمجھتی ہیں جہاں ہر طرح کی آسائش موجود ہے۔

میں نے پادری صاحب سے پوچھا ابھی چند دن ہوئے میں نے اخباروں میں پڑھا کہ ایک روس کی رانی جو کہ کسی محلہ میں گمنام رہتی تھی۔ بھوک سے مر گئی اور کسی نے اس کی خبر نہیں لی۔ میں نے تو اس خبر کو پڑھ کر لنڈن کی ساری امیری لعنت بھیجی تھی۔ پادری صاحب نے جواب دیا کہ اس نے اپنی امارت کے زعم میں گورنمنٹ کے غریب محکمہ میں جا کر درخواست نہ کی ہو گی۔ اس واسطے اندر ہی اندر بھوک سے مر گئی۔ وگرنہ یہ لنڈن میں ممکن نہیں ہے۔ پادری صاحب نے اس وقت ایک بوڑھے کو بلایا۔ پوچھا تم کو کوئی کام ملا ہے کہا۔ ابھی نہیں۔ کیا گورنمنٹ سے پاتے ہو ۲۲ شلنگ ہفتہ وار۔ گورنمنٹ کے خزانہ سے کروڑہا روپیہ اس طرح غربا کو بٹتا ہے۔ اور یہی حال دوسری جگہوں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی پایا جب میں بلجیم کے دار الخلافہ مقام برسلز میں پہنچا تو میں ایک شخص سے وہاں کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ میں نے کہا یہاں ہر شخص عمدہ کپڑے پہنے اور خوشحال سا معلوم ہو رہا ہے۔ غربت کی نشانیاں نظر نہیں آتیں تب مجھے اس نے بتلایا کہ گورنمنٹ کی طرف سے کافی انتظام ہے کوئی بھی بھوکا نہیں

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

سکتا ہے۔ ایک خاص عمر کے بعد گورنمنٹ سے ہر ایک .... کو پنشن ملتی ہے۔ جس سے وہ گزارہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے گھر بنے ہیں جہاں وہ رہتے اور خوراک کپڑا پاتے ہیں جن کا کوئی گھر نہیں اور کرایہ لینے کی کوئی توفیق نہیں۔ اگر ایک بوڑھا گورنمنٹ سے پنشن پاتا ہے۔ تو وہ بھی اس میں رہ سکتا ہے۔ مگر اس کو کچھ ادا کرنا پڑتا ہے۔ باقی اس کی جیب خرچ کے واسطے ہوتا ہے۔ اس معاملہ میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ جو یہاں رہتا ہے یہودی ہو یا ترک افریقہ سے آیا ہوا یا امریکہ سے وہ یہاں کا ہے۔ اور مدد کا مستحق ہے۔ نوکری جن کو نہیں ملتی۔ ان کے واسطے علیحدہ انتظام ہے۔ میرے دوست! برسلز میں کوئی شخص تنگ نہیں ہے۔ اس واسطے یہاں کوئی بھیک منگا نہیں۔ سب اچھے کپڑوں میں ہیں۔ مگر وہ باتیں کرتا جاتا تھا مگر اس نے حیرانی سے دیکھا کہ میرے آنسو جاری تھے۔ اور میرے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکتا تھا۔ خوشی اور غمی دونوں کے آنسو جاری تھے بلجیم کی گورنمنٹ کے اعلیٰ انتظام سے خوشی اور ان کی فضیلت کا دھیان کر کے اپنے ملک کے غریبوں کی حالت کو سوچ کر مجھے رونا آتا تھا مگر اب جبکہ یہ مضمون لکھ رہا ہوں تب بھی میرا دل بھر آیا ہے۔ ہمارے کتنے لوگ بھوک کے مارے بلکتے پھرتے ہیں قحط کے موقعوں پر ہڈیوں کے پنجر جو کچھ بھی ملے کھانے کو تیار ہوتے ہیں۔ کاسۂ گدائی لئے پھرتے ہیں۔ کتنا بدنصیب ہمارا ملک ہے جس میں نہ پبلک کوئی اعلیٰ انتظام کرتی ہے۔ نہ گورنمنٹ کرتی یا کر سکتی ہے اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ ابھی تک یورپ کی نظر اس بھوکے ہندوستان پر ہے جب میں کسی کو کہتا ہوں کہ ہندوستان بڑا غریب ملک ہے تو وہ میرے منہ کی طرف تکتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میں اس کو مخول کر رہا ہوں۔ میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا ہے۔ ہندوستان سب سے مالدار ہے۔ ہندوستان کے راجے یہاں آکر لاکھوں روپے جھٹ اُڑا دیتے ہیں۔ ہندوستان ہی ہے۔ جو ہماری چیزوں کو لیتا ہے۔ ہندوستان سونے کی چڑیا ہے۔ ان کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ بھائی مستثنیات کو چھوڑ دو عام حالت کی تمہیں خبر نہیں تب کوئی مانتے ہیں۔ کوئی نہیں مانتے ہیں۔

پادری صاحب کی باتوں سے بڑا خوش ہوا پھر میں نے ان سے کچھ غریبوں کے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گھر دکھلانے کی خواہش کی جو کہ پوری کی گئی - ایکبار میں پھر ان غریب محلوں میں گیا اور ان گھروں کو بھی دیکھا جو کہ چینی لوگوں کے ہیں جہاں یہ افیون گانجہ وغیرہ پیتے ہیں - اور پہلے کئی لڑکیوں کو بھی اڑاتے تھے - اور جرم بھی کرتے تھے - مگر اب اعلیٰ انتظام ہو چکا ہے - ان محلوں میں لڑکے پیسوں کے واسطے بھی پیچھے بھاگتے ہیں کیونکہ اگرچہ یہ بھوکے نہیں مگر خوشحال بھی نہیں - دوسرے لوگوں کی طرح وہ گل چھرے نہیں اُڑا سکتے ہیں -

اس غریب طبقے کے بعد عام لوگوں کا طبقہ ہے جس میں یہ عام طور پر یہ اچھے رہتے ہیں - مگر آئی چلائی زیادہ ہے اخراجات بہت ہیں اس واسطے مرد و عورت سبکو کام کرنا پڑتا ہے - بعض اوقات چھوٹے لڑکے دن بھر دفتروں میں کام کرتے ہیں - اور رات کو کسی نائیٹ سکول میں پڑھتے ہیں - کیونکہ تعلیم یہاں لازمی ہے یہاں ہر شخص پڑھا لکھا ہے - کشمکش کی زندگی ہے - مگر جو

امیروں کا طبقہ

ہے ان کی امارت کی بھی کوئی حد نہیں ہے - نہ جانے کس طرح سے کام کرتے ہیں کہ جو کام کرتا ہے بس کمال پر ہی پہنچا دیتا ہے - جیسے کام بڑھتا ہے - لوگوں کا اعتبار جمتا ہے لمیٹڈ کمپنی بنجاتی ہے - اور پھر اتنے زور سے سب مل کر اس کام کو کرتے ہیں - کہ ایک ایک کمپنی کروڑوں کماتی ہے - ایک رسٹارنٹ والے لائن صاحب کا بھی شاید کسی خط میں ذکر کر چکا ہوں - جس نے صرف بیس روپے - لے کر چاء کی دوکان کھولی اور اب صرف لنڈن میں ۲۰۰ اس کی دوکانیں ہیں جنمیں ۲۰ ہزار مرد و عورت صرف کھانا برتانے کے واسطے نوکر ہیں - میرے پوچھنے پر بھی انہوں نے تبلایا نہیں کہ روزانہ بکری کتنی ہے - انہوں نے کہا یہ تبلانا مناسب نہیں - میں سمجھتا ہوں کہ لاکھ دو لاکھ روزانہ کی بکری ہوگی -

سیلفرجیز Selfridges (Self) کے نام سے ایک روزانہ ضروریات کی دوکان ہے جو اکیلا شخص سارے لاہور کو چاہیے مول لے سکتا ہے - مردوں عورتوں بچوں کے کپڑے ہر قسم کھیل کی چیزیں کھانے پینے برتنے کی قسم کی کونسی چیزیں ہیں جو اس دوکان سے نہ مل جاتی ہوں - اندر چلے جاؤ کئی منزلوں میں بھاری نمائش ہے - چھت کے اوپر

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

باغ لگا ہوا ہے۔ وہاں چھتر بارش سے بچنے کو ملتے ہیں۔ بیٹھئے سیر کیجئے چاء پانی پیجیے دوکان دیکھتے دیکھتے تھک گئے ہیں تو اس میں رسٹارنٹ موجود ہیں بیٹھ کر کھانا کھائیے ہر وقت اندر میلہ لگا رہتا ہے۔ زمین کے نیچے اوپر مختلف شاخوں میں سینکڑوں آدمی کام کر رہے ہیں۔ آکسفورڈ سٹریٹ میں اس دوکان کا ماتھا ۵۰۰ فیٹ ہے۔ اور ایک دوسری گلی میں ۱۵۰ فیٹ دروازوں کو چھوڑ کر چاروں طرف نمائش لگی ہوئی ہے۔ اور اندر جاؤ۔ تب بھی ہر چیز علیحدہ قرینے سے پڑی ہے۔ خود دیکھ سکتے ہو۔ یہ نہیں کہ آپ مانگتے جاؤ۔ اور تب کبھی کسی بند گٹھڑی سے چیز نکال کر آپ کو دکھلائی جاوے گی۔ پھر لنڈن کی دوکان پر ۴ ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ اور لنڈن کے علاوہ ۱۲ شاخیں اس دوکان کی اور ہیں۔

روزانہ ضروریات کی ایسی ہی ایک اور دوکان بنام ہیرلڈ (HARROLD) موجود ہے۔ اس دوکان والے نے لکھا تھا۔ اگر ہماری دوکان سٹور۔ برف خانہ و اشیاء کو سرد رکھنے کا کمرہ وہ تمام ملائی جائیں۔ تو ہماری دکان اس جگہ سے زیادہ جگہ گھیرتی ہیں۔ جو کہ بینک آف انگلینڈ۔ ٹاور آف لنڈن اور سینٹ پال گرجا تینوں نے مل کر گھیری ہوئی ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں نہایت مشہور وسیع مقامات ہیں جن کے اندر جا کر راستہ پانا بھی مشکل ہے۔ ایک کروڑ بیس لاکھ مکعب فیٹ جگہ میں صرف بجری کا کام ہوتا ہے۔ یہ دوکانیں نہایت چھوٹے پیمانے سے شروع ہوئی تھیں۔ اس سے کچھ کم درجے کی تو بیسیوں دوکانیں ہیں۔ یورپ کے ہر بڑے شہر میں ایک ایسی بڑی دوکان میں نے دیکھی ہے۔ جس میں مرد و عورتوں کی روزانہ گھریلو ضروریات سب پوری ہوتی ہیں۔ اور ایسی دوکان کا دیکھنا بذاتہ بڑی دلچسپی کا باعث ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی بڑے بازار میں پھر رہے ہیں۔ جہاں ہر ایک چیز ملتی ہے وہ دوکان تھوڑی ہی معلوم ہوتی ہے۔ پیرس میں ایک ایسی دوکان کے مالک نے مجھے بتلایا تھا۔ کہ اس کے ہاں ۶ ہزار آدمی دوکان میں کام کر رہے ہیں۔ میں کوٹ خریدنے گیا میلہ لگا تھا۔ انتظام ایسے اعلیٰ ہیں کہ آپ ساری دوکان گھوم جاویں آپ کو کوئی منع نہیں کرتا۔ مگر آپ کی ہر حرکت کو دیکھنے والا بھی کوئی حاضر رہے۔ میں نے لنڈن کے ہر بڑے بازار میں BOOTS بوٹ کے نام سے کیمسٹ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

شاپ دادویات کی دوکان) دیکھی معلوم ہؤا کہ یہ ایک بڑے دوا فروشوں میں سے ہیں۔ان کا کارخانہ لنڈن سے قریب ایک گھنٹہ میل ٹرین کا راستہ مقام ناٹنگھم ہے۔میں وہاں ان کا کارخانہ دیکھنے کو چلا گیا۔ ان لوگوں کے کام اور انتظام دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ادویات جہاں تیار ہوتی ہیں وہ بڑا وسیع حصہ ہے جہاں کے کام کرنے والے نہایت مستعدی سے سب اشیاء تیار کر رہے ہیں۔آگے دفتر ہے اتنا بڑا دفتر لاہور میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ لاہور کا بڑا ڈاک خانہ مقابلہ کر سکتا ہے

انگلینڈ میں اس دوکان کی سات سو شاخیں ہیں ان سب کا سٹاک کا حساب رکھنا ہے۔اس واسطے دو سو مرد عورتیں صرف سٹاک لینے کے واسطے ہیں حساب رکھنے اور تمام شاخوں کے بل چیک کرنے کے واسطے شاید سو لڑکیاں نوکر ہیں۔ جو ہزار بھی کافی نہ ہوں۔اگر ان کے پاس مشین نہ ہو جو کہ خود بخود جمع تفریق ضرب دیتی جاتی اور حساب نکال کر سامنے رکھتی جاتی ہیں۔سینکڑوں ٹائپ رائٹر سارے دفتر میں موجود ہیں کہتے ہیں کہ ان کو ۸ کروڑ بل سالانہ چیک کرنے اور حساب بنانے پڑتے ہیں۔

صرف خط بھیجنے اور نوکروں کے خطوط آنے کے انتظام کے واسطے ایک علیحدہ کمرہ ہے جو خاصہ ڈاک خانہ معلوم ہوتا ہے۔ہر کام کے واسطے علیحدہ حصہ ہے۔ کوئی خام اشیاء خریدتے ہیں۔کوئی ادویات کے دام مقرر کرتے رہتے ہیں کوئی عمارتیں جو نئی بنتی ہیں۔ان کی نگرانی کرتے ہیں۔کوئی نوکر رکھتے ہیں۔ کوئی کرایوں کا حساب کر رہے ہیں۔مینجر نے مجھ کو بتلایا کہ فی ہفتہ ایک نئی دوکان کھول دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

سنہ ۱۸۳۳ء میں ایک چھوٹی سی دکان میں بوٹ صاحب نے اس کام کو شروع کیا اور اب یہ لمیٹڈ کمپنی ہے جس کے ۴۴ ہزار حصہ دار ہیں اور ۸ کروڑ روپیہ کا سرمایہ ہے۔ تمام اخراجات نکال کر قریب ایک کروڑ روپیہ سالانہ کی بچت ہے۔کل دوکانوں میں قریب ۱۳ ہزار آدمی کام کر رہے ہیں۔ادویات کس کثرت سے یہ باہر بھیجتے ہیں اس کا اندازہ ایک رقم سے کیجئے کہ ایک سال میں ۲۲ ہزار من ایپسم سالٹ اس کمپنی نے بیچا کسی ایک دوکان کے بھی پورے حالات کے واسطے بہت جگہ چاہئے۔اس واسطے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

واسطے صرف اشارے دے رہا ہوں اس دوکان کو دیکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کس دل و دماغ کے آدمی ہیں۔

لنڈن میں کئی ایسی اخباریں ہیں جو دن میں تین بار شائع ہوتی ہیں۔ روزانہ شائع ہونے والی کئی اخباریں ہیں جو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار نیوز آف دی ورلڈ ہے جو کہ ۳۰ لاکھ چھپتی ہے۔ روزانہ اخبار ڈیلی میل ۱۷ لاکھ چھپتی ہے۔ ان کے انتظام ان کے خرچ ان کے چھاپنے کی مشینیں کس کس کا ذکر کروں۔ پیسہ اخبار نے اپنے بڑے کارخانہ کے ساتھ ایک بار کوشش کی تھی کہ لاکھ اخبار چھاپوں گا کئی دن لگے رہنے پر بھی وقت پر لاکھ اخبار نہ نکل سکی اور یہ ۱۷ لاکھ اخبار روزانہ نکالتے ہیں۔ اور سارے دن کی خبریں اگلی صبح کو دیتی ہیں۔ ان مشینوں کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جو کہ چھاپتی۔ کاٹتی کھول کر کے بند پیکٹ بنا بنایا آپ کے ہاتھ میں دے دیتی ہیں۔ اور ایک گھنٹہ میں ہزار ہا۔

ڈیلی میل کا ایک اپنا ہوائی جہاز ہے جو کہ انگلینڈ میں شام کو گھومتا ہے۔ اور بہت اونچا جا کر اپنے دھوئیں سے ڈیلی میل لکھتا ہے۔ یہ روزانہ کا اشتہار جاری رہتا ہے۔ ان لوگوں کی آمدنی اور خرچ کا اندازہ کرو ڈیلی میل کے اشتہار کے صفحے کی اُجرت ایک بار کی ۱۸ ہزار روپیہ ہے۔ اور پھر ۶ مہینے پہلے اس کا ٹھیکہ ہوا ہوتا ہے۔

اشتہاروں پر یہاں بہت خرچ کیا جاتا ہے۔ در و دیوار کوئی اشتہار کے بغیر نہیں۔ ریل کا چپہ چپہ زمین دوز ریل کی سڑکیں ٹریم یا بس کوئی جگہ بھی اشتہار کے بغیر نہ پاؤ گے یہاں اشتہار تجارت کا ایک ضروری جزو ہے اس کو برا نہیں بلکہ اچھا سمجھا جاتا ہے اشتہار سے یہ بکری اس قدر بڑھاتے ہیں۔ کہ ایک بار ۱۸ ہزار دے سکتے ہیں ایک بار میں نے اس ایک صفحے پر ایک ایسے صابون کا اشتہار دیکھا جس کی قیمت صرف سات آنے فی بکس تھی۔ یہاں کے سینما۔ تھیئٹر۔ کابرٹ وغیرہ کتنا خرچ کرتے اور کتنا کماتے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ سینما کے فلم بنانے والی کمپنیاں بعض ایکٹر یا ایکٹرسوں کو ایک ایک دن کے واسطے ہزار ہا پونڈ ادا کرتے ہیں۔

ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تنخواہ سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں پونڈ ہوتی ہے بڑے تھیٹروں کے اندر ہزاروں آدمی بیٹھ جاتے ہیں پھر یہ مزا کہ ٹکٹ کا پہلے انتظام

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کیجئے۔ سارے یورپ میں یہی حال ہے۔ ویانا کے تھیئٹر دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے محل کیا ہونگے۔ سنیچر وار صبح میں ٹکٹ لینے گیا۔ تب بھی کتنی دیر کے بعد کھڑکی تک پہنچ سکا۔

ویانا کے ایک تھیئٹر کو میں نے اندر سے دیکھا۔ سٹیج بدلنے کے واسطے اتنی بڑی مشین لگائی ہے کہ نیچے جا کر یہ معلوم ہوا کہ میں کسی بڑے بھاری مشینوں کے کارخانہ میں پہنچ گیا ہوں۔

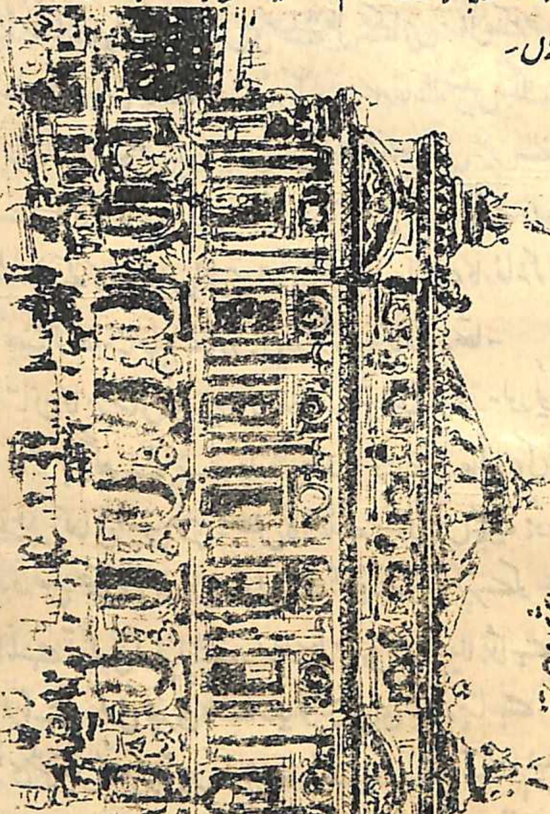

پیرس کا اوپرا

ہر شہر میں ایک تھیئٹر گاہ بنام اوپرا ایسا معلوم ہوتا ہے جو کہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پیرس و ویانا کے اوپرا بڑی ہی خوبصورت عمارات ہیں۔ تھیئٹروں کی عمارتوں پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہوتے ہیں۔ ہوٹلوں وغیرہ کا ذکر کہیں کر چکا ہوں

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

یہ تو اس قسم کے کام ہیں جو کہ ان کے اندر ہی ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے کام ہیں جو کہ یہ دوسرے ممالک کے واسطے کر رہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساری دنیا کا روپیہ انہوں نے کھینچ لینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ اور کیوں نہ لیں جبکہ اتنا ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ میں اس حصہ میں گھوما ہوں اور ان چھوٹے چھوٹے مقامات پر گیا ہوں جہاں بڑے کارخانے ہیں۔ اکثر بڑے بڑے کارخانے شہروں سے باہر چھوٹے مقامات پر ہیں کیونکہ وہاں ہی سستے چل سکتے ہیں مثال کے طور پر مانچسٹر کا نام سب جانتے ہیں یہاں جانے پر معلوم ہوا کہ یہاں کارخانے نہیں بلکہ نزدیک کئی مقامات بولٹن۔ ریڈنگ وغیرہ میں ہیں۔ یہاں ان کے ہیڈ آفس ہیں۔ میں نے بولٹن میں جا کر ایک کپڑے کے کارخانہ کو اور ایک دوائیوں کے متعلق مشین بنانے والے کارخانہ کو دیکھا۔ کپڑے کے کارخانہ میں نظر ہی مارنی کہئے کیونکہ سارے کارخانہ کو دیکھنے کے واسطے کم از کم ۶ گھنٹہ تو گھومنا چاہئے اور ابھی یہ چھوٹا سا کارخانہ تھا۔

انگلستان کا درمیانی حصہ جس میں مانچسٹر۔ شیفیلڈ۔ لیڈز۔ لورپول وغیرہ مقامات ہیں اس علاقہ میں گھومتے ہوئے چاروں طرف سوائے کارخانوں کی چمنیوں کے کوئی اور قابل دید چیز دکھائی نہیں دی۔ بعض کارخانے میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہر شہر نے خاص حصے کو ہاتھ میں لے لیا ہے۔ کسی نے سوتی کپڑے کو ساری دنیا کے واسطے بنانا ہے تو کوئی گرم کپڑے کے واسطے میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ کوئی سٹیل کا سارا کام کرتا ہے۔ کوئی چھری کانٹے۔ چاقو قینچی ہی بناتا رہتا ہے۔ ایک ایک کارخانے میں اتنی بڑی مشینیں کام کرتی ہیں کہ ہزاروں آدمی لگ کر بھی اتنا کام نہیں کر سکتے ہیں جو ضرورت پیدا ہو جھٹ اس کے واسطے نئی مشین تیار ہو جاتی ہے۔ ان کی مشینوں کا تھوڑا سا ذکر کسی دوسرے خط میں کرونگا۔ یہ سب لوگ کتنے مالا مال ہو رہے ہیں اور دنیا کا تمام طرف سے کھچا ہوا دھن کتنا یہاں آتا ہے اس کا اندازہ اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے۔ جو کہ اس وقت میرے پاس نہیں ہیں۔

جرمنی و آسٹریا اندر گھومتے ہوئے بھی یہی حال دیکھا۔ کسی علاقے سے بھی گذر گیا کارخانوں کی چمنیاں ہی دکھائی دیتی ہیں۔ جس کا تھوڑا سا بھی ایسا کام ہے وہ مالا مال ہے۔ ہزاروں روپیہ یہاں کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ لاکھوں والا کچھ گِنا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کے جو امیر ہیں وہ یہاں کے معمولی آدمی ہیں اور یہاں کے امیر کروڑوں کے مالک ہیں بعضوں کے تو اتنے کارخانوں میں حصے ہیں کہ وہ اور ان کی اولاد بیٹھے موجیں اُڑا رہے ہیں ایک ایک امیر ہزارہا روپیہ یہاں خرچ کرتا ہے ان کی عورتوں کی ایک پوشاک پر بعض اوقات ہزاروں خرچ ہو جاتے ہیں ہیرے جواہرات موتی یہی لوگ خرید سکتے ہیں۔ ان کے بنگلے ان کی عمارات ان کی سواریاں ان کے شاہی اخراجات دیکھ کر پتہ لگتا ہے کہ یہ دولت سے بھرے ہیں۔ ایک دفعہ میز پر بیٹھ کر کھانے کے وقت اعلیٰ کھانوں شرابوں سے اتنا بل بڑھا سکتے ہیں کہ ہندوستان میں کبھی امیر سے امیر کو اتنا کھانے پر خرچ کرنے کا خیال نہ آوے۔ قصہ کوتاہ دولت کے دریا بہتے ہیں۔ جو کہاں سے آ رہی ہے۔ معلوم نہیں۔

خط نمبر ۱۲

تہذیب کا فرق

میں یہ خط سوئیٹزرلینڈ سے لکھ رہا ہوں۔ آج ستمبر ۱۹۲۴ء کی ۲۳ تاریخ ہے اور اکتوبر کی ۲۳ کو میں پہلے لاہور پہنچ جاتا ہے۔ میرے پہنچنے تک یہ خط چھپے گا بھی نہیں۔ یہ مجھ کو خبر نہیں مگر گھر پہنچنے سے پہلے یورپ کے لوگوں کی فراخدلی کی تعریف کرنی چاہیئے۔ روپیہ پاس چاہیئے۔ پھر جہاں چاہے جایئے۔ ہر قسم کے آرام موجود ہیں آپ کی قومیت علیحدہ ہونے کے باعث آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ دنیا کے کسی طبقہ سے کالا یا گورا یہاں تک کہ حبشی بھی ان کی میز پر جا بیٹھے اسی طرح سے خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ سارے یورپ میں جہاں میں گیا ہوٹل والے ہمیشہ عزت سے اپنے ہاں رکھتے جیسے کہ وہ کسی اپنی قوم کے آدمی کو رکھتے ہیں۔ صرف لنڈن میں ایک جگہ ایک مکان کی مالکہ نے مجھے کہا تھا کہ میں ہندوستانیوں کو نہیں رکھتی ہوں مجھے غصہ بہت آیا۔ مگر پھر خیال کیا کہ اس کی وجہ کوئی خاص ہوگی۔ ان کے واسطے ساری دنیا میں کوئی اچھوت نہیں۔ ان کی میز ہر وقت کھلی ہے۔ جو چاہے بیٹھ جاوے۔ اس میں کوئی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

شک نہیں کہ خرچ بہت ہوتا ہے اور روپیہ دریا کی طرح اگر آپ یورپ میں بہا نہیں سکتے تو پورا آرام نہیں پا سکتے ہیں ختم ہوا تو آپ کا کوئی پرساں حال نہیں ہے - مگر یہ بھی تو تھوڑی بات نہیں ہے کم روپیہ خرچ کر کے کسی کونہ میں چلے جاویں آپ آرام پا سکتے ہیں - اور کوئی حقارت کسی طرح کی ان کی طرف سے ظہور میں نہیں آتی ہے آپ کے جھوٹے برتن صاف کرنے یا آپ کے مل موتر کو اٹھانے میں بھی ان کو پرہیز نہیں ہے - لنڈن - برلن - ویانا وغیرہ میں کتنے ہندوستانی طلباء ان کے گھروں میں رہتے ہیں اور کس محبت کے ساتھ یہ لوگ رکھتے ہیں یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - اگر لڑکے بھی اچھے ہوں تو گھر والے کے لڑکے لڑکیوں کے ساتھ بھائی بہنوں کی طرح رہتے ہیں -

پھر ان کی کوئی جگہ اعلیٰ ہوٹلوں سے خالی نہیں ہے ووسوٹ بغل میں داب کر سارے یورپ کی سیر کر آئیے کسی طرح کی تکلیف نہیں - برفانی چوٹیوں تک اعلےٰ ہوٹل موجود ہیں - جہاں ہر طرح کا آرام موجود ہے پھر گورنمنٹوں کے تعلقات کا خیال کرو آپ کسی بھی ملک میں پھر رہے ہیں - کوئی انگلی نہیں اٹھاتا ہے - ہر جگہ ویسی ہی آزادی سے آپ گھوم رہے ہیں - جیسا کہ آپ اپنے ملک میں گھومتے ہیں یہ سب باتیں قابل تحسین ہیں - اور میں نے اپنا فرض سمجھا کہ شکریہ ادا کروں -

میں اب سوئٹزرلینڈ کے دو اور شہر کو دیکھ کر پھر فرانس جاؤں گا - جہاں کہ ایک شہر کو جو کہ مختلف قسم کے غسلوں اور بجلی کے علاج وغیرہ کے واسطے مشہور ہے - اس کو دیکھنے جانا ہے - وہاں سے اٹلی میں پہنچکر فلارنس - قدیم روما اور نیپلز کو دیکھتا ہوا ۱۴ اکتوبر کو برنڈزی سے جہاز میں سوار ہو جاؤں گا -

چند دنوں کے اندر میں نے کتنے شہر دیکھے ہیں اگر ان کو لکھوں تو آپ حیران ہونگے کہ آپ ہاتھ لگا کر چلے جاتے تھے - تو دیکھتے کیا تھے - مگر میں جانتا ہوں کہ میں دیکھ سکتا ہوں آج میں نے تین شہر دیکھنے ہیں - اور ہر ریل کے ویٹنگ روم میں جو وقت ملا اس میں یہ مضمون لکھا ہے -

سوئٹزرلینڈ ایک چھوٹا سا ملک ہے - بیچاروں کے پاس کچھ نظر نہیں آتا ہے - اپنی زبان بھی نہیں ہے کوہ الپس نے اس کو تقسیم کیا ہوا ہے - پہلے یہ اپنے ساتھ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کے لئے ملکوں کے ماتحت تھا۔ جرمنی و فرانس و اٹلی اس کے مالک تھے۔ اسی واسطے
تین زبانیں یہاں رائج ہیں۔ ۳۶ آدمیوں نے قسم کھائی کہ مر جائیں گے یا سوئیٹزر
لینڈ آزاد کرینگے۔ وہ نکل پڑے۔ اور حاکموں کے اڈوں پر جا کر ان کو مار دیا یا بھگا دیا
اور سوئیٹزرلینڈ آزاد ہو گیا۔ اور اب سوئٹزرلینڈ کی گورنمنٹ ایک اعلیٰ گورنمنٹ
سمجھی جاتی ہے۔ سب کی گورنمنٹ میں آواز ہے۔ اور سب خوش ہیں۔ برلن میں
پالیمنٹ میں نے دیکھی۔

مگر زبانیں ابھی تک اسی طرح وہی تین ہیں۔ اور چوتھی اس سے بھی ملی جُلی ہوئی
ہے۔ ان کی علیحدہ اپنی کوئی زبان نہیں ہے۔ ان کی پیداوار بھی کوئی نہیں سارے
علاقہ میں کہیں کوئی فصل میں نے نہیں دیکھی۔ نہ کوئی غلہ ہے۔ نہ کوئی چاول ہے
نہ جوار ہے۔ آلو اور سبزیاں ہر طرف سبزہ زار گھاس اور سیب ناسپاتی کے درخت
نظر آتے ہیں۔ گاؤں کے لوگ گائیں پالتے ہیں۔ گھاس بہت ہے۔ سردیوں کے
واسطے گرمیوں میں سکھا رکھتے ہیں گائیں بڑی خوبصورت اور تر و تازہ اسی واسطے
معلوم ہوتی ہیں۔ جما ہوا دودھ اور پنیر یہاں سے دُور دُور جاتا ہے۔ دوسرے
ان کی کاریگری گھڑیاں ہیں جو کہ ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر اس سے یہ لوگ مطمئن
نہیں یہی کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں ہم غریب ہیں ہم کو تو کھانے کے واسطے ہی دوسروں کا
دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ مگر دراصل یہ بڑے امیر نہیں تو غریب بھی نہیں ہے خوشحال
ہیں۔ بڑا اعلیٰ گزارہ کر رہے ہیں۔ بوڑھوں ناکارہ کے واسطے ہر جگہ گھر بنے ہوئے
ہیں۔ جو لوکل کمپنیاں بناتی ہیں۔ قدرت نے اس ملک کو خوبصورتی دی ہے جسکو دیکھنے
کے واسطے سارا یورپ اور امریکہ کے لوگ بھی یہاں آتے رہتے ہیں۔ کچھ صحت حاصل کرنے
کے واسطے بھی آتے ہیں۔ کئی ہندوستانی اسی غرض کے واسطے آئے ہوئے میں نے دیکھے
اس طرح سے لاکھوں روپیہ ہر سال لوگ آکر ان کے ملک میں خرچ کر جاتے ہیں۔ بےشمار
ہوٹل وغیرہ مسافروں کے سر پر ہیں۔ سردیوں میں سردیوں کی کھیلوں کے واسطے آتے
ہیں۔ کئی مقامات سردیوں میں بہت سرد نہیں ہوتے وہاں بیمار رہتے ہیں۔ ایک بڑی
کمیٹی قائم ہے جو کہ رسالے۔ اشتہار پمفلٹ اعلیٰ اعلیٰ تصاویر کے ساتھ ساتھ شائع
کرتی رہتی ہے۔ ایک ایک جگہ کی تعریفیں چھاپی جاتی ہیں۔ جن سے لوگوں کو ان مقامات

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

دیکھنے کا شوق پیدا ہو کسی مقام کے متعلق کسی سیر گاہ یا صحت گاہ کے متعلق آپ کو کچھ بھی معلوم کرنا ہو ان سے معلوم کر لیجئے۔ ہوٹلوں میں بھی آپ کو ایسے ہی اشتہار ملتے ہیں جس سے اور اور مقامات دیکھنے کی آپ کو خواہش ہو وسے۔ اور پھر تمام

سوئٹزرلینڈ ایک پہاڑ کا نظارہ

خوبصورت مقام پر چاہے وہ کسی بھی چوٹی پر ہو رہنے کے اعلیٰ انتظام کر دیئے ہیں۔ ریل پہاڑوں پر ۱۲ ہزار فیٹ کی بلندی پر لے گئے ہیں کئی آبشار ہونے سے بجلی یہ بہت پیدا کرتے ہیں۔ اس واسطے بجلی سے ہر گھر میں چلتی ہیں ریل آج ایک دن میں

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

برف کے اوپر چل پھر کر واپس بھی آگیا ہوں۔ ایسی سیدھی ریل چڑھا کر لے گئے ہیں کہ سڑک کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ اتنی اونچی ریل کی سڑک شاید دنیا میں کسی جگہ نہ ہوگی ایلپس کی زیادہ سے زیادہ اونچی چوٹی شاید صرف ۱۶ ہزار فیٹ ہے۔ تمام ملک خوبصورت جھیلوں سے پُر ہے۔ کئی جھیلیں میلوں لمبی ہیں۔ ان کے ارد گرد شہر آباد ہیں۔ چھوٹے ہونے پر بھی ایسے صاف ستھرے سجے ہوئے شہر میں نے اور جگہ نہیں دیکھے۔ خوشی اور عیش کے سب سامان مہیا کئے ہیں۔ آرام کے دن یورپ کے لوگ اکثر انہی کے کنارے کاٹنے جاتے ہیں۔ غرضیکہ جو کچھ قدرت نے دیا ہے۔ اسی سے یہ دنیا کے لوگوں سے یہ اپنا حصہ نکال لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہندوستان کے اندر اتنی دیکھنے والی چیزیں ہیں۔ کہ اگر ان لوگوں کی طرح کوشش ہو تو دنیا یہاں بھی کھچی چلی آوے۔ سوئٹزرلینڈ کے لوگ محنتی ہیں عورتیں و مرد کھیتوں میں کام کرتے دیکھ کر اپنا ہندوستان یاد آتا ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں عجیب بات یہ دیکھی کہ جیسے کشمیر میں لکڑی کا کام دستکاری کا ہوتا ہے۔ ویسے ہی یہاں بھی ہے۔ اخروٹ کی لکڑی پر کیسے اعلا کام کئے ہیں۔ کئی لکڑی کی اشیاء کھلونے سیر کرنے والے خرید کر لے جاتے ہیں۔ مکانوں کی چھتوں پر لکڑی کی ٹکڑیاں جیسے کشمیر میں ہیں بالکل ویسی ہی یہاں دیکھیں جیسے لکڑی کے مکان وہاں بناتے ہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی ہیں۔ گاؤں میں صرف لکڑی کی بنی ہوئی جھونپڑیاں دیکھ کر اپنے ہی پہاڑ یاد آتے ہیں۔ جیسے کمر کے پیچھے لمبے ٹوکرے باندھے مرد اور عورتیں ڈلہوزی میں سامان وغیرہ لئے پھرتے ہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی ہیں۔ عورتیں مردوں کے ساتھ ہر قسم کا کام کرتی ہیں۔ اس قسم کی عجیب مشابہت میں نے اور بھی کئی جگہ دیکھی ہے۔ یورپ کے عجائب گھروں میں ان کی پرانی اشیاء یا ان کی تصاویر دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی زمانہ جبکہ ساری دنیا پر ایک ہی تہذیب پھیلی ہے۔ اور ایک ہی طرح کے خیالات کام کرتے تھے۔ یہ بھی میں نے محسوس کیا ہے کہ یورپ کی پرانی تہذیب اور پرانی اشیاء ہماری پرانی اشیاء سے بہت گھٹیا ہیں۔ وہ بہت پیچھے وہاں تک پہنچے ہیں۔ ان کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے یورپ نے ایک دم مادی ترقی میں چھلانگ ماری ہے۔ وہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ اور ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔ پچاس سو سال ان سے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

پیچھے ہیں وہ دن بدن آگے بڑھتے جا رہے ہیں ۔ یہ جملہ معترضہ بیچ میں آگیا ۔ میں ذکر کر رہا تھا ۔ کہ سوئٹزرلینڈ کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے حالات شاید سب جگہ یکساں ہی ہیں ۔ پھل بہت ہونے سے انہی پھلوں سے یہ ایک قسم کی شراب

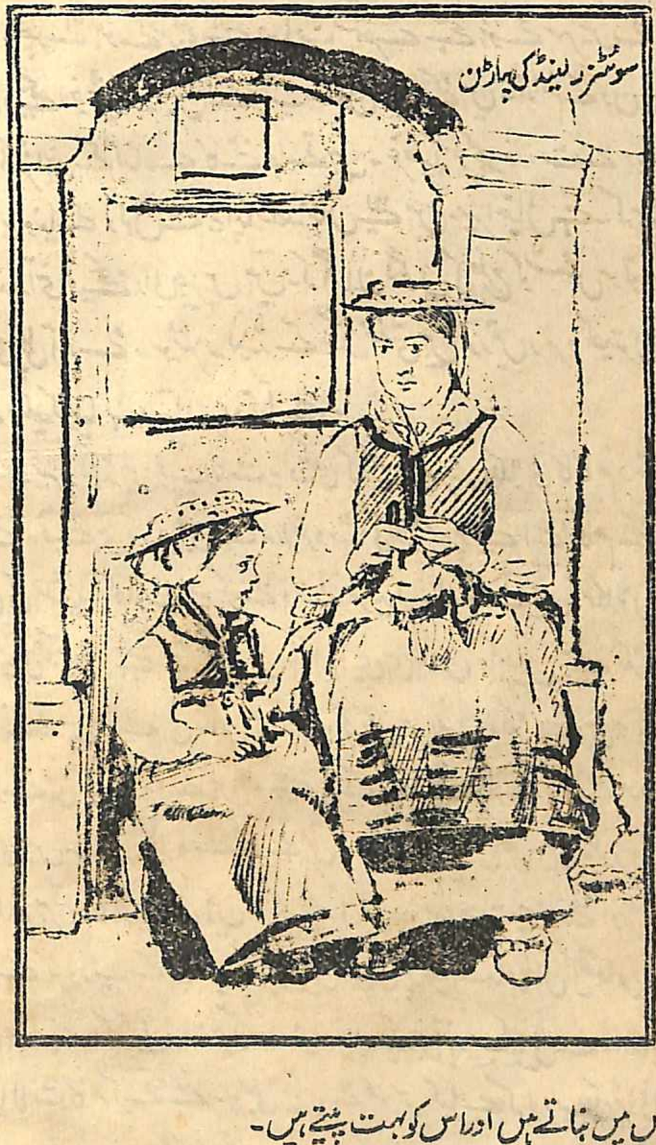

سوئٹزرلینڈ کی پہاڑن

ہر گاؤں میں بناتے ہیں اور اس کو بہت پیتے ہیں ۔

لوگ نیک ہیں ۔ اٹلی کی طرح چوری وغیرہ نہیں ہے ۔ یہاں یورپ کے اور ممالک کی طرح خراب عورتیں بھی پھرتی دیکھی نہیں گئیں ۔ پیشہ کی یہاں بھی ممانعت ہے ۔ ناچ کے واسطے بھی اجازت لینی پڑتی ہے ۔ صرف ایک جگہ جینوا میں فرانس سے لگتا ہے ۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اجازت ہے اور وہاں اور شہروں کا سا حال ہے۔ باقی سب جگہ بہتر پایا۔
مجھے یہاں کے اس کارخانہ کو دیکھنے کا بھی شوق تھا۔ جو منجمد دودھ بنا کر تمام دنیا میں بھیجتا ہے۔ سوس ملک ڈبوں میں بند ہر جگہ ملتا ہے۔ اس قسم کے دو کارخانے ہیں۔ بڑا کارخانہ لوسرن شہر کے پاس ایک قصبہ بنام قام میں ہے۔ جہاں میں پہنچ بھی گیا مگر میں حیران ہوا کہ مجھ کو کارخانہ نہیں دکھایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا راز ہے اور ہم کسی کو نہیں دکھاتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یورپ والے ہر بات کو دنیا پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ مگر ان کو پتہ نہیں کہ راز کی باتوں کو کیسے چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک موٹر کرایہ پر لے کر ایک چھوٹے سے گاؤں میں پنیر کا کارخانہ دیکھنے کو گیا پنیر یورپ کی قومیں اکثر کھاتی ہیں۔ اور غذا میں یہ بھی کبھی کبھی ایک ڈش ہوتی ہے دودھ کو پھٹا کر ایک مشین کے ذریعہ سے دباتے ہیں۔ پھر اس کو ۲۰ فی صدی نمک کے پانی میں ۳ دن تک چھوڑتے ہیں پھر نکال کر ایک خشک کمرے میں جسکو گرم ہی رکھا جاتا ہے۔ رکھ دیتے ہیں دو تین ماہ میں وہ سوکھ جاتا ہے اور سخت ہو جاتا ہے۔ تب باہر بھیجا جاتا ہے۔ پرانا ہونے سے خراب نہیں ہوتا ہے۔ اچھا ہوتا ہے۔
ایک بات یہاں قابل ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ یورپ کی کوئی چیز بھی بدون کافی چھان بین کے کھانا کتنا مشکل ہے پنیر کو بھی کبھی کوئی قابل اعتراض سمجھ سکتا ہے دودھ کو سرکہ وغیرہ سے پھٹا سکتے ہیں۔ مگر وہ نہ جانے ان کو کیوں منظور نہیں۔ بچھڑے وغیرہ حیوانات کی اوجھڑی کا چمڑا سکھا کر رکھا ہے۔ اس کو پانی میں ابال کر وہ پانی دودھ میں ڈالتے ہیں۔ تب وہ پھٹ جاتا ہے۔ اب کہئے کون ہندو ان کے پنیر کو بھی کھا سکتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی خوبصورتی اور اس کے شہروں کی تفصیلی باتیں کبھی باری آئی تو پھر لکھی جاوینگی یہ نوٹ میں اس واسطے دیتا جاتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ ناظرین کو معلوم ہوتا جاوے۔

یہ جان کر میں حیران ہوا کہ ہندوستان پران کا بھی کافی ہاتھ ہے۔ ریشمی یا اونی شالیں وغیرہ اور جگہوں سے منگوا کر اور دستکاری یا مشینوں سے کام کر کے دھونیا شالیں وغیرہ ہندوستان میں جاتی ہیں۔ وہ دیسی کر کے بیچی جاتی ہیں واہ رے ہندوستان سب کا نائی باپ شاید تو ہی ہے!

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سوئیٹزرلینڈ والے تو اب مشینیں بھی خوب بنا رہے ہیں۔ کپڑے کے بُننے کے کارخانے کی مشینیں۔ کاغذ و چھپائی کی مشینیں بن رہی ہیں۔ اور دن بدن بڑھ رہی ہیں۔

اس نوٹ کے بعد اب اپنے اصلی سلسلہ کو شروع کرتا ہوں اور میرے خط کا مضمون عنوان سے ظاہر ہے۔ ایکدن سلے ان کے ایک رسٹارنٹ میں ایک انگریز بیوپاری کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ اثناء گفتگو میں اس نے کہا۔ کہ آپ ہماری تہذیب میں بہت فرق پاتے ہونگے۔ میں نے کہا بیشک زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا۔ تب آپ کو ہماری تہذیب بالکل پسند نہ ہوگی میں نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ کئی باتیں آپکی اچھی ہیں۔ کئی ہم شاید پسند نہیں کرتے مثال کے طور پر میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کے یہاں دفتروں میں گھروں میں ہر جگہ مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ کام کرتی نظر آتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب لڑکا یا لڑکی جوان ہوتی ہے۔ دونوں کو اپنے لئے خود کمانا چاہیئے۔ ہمارے ملک میں کوئی عورت کام کے واسطے کہیں نہیں جاتی۔ جب تک اس کا باپ بھائی لڑکا خاوند کوئی بھی زندہ ہے۔ اگر عورت محنت مزدوری کے واسطے نکلی تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا کوئی نہیں رہا ہے۔ عورت کا کام گھر کو سنبھالنا ہے۔ اور مرد کا کام کمانا ہے۔ آپکے سارے کنبہ کو کمانا پڑتا ہے۔ اسی واسطے اکثر لوگوں کی ہوٹلوں کی زندگی ہے۔ اصلی گھریلو زندگی نہیں ہے۔ اس نے کہا یہ اچھا یا بُرا اس کا فیصلہ میں ٹھیک طور پر شاید نہ کر سکوں۔ مگر یہ ایک نمایاں فرق ہے جو کہ میں نے آپ کو بتلایا ہے۔ اس آدمی نے کہا بیشک ہم نے ان کو کب باہر بھیجا ہے۔ وہ تو خود گئی ہیں۔ ہمارے بھی پہلے ایسا ہی تھا۔ عورتیں جب سے زیادہ آزاد ہوئی ہیں۔ وہ اپنے لئے خود کمانا چاہتی ہیں۔ ہم میں سے کئی اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اخراجات کے بڑھ جانے سے بھی شاید ہر ایک کو کام کی ضرورت ہوگی۔ اس نے کہا یہ بھی ٹھیک ہے۔ اور لڑائی کے بعد زیادہ حالت بگڑی ہے۔ ناظرین جانتے ہیں کہ یورپ کے ممالک میں

عورت کی بڑی عزت

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہے۔ اور میں کہتا ہوں واقعی ہے۔ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی عورت تک کی کوئی بے عزتی نہیں ہے۔ ہماری طرح نہیں ہے کہ معزز سے معزز عورت کو دیکھ والا بھی پھٹکارتا ہؤا نکل جاوے اور اس کو کوئی پوچھے نہیں کہ تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں۔ گھر میں اور باہر عورت کا درجہ اونچا ہے۔ منو مہاراج کے احکام کو کہ عورت گھر کی دیوی ہے۔ ہندوستانی بھول گئے ہیں۔ یہاں عورتیں کس آزادی سے پھر رہی ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ان کی بے عزتی کر سکے۔ اتنی آزادی مگر کیا مجال کہ کوئی ذرا بھی عورت کی بے حرمتی کرے۔ عورت سے اشارہ پاکر چاہے کچھ ہو مگر جب تک اسکی مرضی نہیں ہمت نہیں کہ کوئی اسکو ہاتھ لگا سکے یا اس سے بات بھی کر سکے ذرا دست درازی کی نہیں کہ وہ رپورٹ کرتی ہے اور جج اس کو بڑی بھاری سزا دیتے ہیں۔

ٹرام میں بس میں ریل میں عورت آگئی ہے۔ جگہ نہیں ہے تو مرد کا فرض ہے۔ کہ اٹھ کھڑا ہو۔ اور اس کو جگہ دیوے۔ مگر یہ اصول ڈھیلا ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ عورتوں نے کہا کہ ہم تم سے کمزور تھوڑی ہی ہیں۔ اس واسطے میں نے دیکھا کہ جوان نئی روشنی کی عورتوں کے واسطے بعض لوگ کھڑے نہیں بھی ہوتے ہیں۔ عورت کوٹ اتار نے یا پہننے لگی ہے۔ ساتھ کا کوئی بھی مرد اس کی مدد کر دے گا۔ عورت اترنے یا چڑھنے لگی ہے۔ کنڈکٹر بازو پکڑ لے گا اکیلی لڑکیاں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ میں نے کئی ملکوں میں انگلینڈ امریکہ کی عورتیں و لڑکیاں اکیلی سیر کرتی دیکھیں کسی کو کسی جگہ کوئی خوف خطرہ نہیں وہ جو چاہیں کریں۔ مگر اگر وہ اچھی ہیں تو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ نہیں سکتا۔

گاڑی میں موٹر میں چڑھنے لگو۔ عورت کو پہلے چڑھاؤ۔ اترنے لگو پہلے اترو اور اس کا بازو پکڑ کر اتروا ؤ۔ راستہ ذرا بھی خراب آیا ہے بازو پکڑ لو مگر پہلے عورت کو گزاردو۔ چاہے کوئی بھی ماں بہن۔ لڑکی۔ دوست۔ عورت ساتھ ہو۔ ان اصولوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بے عزتی سے پیش نہیں آتا اتنی عزت عورت کے واسطے ہوتے ہوئے میں تو کم از کم اس بات کو

عورت کی بےعزتی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سمجھتا ہوں کہ اپنی بہن یا عورت یا بہو بیٹیوں کو جہاں تہاں چھوٹا بڑا کام کرنے کے واسطے بھیجا جاوے۔ جو عزت عورت کی گھر میں ہے وہ باہر نہیں رہ سکتی ہے۔ یہ میں نے صاف دیکھا۔ میں نے تو محسوس کیا ہے کہ نہ صرف لڑکیوں سے کام ہی کراتے ہیں بلکہ ان کی خوبصورتی کا فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ دکانوں پر بعض اوقات خوبصورت لباس پہنا کر اشیاء بیچنے کے واسطے بٹھاتے ہیں۔ نمائش میں کئی جگہ عجیب شکلیں بنائے ان کو اشیاء بیچتے دیکھا۔ بازاروں میں گلے میں چھابڑی ڈالے پھر رہی ہیں۔ پیٹرس سوپ جو دُنیا میں مشہور ہے۔ اس کی نمائش میں دوکان تھی۔ ۱۰-۱۲ عورتیں مختلف زمانوں کی پوشاک پہنا کر بٹھا رکھی تھیں۔ اور لوگوں کی رائے پوچھتے تھے کہ سب سے خوبصورت کون ہے۔

دفتروں میں اوّل آدمی کے استقبال کے واسطے لڑکی ہوتی ہے۔ دوکانوں میں بکری کے واسطے لڑکیاں ہیں۔ رسٹارنٹوں میں خوراک بانٹنے کے واسطے لڑکیاں اسی غرض کے واسطے رکھی جاتی ہیں۔ تھیٹروں میں تقریباً ننگے ناچ اور اسی قسم کے محبت کے ایکٹ خوبصورت لیڈیاں ہی کرتی ہیں۔ کتابوں میں رسالوں میں۔ دوکانوں کی کھڑکیوں میں عورتوں کی خوبصورتیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ اور صرف دفتروں کا کام ہی نہیں کرتیں بلکہ ادنے سے ادنے کام بھی ان بچاریوں کو کرنے پڑتے ہیں۔ گھروں ہوٹلوں کی نوکرانیوں کو فضلات تک صاف کرنے پڑتے ہیں جھاڑو دینا گرد صاف کرنا فرش دھونا برتن صاف کرنا۔ ان کا حصہ ہے۔ کوئی کام نہیں جو عورتیں نہیں کرتیں۔ ریلوں میں بھی کام کرتی ہیں۔ کاغذ اُٹھاتیں مشین صاف کرتیں۔ کمپوز کرتیں۔ فیکٹریوں میں چھوٹے موٹے سب کام کرتیں عورتیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ تہذیب کا ضروری نتیجہ معلوم ہوتا ہے اخراجات بڑھ گئے ایک مرد ایک مرد کی کمائی سے کُنبہ کا پیٹ نہیں بھرا۔ سب اپنا اپنا حصہ لانے کے واسطے نکل پڑے۔ اور اب فیشن بھی ہو گیا ہے شاید یہی وجہ ہو کہ یورپ میں

عورت مرد کا فرقِ نظر نہیں آتا ہے

ریلوں وغیرہ میں عورتوں کے واسطے کوئی علیحدہ درجہ نہیں ہے سب اکٹھے بیٹھتے ہیں کسی عورت کا مرد کے ساتھ لگ کر بیٹھنا یا کسی طرح بھی ساتھ لگکر گذرنا کسی کو بُرا

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

نہیں لگتا ہے۔ عورتوں کی نسبت مرد زیادہ ڈھکے ہوئے رہتے ہیں۔ عورت کندھے تک بازو اور گلے دچھاتی و پیٹھ کے اوپر کا حصہ عام طور پر ننگا رکھتی ہیں۔ سکرٹ ولہنگا جراب پہنا جاتا ہے۔ وہ اونچا ہوتا ہے۔ جس میں باریک جراب میں پنڈلیاں تک نظر آتی ہیں اور ڈاکٹر وغیرہ اب لکھ رہے ہیں عورتوں نے پوشاک کو جو کم کر دیا ہے

پرانے و نئے لہنگے کا فرق

اور بازو و ٹانگ وغیرہ زیادہ ننگی رہتی ہیں۔ اس سے ان کی صحت پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔ دوست یار جب اکٹھے ہوتے ہیں۔ تب تو جتنا کم کپڑا ہو اچھا ہوتا ہے۔ جرمنی میں میں نے ایک پارٹی کی فوٹو دیکھی جس میں مرد و عورت دونوں ننگے تھے۔ وہ حد سے پار کر گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ صحت بخش ہے۔ اور آپس کے متر یاروں میں اس میں ہرج کیا ہے۔

بناؤ سنگار عورت کے لئے ضروری ہے۔ اور جہاں چاہے کر بھی سکتی ہے۔ ہر عورت کے ہاتھ میں ایک بیگ ہمیشہ رہتا ہے جس میں رومال۔ خوشبو۔ کنگھی۔ برش۔ شیشہ۔ پاؤڈر نقدی وغیرہ ہوتا ہے۔ تھیٹر میں گاڑی میں موٹر میں رسٹورنٹ میں بازاروں میں چلتے ہوئے کھیل تماشہ میں بیٹھے ہوئے جہاں جی چاہے شیشہ

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

نکالا اور پوڈر ملنا یا بال سنوارنا شروع کر دیا کسی عورت کے واسطے یہ بُرا نہیں ہے۔ عورتوں کی نسبت مردوں کا کپڑا زیادہ ہے۔ گلے میں کالر اور نکٹائی اور نیچے لمبی پتلون اور جراب بوٹ ان کو ضروری ہیں۔ بات چیت میں بھی کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ آپ جسطرح کی باتیں چاہیں آزادی سے عورت سے کر سکتے ہیں۔ میں نے دو کانوں پر جن میں خاص مردوں کی پوشیدہ اشیاء بکتی ہیں یا جنمیں آرٹ پکچرز وغیرہ بکتی ہیں۔ عورتیں ہی بیچتی دیکھیں۔ اور جیسی آپ چاہیئے تصویر مانگیئے۔ بات چیت کیجئے۔ اس کو آپ مرد ہی سمجھئے کوئی شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کام کا بھی کوئی لحاظ نہیں ہر قسم کا کام جو مرد کرتے ہیں۔ عورتیں کر سکتی ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ دماغی کام میں برابر ہیں۔ مغربی تہذیب میں ایک خاص حد کے اندر باقی سب کچھ کرتی ہوئی عورت بھی پاک سمجھی جاتی ہے۔ درانحالیکہ مشرقی تہذیب میں غیر مرد سے چھونا بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک نمایاں فرق ہے اچھا یا بُرا ہے۔ یہ عقل والے فیصلہ کریں۔

کسی مرد کے ساتھ ملنا جلنا سیر جانا۔ بازار میں بازو ڈال کر چلنا۔ اس میں تو کسی قسم کی برائی نہیں اور ماں باپ یا خاوند کسی کو اس میں اعتراض نہیں ہے۔ ایک مثال سے میں اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔

میں ڈریسڈن (جرمنی) سے ویانا (آسٹریا) کو جا رہا تھا ریل میں جگہ دیکھ رہا تھا۔ انگریزی بولنے والے کم ہوتے ہیں ایک بوڑھی شریف عورت جو انگریزی جانتی تھی۔ بول اُٹھی آپ کو جگہ نہیں ملے گی۔ آپ کہیں کھڑے ہو جائیے۔ آگے جا کر لوگ کم ہو جاوینگے۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا آپ ہندوستان سے آئے ہیں میری لڑکی ویانا میں ایک ہندوستانی دوست کو ملنے جا رہی ہے۔ جوان لڑکی پاس کھڑی تھی جھٹ بلا دیا۔ لڑکی بھی انگریزی بولنا جانتی تھی۔ اسکو تاکید کی کہ اگلے سٹیشن پر اس کے واسطے جگہ حاصل کرنی اور دھیان رکھنا اس جنٹلمین کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔

میں نے بہتیری دنیا دیکھی ہے۔ میں نے تھوڑی سی ہی زیر بات چیت کرنے سے معلوم کر لیا۔ کہ لڑکی شریف ہے۔ اس کا والد ایک بڑی بھاری فیکٹری کا مالک ہے۔ لڑکی نے اس فیکٹری میں چھوٹے سے چھوٹا کام کیا ہے۔ کیونکہ ماں باپ کے بعد وہی مالک ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

سب کام اس کو جاننا چاہیئے اور بہن بھائی نہیں ہے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ہندستانی کے ساتھ شاید اس کی محبت ہو گی۔ میں نے سوال کیا کہ کیا آپ جس ہندوستانی کو ملنے جاتی ہیں اس کے ساتھ آپ کی شادی کی تجویز ہے۔ اس نے کہا نہیں وہ تو میرا بھائی ہے۔ وہ ہمارے گھر میں رہا ہے۔ وہ کام سیکھتا تھا۔ میری اس سے محبت ہے۔ اور ہم بہن بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ ہمارے گھر بچوں کی طرح رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ ہندوستانی بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ ایک نیک ہندوستانی نے اس سب کنبہ کو ہندوستان کا مداح کر دیا تھا۔ اسی واسطے اس کی ماں نے مجھے فوراً بلا لیا۔ اور واقعی وہاں نہیں آکر جب میں نے اس لڑکے کو ایک دوسرے گھر میں رہنے دیکھا تو میں بہت خوش ہوا۔ یہاں وہ کاغذ کا کام سیکھ رہا ہے۔ اور سب اس پر خوش ہیں۔ اس لڑکے و لڑکی کے ساتھ میں دو دن رہا واقعی بھائی بہنیں کیا محبت کرتے ہونگے۔ جو وہ کرتے تھے۔ غرضیکہ میں نے ہر طرح سے سمجھا کہ وہ نیک لڑکی ہے۔ اس واسطے اگلے اسٹیشن میں ہم ایک ہی ڈبے میں ہو گئے جس میں ایک اور لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھی انگریزی جانتی تھی۔ ایک مرد جو ساتھ کے ڈبہ میں تھا وہ انگریزی بولتا تھا۔ میں نے اس سے بات چیت کی اور وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ چاروں کی جگہ ہوتی ہے۔ چاروں ہی انگریزی بولتے تھے۔ اس واسطے خوب بات چیت ہوتی رہی۔ کتنی کھلی یہ باتیں کرتے ہیں۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اپنی ۱۲ سال کی عمر کی اس نے ایک بات بتائی کہ ایک لڑکے کو میں نے دیکھا میرے دل میں اس کے واسطے محبت ہو گئی۔ میں نے اس سے بات چیت کبھی نہیں کی مگر ایک دن چاقو سے اس کا نام اپنے ہاتھ پر لکھا۔ خون بہت نکلا اور میں بیمار رہی۔

ایک اسٹیشن پر ریل زیادہ دیر کھڑی رہی تھی۔ باہر نکلے میرے بازو میں بازو ڈال لیا اور کہا ایسے چلنا چاہیئے۔ دیکھو اب لوگ ہماری طرف خوب دیکھ رہے ہیں میرے پاس فوٹو کیمرہ تھا۔ کہا تصویر اتارو بیچ میں وہ آدمی بیٹھ گیا جس نے دونوں لڑکیوں کی کمر میں باہیں ڈال لیں اور تصویر لی گئی پھر مجھے کہا آپ بھی ایسے ہی بیٹھو دوسرا آدمی تصویر لے گا۔ ہم ایک ہندوستانی کے ساتھ تصویر اپنے دوستوں کو دکھاوینگی بڑا مزا آوے گا۔ یہ تصویر ضرور میرے گھر بھیج دینا میں اپنی ماں کو دکھاؤنگی۔ وہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بہت خوش ہوگی۔ اس قسم کی بیسیوں باتیں ہوتی رہیں۔ ماں کو خط لکھا مجھے کہا پیچھے آپ بھی لکھیں آپ اب ہمارے کنبہ کے دوست ہیں۔ ہمیشہ خط وکتابت جاری رکھنا
وہاں نا ہیں ایک ناچ میں گیا۔ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ میرا گائیڈ میرے ساتھ تھا۔ لڑکے لڑکیاں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن کے ساتھ وہ کورٹ شپ کرتے ہیں آئے ہوئے تھے۔ اور ناچ ہو رہے تھے۔ کوئی اکیلے کوئی ماں باپ کے ساتھ۔ میرے ساتھ ایک معزز شخص جو کہ ریلوے کا پنشنر انجینئر تھا بیٹھا تھا۔ ذرا سی انگریزی بولتا تھا۔ گر گائیڈ سے پوچھا کہ یہ کیوں نہیں ناچتے۔ میں نے تحمل ہیں کہدیا کہ ہندوستانی کے ساتھ کون ناچے گا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا مگر اس نے اپنی لڑکی کو کہا کہ اس ہندوستانی کے ساتھ ناچو۔ ناچ گھر کا قاعدہ یہ ہے کہ مرد کو عورت سے درخواست کرنی چاہیئے۔ مگر اس نیک لڑکی نے میرے پاس آکر کہا۔ کہ آپ میرے ساتھ ناچوگے۔ اب نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ انکار کروں تو اسکی بے عزتی۔ اگر ناچوں تو ناچنا آتا نہیں۔ اس آدمی نے پوچھا کہ کیا ہندوستان میں نہیں ناچتے۔ میں نے کہا کہ ہندوستان میں نہیں ناچتے۔ میں نے کہا کہ ہندوستان میں کوئی عورت دوسر مرد کے ساتھ چھو نہیں سکتی ہے۔ کہا کیا عورتیں مردوں کے ساتھ بازو ڈال کر نہیں چلتیں۔ میں نے کہا عام طور پر نہیں۔ پھر پوچھا کہ عورت مرد کو کیا جانتی ہے۔ میں نے کہا بڑی عزت کرتی ہیں۔ صبح اُٹھ کر عزت سے جھکتی ہیں۔ یا پاؤں چھوتی ہیں خاوند سے بڑھ کر ان کے واسطے کوئی عزت کی جگہ نہیں وہ ہنسا اور لڑکی کو کہا کہ دیکھو ہندوستانی عورتیں! بھئی یہاں تو ہم کو صبح اُٹھ کر اپنی عورت کے ہاتھ کو بوسہ دینا پڑتا ہے۔ اور اس نے اپنے ہاتھ کو بوسہ بھی دیا۔ واضح رہے کہ کسی عورت کے ہاتھ پر بوسہ دینا عزت کی نشانی ہے۔ کسی معزز عورت کو آسٹریا میں جب سلام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں تمہارے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں اور جرمنی میں ہاتھ پکڑ کر واقعی بوسہ دیتے ہیں۔ اس سے عورت خوش ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اس کی عزت ہے۔ خیر! اس قسم کی سب باتیں سب لڑکی کے سامنے ہو رہی تھیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں مثالوں سے آپکو مغرب و مشرق کا فرق معلوم ہو گیا ہوگا۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ایک بات میں نے ضرور دیکھی کہ اس آزادی اور تعلیم کے باعث عورت مرد کی پوری ساتھی ہے۔ سفر میں جو مرد و عورت سیر کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ ان سے جب بات چیت ہوتی ہے تو مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ عورت مرد سے ہر معاملہ میں زیادہ واقفکار رہتی ہے۔ آرٹ گیلریوں کو دیکھتے ہوئے ایک ایک آرٹسٹ کی تصویر کی تعریف اور اس کی ہسٹری بیان کرتے ان کو دیکھا۔ ملکی معاملات میں پوری دلچسپی لیتے دیکھا۔ پہاڑوں کی سینری کی دوسرے ملکوں کی رسم و رواج کی کیسی علمیت سے باتیں کرتی ہیں۔ مرد شاید اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں اور یہ زیادہ پڑھتی رہتی ہیں اس واسطے ہر طرف کی واقفیت ہوتی ہے۔ میں نے اکثر دیکھا کہ جب کسی جوڑے سے بات چیت شروع ہوئی مرد کی نسبت عورت زیادہ باتیں کرتی رہی۔ اور اور کیسی ہی کھلی بات شروع ہو کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔ کل ایک بوڑھی عورت امریکہ کی اپنے خاوند کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ میری بات چیت شروع ہو گئی۔ مرد کو اتنی خبر نہ تھی مگر عورت نے ہندوستان کے متعلق اتنی باتیں کیں کہ میں حیران ہو گیا پھر کہا کہ میں ہمالیہ بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ اب میں نے پھر کبھی کچھ دیکھنا ہے یا نہیں۔ خبر نہیں پھر آنے کا کوئی موقعہ نہیں اس واسطے جتنی جگہ دیکھی جاویں بہتر ہے۔ کوئی بھی سینری آتی وہ کیسے تعریف شروع کرتی۔ ایکبار خاوند ذرا دیر میں گاڑی میں پہنچا جب آیا ہنس کر بولی آپ کہاں رہ گئے تھے۔ میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتی۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہا خاوند ضروری برائی NECESSARY EVILS ہیں۔ اس طرح نہایت خوش و خرم یہ جوڑا سفر کر رہا تھا

عورت مرد کا فرق اس قدر کم ہو رہا ہے کہ میں نے دو عورتوں کو پتلون پہنے ہوئے جاتے بھی دیکھا ہے۔ بال منڈوانا تو عام ہو رہا ہے کہتے ہیں کوئی قیمت حاصل کرنے کے واسطے بھی ایسا کرتی ہیں۔ زیادہ تر تو خوبصورتی کے واسطے ہی کرتی ہیں۔ بال چھوٹے کر کے گردن پر اُسترا پھرواتی ہیں۔ کوٹ وغیرہ تو پہلے ہی پہننا جائز ہے۔ پہلے جو کارسٹ عورتیں پہنتی تھیں وہ نابود ہو چکے ہیں۔ مجلسوں میں عورتوں کو زیادہ آزادی ہے۔ رسٹارنٹوں وغیرہ میں یا باغوں میں عورت کا کھل کھلا کر ہنسنا بد تہذیبی نہیں۔ مرد کا ہنسنا اچھا نہیں سمجھتے۔

ہمارے سے　　یورپ میں

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

کھانے پینے کا فرق

بھی نمائیاں ہے۔ یہ مہذّب لوگ چائے قہوہ اور شرابیں۔ معدنی اور ایریٹیڈ واٹر پیتے ہیں۔ پانی کم پیتے ہیں۔ جب پیاس بجھانا ہو۔ تب بیئر ایک بڑی بمٹلر میں قریب سیر بھر انڈہال جاتے ہیں ہر قسم کا گوشت ان کی بڑی خوراک ہے۔ شراب پینا۔

اور کوئی بھی گوشت کھانا پادری تک کو روا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ لڑکے لڑکیاں سب شراب پیتے ہیں۔ اگر کہا ہم تو شراب نہیں پیتے۔ لڑکی بولتی ہے۔ مجھے تو پورٹ وائن بڑی پسند ہے۔ کیوں ماں ہے نہ! گواہی بھی ماں کی موجود ہے۔ ہم روٹی چاول وغیرہ کو اصلی خوراک سمجھتے ہیں۔ اور دال سبزی ترکاری اس کے ساتھ لوازمہ ہے۔ ان کے بڑے کھانوں کے ساتھ روٹی برائے نام رکھی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی ذراسی منہ میں ڈال لی ورنہ ہر ڈش (رکابی) علیحدہ علیحدہ آتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ میں مکمل ہوتی ہے۔ میری رائے میں تو کھانا آتا نہیں ہے۔ سبزیاں بھی جو آتی ہیں ان کو علیحدہ ہی کھا جاتے ہیں۔

اگر کوئی میرے ساتھ کھانے کو بیٹھا اور میں نے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ سبزی ہی کھاویں تو وہ جو سبزیاں آئیں ان کو ویسے ہی کھا گیا۔ روٹی ساتھ نہ کھانے سے بچارا بھوکا رہا۔ ہاتھ سے یہ کھانا نہیں کھاتے چمچے چھری کانٹے وغیرہ ضروری ہیں ہاتھ سے صرف روٹی منہ میں ڈالتے ہیں یا پھل وغیرہ کھاتے ہیں۔ اداب بھی کئی ہیں۔ چائے کو اگر آپ نے چمچے سے پیا تو غیر مہذب چائے پیتے ہوئے یا دودھ پیتے ہوئے آواز ہوئی تو غیر مہذب مچھلی گوشت پھل وغیرہ کے واسطے علیحدہ علیحدہ چھری کانٹا ہے۔ اگر آپ نے ان کو استعمال نہ کیا تو غیر مہذب۔ شام کو سب سے پہلے سوپ (شوربہ) آتا ہے۔ آپ نے شوربہ اگر چمچے لے لیا تو غیر مہذب۔ انگلیاں منہ میں ڈال کر نہیں کھانا یہ وحشیوں کا قاعدہ ہے۔

میں نے یہ دیکھا ہے کہ چھری کانٹوں کی ان کے کھانے میں ضرورت ہی ہے گوشت ہر قسم اور پھر ویسے ہی بھون اُبال کر رکھ دیتے ہیں۔ ہڈی وغیرہ سب چھری کانٹوں سے کاٹنی چھانٹنی ہے۔ سبزی خوروں کے رسٹارنٹوں میں میں نے دیکھا کہ وہ بہت کم ان کا استعمال کرتے ہیں۔ اکثر صرف کانٹا چمچہ رکھتے ہیں۔ اور اس سے کھا

CC-0.In Public Domain. Digitzed by eGangotri

لیتے ہیں۔ ہر ایک کے منہ میں جانے والے چھری کانٹوں سے اپنے ہاتھ نہایت اچھی طرح سے صاف کئے ہوئے صحت کے مطابق معلوم ہوتے ہیں اگر وہ بھی استعمال کئے جاویں تو ہرج نہیں مگر خوب صاف کر کے اور ٹھنڈے ہونٹوں میں گرم کرنے کے بنا دوسرے کو نہیں دینے۔

روٹی ہم دونوں وقت تازہ پکاتے ہیں۔ یہ ڈبل روٹی دوسروں سے پکی ہوئی بازار سے خریدتے ہیں۔ اوّل میدے کی ہوتی تھی۔ مگر اب چاروں طرف آواز شروع ہے کہ اس سے سرطان بڑھ رہا ہے۔ اس واسطے سفید روٹی کی بجائے بھوری روٹی یعنی آٹے کی روٹی کا رواج بڑھ رہا ہے یہ بھوری روٹی کہ ایک مشین میں تو اوّل میدہ ہی تیار ہوتا ہے اسکے بعد گندم کا بیج چھلکا عمدہ ہیکر اسمیں ملایا جاتا ہے۔ یہ بھی مانا گیا ہے کہ پتھر کا پسا ہوا آٹا اچھا ہے۔ لوہے کے اندر نہیں گھسنا چاہئے۔ کئے صاحب ہمارے خراس اور چکیاں بند کرا کر مشینیں یہاں بھیجکر لوگوں کی صحت خراب کرنے کے بعد اب ہوش آئی کہ دراصل یہ آٹا خراب ہے رہیں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تازہ روٹی کا مقابلہ ان کی براؤن بریڈ بھی نہیں کرتی ہے ہماری تازہ روٹی تیار کرنے میں وقت ضرور لگتا ہے۔ جو کہ ان کی روٹی میں سہولیت ہے کہ وہ فیکٹریاں تیار کرتی ہیں اور آپ کو ہر وقت تیار ملتی ہے ہزار کو بھی کھانا کھلانا ہو روٹی بازار سے لا سکتے ہو مشغول زندگی کے واسطے جبکہ گھر کی عورت بھی کام میں لگی ہے۔ یہ شاید درست ہے مگر صحت کے لحاظ سے تازہ روٹی کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ کاش کہ کوئی ہندوستانی جا کر ان کو اس روٹی کا شوقین بناوے یہ لوگ بیت الخلاء کے بعد ہاتھ و پانی استعمال کرتے نہیں۔ یہ صرف کاغذ استعمال کرتے ہیں اور پھر نہلاتے کبھی بھی نہیں۔ سردیوں میں تو مہینوں ہی گذر جاویں تو ممکن ہے۔

ظاہراً طور پر یہ نہایت صاف ستھرے ہیں اندر کی کچھ نہ پوچھو۔ میرا تو یہی خیال ہے اس کی تفصیل یہاں نہیں۔ میں مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہمارے لوگ ظاہرا طور پر شاید غریبی کے باعث اتنے صاف ستھرے نہیں۔ مگر وہ باتیں نہیں کر سکتے جو یہ کرتے ہیں۔

یورپ کے لوگ راگ رنگ کھیل تماشہ اور ناچ کے شوقین ہیں ہر ایک مرد و عورت ناچنا جانتا ہے۔ اور کچھ گانا جانتا ہے اور راگ و باجے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ کئی مقامات میں جا کر کافی خرچ اس واسطے کرتے ہیں۔ کہ وہاں اچھا باجا بجتا ہے۔ کھانے کے وقت

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

باجہ بجتا رہتا ہے۔ اس کا نام کانسرٹ ہوتا ہے تھئیٹروں میں عجیب طرح کے ناچ رائج ہیں۔ وہ ناچ بڑا اچھا ہے جیسیں ناچنے والی اپنے پاؤں کے انگوٹھوں پر ناچتی ہے۔ یا ٹانگ کو اتنا اونچا لے جاتی ہے کہ سر کو جا لگے یا دونوں ٹانگیں دونوں طرف اتنی پھیلاتی ہے کہ زمین پر جا بیٹھے مرد و عورت ایسا ناچتے ہیں کہ مرد عورت کو ہاتھوں پر کئی طریقوں سے اٹھا لیوے اور گھوماوے جیسے کہ سرکس والے لڑکے ایسپیں کرتے ہیں۔

مگر ایک غضب جو یہ تھئیٹر کر رہے ہیں اس کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ کوئی رات کا سین بنایا جاتا ہے۔ کوئی عورت آتی ہے اس کے بعد مرد آتا ہے۔ وہ اس کو تنگ کرتا ہے۔ اس پر سختی کرتا ہے۔ اس سختی سے وہ خوش ہوتی ہے۔ اس کے کپڑے اتار کر نصف ننگا کر دیا جاتا ہے۔ تب وہ اس کے ساتھ ناچنا شروع کرتی ہے۔ مجھے ان کی سمجھ آ گئی۔ کیونکہ میں نے اس قسم کی کتب

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دیکھی ہوئی ہیں۔ مرد و عورت کے تعلقات کے معاملہ میں یہ کہتے ہیں کہ صرف ہم سائینٹفک
تحقیقاتیں کر رہے ہیں اور ہم ہی سب رازوں کو جانتے ہیں اور اس میں یہ کیا کیا کرتے
ہیں قلم کو طاقتِ بیان نہیں۔ ایک دن ان کی یہ بھی سائینٹفک ایجاد ہے کہ بعض مرد یا عورت
سختی کو پسند کرتے ہیں۔ اور ان کی خواہشات سختی کرنے یا کرانے سے بھڑکتی ہیں۔ اس
کو Flagela کہتے ہیں اور اس پر بیشمار کتب لکھی گئی ہیں۔ اس کی ہسٹری
دی گئی ہے۔ اس میں کچھ سچائی تھی یا نہیں مگر یہ سائینٹفک کتابیں پڑھ کر اور اس قسم
کے تھیٹر دیکھ کر بعضوں کے اندر یہ عجیب طاقتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ بعض مرد ہیں
جو کہ عورت کو اس قدر مارتے ہیں۔ کہ بیچاری ادھ موئی ہو جاوے اور اس کے واسطے
ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں بعض عورتیں خوب مار کھاتی ہیں۔ ایسے ہی بعض
عورتیں ہیں۔

ایک تھیٹر میں ایک دن ایک آدمی ایک عورت کو تنگ کر رہا تھا۔

دماغ کی نقص

بالوں سے پکڑ کر خوب نوچتا۔ کبھی مروڑتا کبھی زمین پر
گرا دیتا۔ اور جیسے وہ یہ کرتا عورت اس کے پیچھے
پڑتی۔ میرے پاس ایک عورت بیٹھی تھی اس کی عجیب
حالت تھی وہ بار بار کھڑی ہوتی تھی۔ ایسی شوق سے اور
خوشی سے اسکو دیکھتی اور تالیاں بجاتی ہیں اس کے
بھاؤ کو سمجھ رہا تھا۔ انہی جذبات کے باعث امریکہ و یورپ
کی لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اچھے گھروں کی لڑکیوں نیں
کو پھنسانا شروع کیا۔ جب وہ قابو آجاتی تو کسی امیر
سے بہت سا روپیہ لے کر اس کی بے حرمتی کراتی اور اگر وہ نہ سختی سے اسکے خلاف

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کارروائی کر رہی ہیں۔ اور یہ بند ہوتی جاتی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ گورنمنٹوں کو اس قسم کے تھیئٹر بھی فوراً ہی بند کرنے چاہئیں یہی تو خیالات کو بناتے ہیں۔٭

اس معاملہ میں ان کی ترقی قابلِ بیان نہیں۔ اور ایشور سے پرارتھنا ہے کہ وہ کبھی ہندوستان میں نہ آوے۔

یورپ کے لباس اور ہمارے لباس میں بھی فرق ہے۔ اور اس کو سب کوئی اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ وہ ہر صورت میں اچھا ہے۔ مگر ایک خوبی ہے کہ وہ ایک ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ دقت ہوئی۔ کہ ہندوستان کا لباس کیا بیان کروں۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ یہی قومیں ساری دنیا پر ایک طرح سے حکومت کر رہی ہیں۔ اس واسطے انہی کا لباس ساری دنیا پر رائج ہو جاوے گا۔ تمام یورپ کا یہی لباس ہے۔ امریکہ کینیڈا کا بھی یہی لباس ہے آسٹریلیا سے آئے لوگ ملے۔ وہ کہتے ہیں وہاں بھی کل ہندوستانی اکثر اسی لباس کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور صرف انگریزی ٹوپی کو چھوڑ کر باقی لباس تو انگریزی ہی تمام تعلیمیافتہ ہندوستانی اور خاصکر پنجابی استعمال کرتے جاتے ہیں۔ اور ولایت میں جاکر تو اکثر سب ہی اسی طرح رہتے ہیں۔ پتہ بھی نہیں کہ کوئی ہندوستانی جا رہا ہے۔ یہ لیڈر سوچیں کہ ہندوستان کو اپنے کسی قومی لباس کی ضرورت ہے یا نہیں اگر ہے تو کوشش کر کے اس رو کو بدل دیں۔ اگر نہیں تو جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ جلدی ہی ہو جاوے گا۔

یورپ کا رہن سہن

بوجہ ان کے امیر ہونے کے ہم سے اعلےٰ ہے۔ ان کے گھروں کے سامان باقاعدہ ہیں۔ اور ہر چیز قرینہ سے پڑی ہوتی ہے۔ ہر مطلب کے واسطے علیحدہ سامان ہے اور کمرے صاف ستھرے رکھے جاتے ہیں اور ہر کمرہ اکثر روزانہ صاف کیا جاتا ہے۔ انہی ضروریات کے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ ان کو ذرا بھی افسوس نہیں آتا ہے۔ کنجوس یہاں شاذ ہی ہوگا۔

کورٹشپ شادی و طلاق کے متعلق میرے پہلے خطوط میں کافی لکھا جا چکا ہے

٭ جس جہاز میں ہم واپس آ رہے ہیں [illegible] ناچ دکھایا۔

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

اور مفصل میں اپنے رسالہ کام درتی شاسنز حصّہ دوم میں لکھنا چاہتا ہوں۔ جوان لڑکے ولڑکی کو کھُلی چھُٹی ہے کہ وہ جسکے ساتھ جب چاہیں شادی کریں۔ بعض حالتوں میں ماں باپ اعتراض کرتے ہیں۔ تو وہ خفیہ شادی کر لیتے ہیں۔ میں نے انگریز لڑکیوں کو حبشیوں کے ساتھ کورٹ شپ کرتے دیکھا۔ اور جب وہ چاہیں دنیا میں کسی کی پرواہ نہیں ہے اور دوسرے بھی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ امریکہ جیسے آزاد ملک میں حبشیوں سے نفرت ہے۔ مگر یورپ کے لوگوں نے اپنے لڑکے لڑکیوں کو پوری آزادی دی ہے۔ امریکہ والے کہتے ہیں کہ ہماری طلاق میں بڑی آزادی ہے۔ مرد عورت کو یکساں اختیار ہے۔ انگلینڈ میں عورت مرد کو اس کی صرف بدچلنی ثابت کرنے سے طلاق دی جا سکتی ہے۔ اور کسی صورت میں نہیں۔ اور خرچ بھی بہت ہے۔ بعض کتب اب ایسی لکھی جا رہی ہیں۔ کہ طلاق کی رسم کی ضرورت نہیں۔ جب دو مرد و عورت چاہیں اکٹھے رہیں۔ جب چاہیں چھوڑ دیں۔ کیوں اس قدر پابندیاں رکھی جاتی ہیں جو جوڑہ اکٹھا رہنا نہیں چاہتا اس کو مجبور کیوں کیا جاتا ہے۔ اولاد کو روکنے کے واسطے کھلم کھلا ادویات وسامان کے اشتہار نکلتے ہیں۔ یہ قانونی طور پر بھی جرم نہیں ہے۔ اور ان کو یہ فکر بڑی رہتی ہے۔ کہ دنیا بہت نہ بڑھ جاوے۔ بعض ملکوں میں تو انعام مقرر کرتے پڑے ہیں اور اولاد ہونے پر ان کو کچھ ملتا ہے۔ مادی ترقی کے ساتھ عیش طبیعت میں بڑھتا جاتا ہے۔ اور یہ شاید غلط راستے پر جا رہا ہے۔ تفصیل پھر کبھی دی جائے گی۔ آگے ہی مضمون بہت بڑھ گیا ہے۔ آخیر میں چاہتا ہوں کہ

چند خبریں

جو کہ میں نے اخباروں میں پڑھی ہیں۔ وہ یہاں درج کروں تاکہ میرے اس مضمون پر روشنی پڑے:۔

(۱) مس ہالی منڈ نے عدالت میں درخواست کی کہ وہ بائیسکل پر جا رہی تھی کہ ولیم ہرڈ جلدی سے اس کے پیچھے ہو بیٹھا۔ اور اس کو بغلگیر ہو گیا۔ کیلی پر کھڑے ہو کر اس کو پرے پھینک دیا اور بائیسکل زور سے چلا کر چلی گئی۔ جج نے ایک ماہ کی قید سخت کی اور لڑکی کی بہادری کی تعریف کی۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

(۲) نارویچ کے مجسٹریٹ کے سامنے ایک عورت نے درخواست کی کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے اس نے مانا اور کہا کہ میرا غریبانہ گھر ہے۔ اس گھر میں یہ رہنا چاہیئے۔ تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں مجسٹریٹ نے عورت کو سمجھایا۔ اور وہ شادی پہ رضامند ہو گئی۔

(۳) ہیرلڈ وٹی نام جو کہ نوکری سے برطرف تھا۔ بوسٹریٹ کے مجسٹریٹ کی عدالت میں اس کے برخلاف ایک مقدمہ تھا کہ اس نے میری ریمنڈ کے ساتھ پہلی عورت ہوتے ہوئے دوسری شادی کی ہے۔ اس شخص نے بیان کیا کہ بیشک میں شادی شدہ ہوں۔ میں کام نہ ہونے سے بھوکا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ اگلا کھانا میں کہاں سے کھاؤنگا۔ ایک شخص جو کہ پہلے مجھے ایک بار ملا تھا۔ جس کا نام کنگ ہے۔ میرے پاس آیا اور کہا۔ کیا تم نوکری سے برطرف ہو ہاں کے جواب میں اس نے کہا تمہاری تکلیف رفع ہو جاوے گی۔ اگر تم ایک لڑکی سے شادی کر لو میں رضامند ہو گیا۔ میں نے اس عورت کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ موٹر میں تھی۔ رجسٹرار کے دفتر میں جا کر شادی ہو گئی اور مجھے ۵ پونڈ دے گئے۔

(۴) مس فلورنس نے اپنے آپ کو خود پولیس کے حوالہ کیا اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اس کو کاغذ میں لپیٹ کر ٹین کے بکس میں ڈال کر باپ کے نام ایک خط لکھ کر گھر سے نکل گئی۔ خط میں لکھا کہ میں آپ کے نام کا کلنک ثابت ہوئی ہوں۔ غصہ نہ ہونا اس کا پرورش پہلو لینا۔ لڑکا ٹین کے بکس میں ہے۔ میں نہیں جانتی یہ کیا ہوا۔ چلی گئی مگر آخر ایک دن خود کو حوالہ پولیس کیا۔ اور عدالت میں سارا بیان دیا گواہی سے معلوم ہوا لڑکی ۱۳ سال کی عمر سے ایک کارخانہ میں ملازم ہے۔ اور اچھے چال چلن کی ہے کہیں گراوٹ ہو گئی ہے مجسٹریٹ نے والد سے پوچھا کہ کیا لڑکی کو اپنی حراست میں رکھو گے اس نے ہاں میں جواب دیا اور جج نے مہربانی سے لڑکی کو کوئی سزا نہیں دی۔

(۵) الزبیتھ بیکاگ کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے عدالت میں کہا کہ میں شادی شدہ ہوں۔ میری شادی فلاں شخص کے ساتھ مقرر ہوئی تھی مگر مقررہ دن سے چند دن پہلے وہ مر گیا۔ اس کے بعد یہ لڑکا پیدا ہوا۔ مجھے اسکی بیوہ قرار دیا جاوے۔ جج لارڈ آشمور نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ شادی اگرچہ نہیں ہوئی تھی مگر وہ شادی شدہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri.

قرار دی گئی۔

(۶) ایک بل کے متعلق ایک جگہ کمیشن بیٹھی ہوئی تھی۔ ناریس صاحب چیرمین کو ایک لڑکی نے جتلایا کہ فلاں جگہ آپ نے یہ کہا تھا کہ آپ بل کے حق میں رائے دینگے۔ اگر وہاں جمع شدہ لڑکیوں میں کوئی جوان لڑکی مجھ کو چوم لے۔ اور ایک ۱۹ سالہ لڑکی نے آپ کا بوسہ لیا تھا۔

(۷) عدالت میں ایک شخص نے ایک نوکر پر دعویٰ کیا کہ سات سال ہو گئے ہیں۔ یہ مکان چھوڑتا نہیں۔ یہ میرا کوچوان تھا۔ جب میں ریٹائر ہوا تو اس نے وہیں رہنے کی درخواست کی۔ میں نے رحم سے کرایہ نہیں لیا۔ مگر اب اس کو مکان چھوڑنا چاہیئے۔ ہر وقت یہ درخواست رحم کرتا رہتا ہے کہ میرے ۱۴ سال سے کم عمر کے ۱۴ بچے ہیں۔ میں غریب کہاں جاؤں۔ جج نے کہا مجھے سخت افسوس ہے کہ تمہاری اتنی اولاد ہے اور زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ تم کو معلوم نہیں کہ کس طرح ان کو روکا جا سکتا ہے۔

(۸) ایک اخبار میں ایک لمبا مضمون اس مطلب کا نکلا کہ سمندر کے کنارے جو لڑکیاں آج کل سیر کے واسطے جا رہی ہیں۔ ان میں خوبصورتی و بناؤ سنگار کم ہے۔ ڈاکٹر تھی ولسن صاحب کہتے ہیں کہ وہ لطف ان کو دیکھنے سے آتا نہیں کوئی دلکشی پیدا نہیں کرتی ہیں اور رنگ پہلے جیسے نظر نہیں آتے ہیں۔

(۹) ویسٹ منڈ کی عدالت میں ونی والش نے بیان کیا کہ مسٹر اپسٹلی اس کو بازار میں ملا۔ اس کے ساتھ چائے پینے کی درخواست کی جو اس نے منظور کی گھر لے جا کر اس نے کچھ اس کو پلانا چاہا۔ مگر اچھا معلوم نہ ہوا تو نہ پیا۔ مگر پھر اس نے گلے سے پکڑ کر اس کو گرا دیا۔ اور مارنا شروع کیا۔ میں نے کشمکش شروع کی۔ آواز وغیرہ کے باعث مالک مکان پولیس کے ساتھ داخل ہوا سرلونٹ) بیہودہ Flag-gelation ہے جو میں لکھ رہا ہوں ؛

حیرانی ہے کہ اس شخص کو جرمانہ صرف ایک پونڈ ہوا۔

(۱۰) وام مارگ کی کئی کتب جن کو تنتر گرنتھ کہتے ہیں۔ انگریزی میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور یہاں وام مارگ کی طرح کئی خفیہ کلبیں اور خفیہ گورو موجود ہیں۔ پچھلے دنوں ایسے ہی ایک پیارے گورو کے حالات اخبار میں نکلے تھے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

خط نمبر ۱۳

نمائش اور سائنس و انجنیرنگ کا کمال

میں نے گیارھواں خط سوئٹزرلینڈ سے ڈال دیا تھا۔ سوئٹزرلینڈ ایک نہایت

سوئٹزرلینڈ کی ایک جھیل کا نظارہ

خوبصورت ملک ہے۔ اس کے اندر اتنی جھیلیں ہیں کہ شاید دنیا کے کسی اور حصے میں نہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہونگی۔ ہر جھیل کے کنارے صحت گاہ اور آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔ جھیلوں میں جہاز چلتے ہیں۔ کشتیاں چلتی ہیں۔ ہر پہاڑ کے اوپر ریلیں لے جا کر آرام گاہ و سیر گاہ اور تفریح کے مقام بنائے ہیں۔ یہاں کے لوگ کاریگر۔ لکڑی وغیرہ کا کام کرنے والے ہیں جیسے کہ ہمارے کشمیر کے لوگ ہیں۔ تقریباً ویسے ہی حال سب جگہ دیکھے ہیں۔ اس کے آگے میں پھر فرانس میں تھوڑا سا چلا گیا کیونکہ ایک مقام بنام AIXLA-BAINS (ایکس ملا بانس) کی بہت تعریف سُنی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی جگہ ہے جہاں پھرتے ہوتے ہر دوار کی پہاڑیوں کا مزہ آتا ہے۔ اس کے پاس ہی ایک جھیل موجود ہے۔ مگر یہ مقام زیادہ تر ایک گرم چشمہ کے واسطے مشہور ہے جس میں گندھک پھٹکڑی وغیرہ ملی ہوئی ہے بس اس چشمہ کے پانی کو جمع کر کے اس کے اوپر مختلف غسلوں کے واسطے ایک عالیشان صحت گاہ بنا دی گئی ہے جہاں ہزار ہا آدمی علاج کے واسطے آتے ہیں۔ اس کے ساتھ بجلی اور ورزش کے علاج کی بھی ایک صحت گاہ ہے یہ چھوٹا سا مقام ہے گرگرمیوں میں آبادی باہر کے لوگوں کے آنے اور ہوٹلوں کے کھل جانے سے دگنی ہو جاتی ہے۔ یہاں میں نے ایک گرجے میں شادی بھی دیکھی اور نزدیک کے ایک چھوٹے سے قصبے میں جا کر وہاں کے حالات دیکھے اور ایک ماہی سے انگور لے کر کھائے سٹے دو مچھلیاں بھی لیں۔ اور میں وہیں بھون کر کھانا چاہتا تھا۔ مگر بہتیرا اسکو سمجھایا کہ آگ و لکڑی لے۔ مگر اس کی سمجھ میں نہ آگ آئی نہ اگنی آئی نہ فائر آئی۔ نہ کوئی اشارہ سمجھ میں آیا۔ اس واسطے میں نے واپس آ کر ہوٹل کے باورچی خانہ میں جا کر خود بھون کر کھائی۔ ولایت میں باورچی خانہ اتنے صاف نہیں ہوتے جیسا کہ میزوں پر کھانے والے سمجھتے ہونگے۔ اندر اشیاء جہاں تیار ہوتی ہیں۔ جا کر کوئی دیکھے تو پتہ لگے۔ مجھے تو ایسی باتوں کا شوق تھا۔ میں نے تو بناتے اور ساتھ کھاتے بھی باورچی دیکھے ہیں۔ چاروں طرف وہاں بدبو ہوتی ہے۔ خیر!

اس مقام سے واپس اٹلی میں آیا اور اٹلی کے دو اور مقام روما و نیپلز جو کہ رومن بادشاہت کے صدر مقام رہے ہیں۔ دیکھے رومن کھنڈرات بھی دیکھے اور ان کے عیاشی کے سامانوں کا بھی پتہ لگایا۔ شاید روم ہاگ ایکبھی دقت میں دنیا میں پھیلا ہو۔ نیپلز کے پاس پمپئی نامی مقام پر ان کھنڈرات میں ایسے مقام بھی ہیں جو کہ بند رکھے جاتے ہیں مگر کہنے پر لوکر کھول دیتے ہیں۔ جہاں گندے بُت اور تصاویر ہیں

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

خاص نیپلز میں عجائب گھر میں ایک بند کمرہ اپنی تصاویر و بتوں کا ہے جس کے دیکھنے کے واسطے اجازت لینی پڑتی ہے یا دربانوں کو تھوڑا انعام دینا کافی ہے۔ ہندوستان میں مندروں پر ہی نہیں یورپ میں بھی وہی باتیں موجود ہیں۔

روما میں پوپ کی جائداد دیکھی گرجا دیکھا عجائب گھر دیکھا۔ ایک علیحدہ قصبہ ہی بنا ہے۔ پوپ اسی کے اندر رہتا ہے۔ جو پوپ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی زندگی میں اس دائرے سے باہر نہیں نکلتا ہے۔ مگر وہ جگہ اتنی ہے کہ سیر کے واسطے موٹر باغ میں چلتا ہے۔ ایک علیحدہ بادشاہت ہے۔ گرجا و عجائب گھر پبلک کے واسطے کھلے ہیں مگر خاص مقامات ہیں خاص اجازت کے بغیر کوئی جا نہیں سکتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے سپاہی پہرہ دار مقرر ہیں ہمیشہ سے یہی چلے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زیادہ وفادار ہیں اور پوپ کی جان و مال کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ روما کے پاس ایک سمندری مقام پر موٹر میں جا کر ادھر کے گاؤں بھی دیکھے اور سمندری غسل بھی کیا۔ بس ہندوستان کا سب نقشہ پایا۔ ان مقامات کو دیکھتا ہوا۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو برنڈزی پہنچ گیا۔ جہاں سب سے پہلے یورپ کی زمین پر پاؤں رکھا تھا۔ وہیں سے ۴ر اکتوبر کو پھر جہاز پر سوار ہو گیا۔ اور یہ مضمون جہاز کا ہی لکھا ہوا ہے۔

میں نے اپنے اس سفر میں **تین نمائشیں** دیکھیں۔ ویمبلے کی نمائش جو لنڈن کے پاس ویمبلے پارک کے کھلے میدان میں لگائی ہے۔ یہی لنڈن کی نمائش یا **برٹش ایمپائر نمائش** کہلاتی ہے اور کہتے ہیں کہ شاید دنیا میں یہ سب سے بڑی نمائش ہوئی ہے۔

دوسری نمائش **لیپزگ** (جرمنی) کی نمائش ہے۔ یہ نمائش ہر سال میں دو بار سالہا سال سے ہو رہی ہے۔ اور یہ سارے شہر میں مختلف مقامات میں جو کچھ کرایہ پر لئے جاتے ہیں۔ کچھ نمائش کے اپنے بنتے ہیں ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک ہفتہ کے واسطے مارچ اور ایک ہفتہ کے واسطے ستمبر میں ہوتی ہے۔ مارچ کی ستمبر سے بڑی ہوتی ہے۔ میں حیران تھا کہ ایک ہفتہ کے واسطے سارے جرمنی کے سوداگر کتنا مال جمع کر دیتے ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ اگر لیپزگ کی نمائش ایک جگہ ہو تو وہ کسی طرح بھی لنڈن کی نمائش سے وسعت میں کم نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ ہو گی۔ قریب سو مکانات میں مال پھیلا ہوا تھا۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو کہ ساری نمائش کو دیکھ سکتا ہو۔ جہاں جسکو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

شوق ہے یا جیسی اشیاء دیکھنا یا خریدنا چاہتا ہے۔ انہیں دو چار مکانوں میں وقت نکل جاتا ہے۔ ایک صاحب لاہور کے مجھے ملے جو جرمنی میں سوداگری کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میں ۸ دفعہ یہاں آیا ہوں اور ۸ دن صبح سے شام تک پھرتا رہا ہوں پھر بھی کبھی میں نے ساری نمائش نہیں دیکھی ہے۔

جرمنی میں اور مقامات میں بھی نمائش (جسکو یہ میلے کہتے ہیں) ہوتی ہیں۔ مگر لیپزگ کی سب سے بڑی ہے۔ اس کے ختم ہوتے ہی آسٹریا کے دارالخلافہ ویانا میں آسٹریا و جرمنی کی مشترکہ اشیاء کی نمائش شروع ہو جاتی ہے۔ ۳۰ راگست سے ۷ ستمبر تک لیپزگ کی نمائش تھی اور ۷ سے ۱۴ تک ویانا کی۔ لیپزگ سے چند اور مقامات سے ہوتا ہوا میں ۱۰ ستمبر کو ویانا پہنچ گیا تھا۔ یہ بھی بہت بڑی نمائش کئی مقامات میں تھی مگر لیپزگ کی نمائش کے ساتھ اس کا کچھ مقابلہ نہیں۔

وہ لوگ جو جرمنی یا آسٹریا سے لین دین بیوپار کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئیے کہ ان میلوں کے موقعوں پر آجاویں۔ ہر قسم کے سوداگر ایک ایک چیز کے کئی یہاں موجود ہوتے ہیں مقابلہ کر کے مال خرید و یا ایجنسیاں قائم کرو۔ کیا کیا مال کہاں کہاں ٹھیک بنتا ہے یہ سب کچھ اس سے پتہ لگ جاوے گا۔ ان میلوں یا نمائشوں کے ذریعے ان ممالک میں بڑا کام ہوتا ہے۔ عام نمائشوں کے علاوہ خاص خاص شاخوں کی نمائشیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہمبرگ میں ایک نمائش کھیتی باڑی کے متعلق ہوئی تھی کہتے ہیں۔ اس میں لاکھ کے قریب صرف نمائش میں اپنی اشیاء دکھانے والے تھے۔ اگلے سال پیرس میں بڑی بھاری آرٹ کی نمائش ہونے والی ہے۔ روم میں اگلے سال جنوری سے دسمبر تک پوپ کے جائداد کے وسیع احاطہ میں نمائش ہوگی۔

تینوں نمائشوں کے دیکھنے سے ایک بات بہت اچھی طرح نقش کرتی ہے کہ ان ممالک میں سائنٹفک اور انجنیئر اپنے اپنے فن میں کمال کر رہے ہیں۔ اور دن بدن نئی نئی ایجادیں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر قدم مارتا ہے اور کسی جگہ یہ ٹھہرتے نہیں آگے ہی بڑھنا چاہتے ہیں۔ چند مثالیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر پہنچانے کے واسطے تار کی ایجاد ہوئی۔ سارکونی نے بلا تار کے خبر پہنچانے کی تجویز کال دی [illegible] جہاز پر کام لیا جاتا ہے

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

ٹیلیفون ایک جگہ سے دوسری جگہ باتیں کرنے کے واسطے ہے اسمیں بھی تاریں لگانی پڑتی ہیں
اب بے تار کی خبر رسانی کے ماہر یہی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ بھی بلا تار کے ہو جاوے ایک
اوزار جیب میں پڑا رہے جب اسکو چاہیں کان میں لگا دیں اور جہاں بھی ہوں جس سے یہ
بات کرنا چاہیں بات ہو سکے۔ یہی نہیں بلکہ خبریں جو بے تار کے ذریعے سے ایک دوسری جگہ
جاتی ہیں۔ ان کو بھی سننا چاہیں تو جیب سے اوزار نکال کر سننے لگ جاویں کئی جگہ اس
میں کامیابی ہو چکی ہے۔ مگر سائنسدان اس میں بڑے زور سے لگے ہوئے ہیں۔ میں نے
ایک کمپنی سے اس قسم کے آلہ کے واسطے پوچھا تو اس نے کہا کہ بہت جلد ایسی چیز تم کو
دے سکیں گے۔

آج کل یورپ و امریکہ کا کوئی شہر نہیں ہے جہاں بے تار کے ذریعہ راگ۔ لیکچر سننے
BROAD CASTING
کا انتظام نہیں ہے۔ ہر جگہ ایک ایسا مقام بنایا جاتا ہے۔ جسکو براڈ کاسٹنگ
سٹیشن کہتے ہیں۔ غرض کرو پیرس میں ایک جگہ ایک اعلےٰ راگ ہوتا ہے براڈ کاسٹنگ سٹیشن
والے اس کو براڈ کاسٹ کر دیتے ہیں۔ وہ آوازیں دوسرے ممالک یا شہروں میں جہاں جہاں
براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ہیں وہاں وہاں پہنچ جاتی ہیں اب وہاں سے اپنے شہر کے باشندوں
کے واسطے وہ پھر براڈ کاسٹ کرتے ہیں۔ وقت پہلے ہی اخباروں میں نکل جاتا ہے اس
وقت لوگ اپنے اپنے گھروں میں آلہ کان کو لگا لیتے ہیں یا ایسے آلہ بھی ہیں کہ آواز اونچی ہو
سکتی ہے۔ اور سب گھر والے سنتے ہیں۔ بس ایک جگہ کا راگ آپ گھر بیٹھے سن رہے ہیں
ہر نمائش کے اندر ان آلوں (جن کو ریڈیو کہتے ہیں) کی بکری کی بیسیوں دکانیں دیکھیں۔
یہاں تک غضب کیا ہے کہ ۱۵-۲۰ روپے کو ایک چھوٹا سا آلہ مل جاتا ہے جسکو آپ گھر میں
رکھ سکتے ہیں۔ تھوڑا سا خرچ اس کے اندر وقتاً فوقتاً بجلی بھرنے کا ہوتا ہے۔ ہر بڑے شہر
میں ان اوزاروں کے بیچنے کی بجلی کے سامان کی طرح کئی دوکانیں ہیں۔ مگر کیا وہ چپ ہیں
نہیں اول تو اس فاصلہ کو بڑھانے کی کوشش ہے۔ چنانچہ اب امریکہ کے لیکچر یا راگ انگلینڈ
میں سنے جاتے ہیں۔ مگر اس پر بھی بس نہیں خیال یہ ہے کہ آواز کے ساتھ اصلی تصویر بھی
دکھائی دے سا گر امریکہ میں ایک گھوڑ دوڑ ہو رہی ہے۔ تو انگلینڈ والے وہاں کی ہر بات سن ہی
نہ سکیں۔ بلکہ دیکھ سکیں۔ تھیئیٹر میں گانے والی عورت کی صرف آواز ہی نہ سنائی دے
بلکہ وہ خود ناچتی اور گاتی ہوئی دکھائی دیوے سائنس کو کچھ کامیابی ہو گئی ہے اور وہ

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

دن دُور نہیں۔ جب کہ ایسا ممکن ہوگا ہندوستان میں ابھی براڈکاسٹنگ اسٹیشن بنے نہیں صرف گورنمنٹ یا کمپنیوں کو ان کے بنانے کی دیر ہے مشین تو بڑے تھوڑے خرچ پر ہر کوئی خرید سکتا ہے محقق یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ جب بے تار کے بجلی ایک جگہ پہنچائی جا سکتی ہے۔ تو کیوں ہوائی جہاز اسی طرح نہ چلائے جاویں۔ ایک جگہ بیٹھے ہوئے جہاز کو بجلی سے چھوڑ دیا جدھر مرضی ہے گھما کر منگوا لیا۔ ٹیلیفون بدون تار کے تو نکل ہی چکی ہے بجلی کے بڑے بڑے کارخانہ کسی دن بے تار سے چلانے کے یہ خواب دیکھ رہے ہیں ریلیں بھی کیوں نہ بے تار سے چلیں۔

کہتے ہیں یوگ کا بڑا کمال یہ تھا۔ کہ یوگی کہیں بھی ہوں ایک دوسرے سے بات کر سکتے تھے۔ اور یوگی جہاں کے حالات چاہے دیکھ سکتا تھا۔ وہ بات سائنس سے سب کے واسطے حاصل ہونی ممکن ہو گئی ہے۔

۲۔ ایروپلین (ہوائی جہاز) نکلا لوگوں کا خیال تھا کہ بس دو آدمی بیٹھ کر گولے ہی پھینک دیا کرینگے مگر نمائش میں کئی کمپنیوں نے اپنے نئے نئے ایروپلین اب دکھائے تھے۔ جس میں بہت تھوڑا خرچ ہو۔ اور موٹروں کی طرح لوگ اپنے پاس سیر کے واسطے رکھ سکیں۔ سفر کے واسطے تو استعمال ہونے ہی لگ گئے ہیں۔ میں جس جہاز میں پیرس سے لنڈن تک گیا تھا۔ اس میں علاوہ اسباب کے ۱۲ آدمیوں کے بیٹھنے کے واسطے ۱۲ کرسیاں علیحدہ لگی تھیں۔ دن بدن فاصلہ کو بڑھایا جا رہا ہے۔ وہ دن دُور نہیں جبکہ ایک ہفتہ کے اندر لنڈن سے اُڑکر ہندوستان پہنچیں گے۔ مگر جرمنی نے زیپلین تیار کر کے تو کمال کر دیا ہے زیپلین ایک صاحب کا نام ہے۔ جس کے دماغ میں یہ خیال ہوا تھا۔ اور اس نے کچھ لڑائی میں تیار کیا تھا۔ صلح نامہ کی شرائط کے بموجب جرمنی کو ایک زیپلین تیار کر کے امریکہ کو دینا چاہیئے تھا۔ اب وہ زیپلین تیار ہو گیا ہے۔ اور تیاری میں جرمنی کے اندر ہی پھر رہا ہے اس کے اندر قریب چار سو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ درجنوں ہوائی جہاز اسکے اندر ہیں۔ ایک دیکھنے والے نے بیان کیا کہ لوگ انگشت بدندان تھے۔ جبکہ ایک دوسرے کے بعد کئی ہوائی جہاز اس کے مُنہ کے اندر سے نکل رہے تھے۔ یہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ جہازوں میں ضرورت کے وقت کے واسطے لائف بوٹ رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس جہاز کے اندر ۴۲۰ گھوڑوں کی طاقت کے ۵ انجن ہیں۔ اور سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا سکتا ہے۔ مگر آگے کو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

رفتار بڑھائی جاویگی جب اس کو لے کر اڑے تو ۳۲ ہزار ٹن پٹرول۔ راستہ کے خرچ کے واسطے تھا۔ تاکہ کئی دنوں تک چلتا رہے۔ اور پوری آزمائش ہو سکے۔

ایروپلین کے علاوہ اٹلی کے سمندروں میں **سی پلین** بھی میں نے دیکھا یہ ایک کشتی سی ہے جدھر چاہو سمندر میں لئے پھرتے ہیں۔ اور جب چاہا سمندر سے ہی اُڑا کر اُوپر ہوائی جہاز کی طرح لے جاتے ہیں۔ اور پھر سمندر میں ہی اس کو اُتارتے ہیں کیونکہ اسکے پہیہ نہیں ہیں۔ اگر پہیہ لگا دیں تو جب چاہیں خشکی پر اتاریں یا چلادیں۔ جب چاہیں پانی میں اتاریں یا چڑھا دیں۔ ایک وید منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے شری سوامی جی مہاراج نے ایسا لکھا ہے۔ کہ راجاؤں کو ایسے یان تیار کرنے چاہیئں جو خشکی۔ ہوا پانی میں کام دے سکیں۔ وہ بات کام کرنے والوں نے پوری کر دی۔

ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا؟

(۳)۔ سائنسدانوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ روشنی کے اندر مختلف شعاعیں ہیں۔ اور ان کا مختلف اثر ہے تب نت نئی تحقیقاتیں ہو رہی ہیں۔ بجلی کی روشنی سے مختلف شعاعیں پیدا کر کے کتنے بڑے بڑے کام ہو رہے ہیں۔ آج کل ولایت میں **وائلٹ ریز** (بنفشجی شعاعوں) سے علاج کا بڑا کام ہو رہا ہے ایک چھوٹا سا بجلی کا آلہ ہے جس کو آپ کے گھر کی بجلی کے پلگ سے لگا دینے سے یہ شعاعیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو جسم کے ساتھ لگا لینے سے ٹانک اثر ہوتا ہے۔ کیسی بھی بیماری کو دور کرنے کے واسطے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ عورتیں خاص کر بال بڑھانے یا چہرے کو تر و تازہ خوبصورت بنانے کے واسطے اس کو روزانہ لگاتی ہیں۔ ہسپتالوں میں اب اس کا عام رواج ہو رہا ہے۔ ہم بھی ان مشینوں کو لائے ہیں۔ ایکس ریز (بے نام شعاعیں) اسکے دریافت کنندہ کے نام پر رونجن شعاعیں تو اب بڑے بڑے ہسپتالوں میں ضروری جزو ہیں۔ ان سے انسان کے اندر کی تصویر آجاتی ہے۔ اور یہی شعاعیں جلدی سخت امراض کو دور کرنے کے واسطے استعمال ہوتی ہیں۔ ان شعاعوں کے واسطے ہزاروں کے سامان کی ضرورت ہے۔ مگر کیا اسی پر بس ہو گئی ہے

اب ایک اور شخص نے ایک اور شعاع نکالی ہے۔ جس کا نام

ڈیتھ ریز (شعاعِ موت)

رکھا ہے یہ شخص انگلستان کا باشندہ ہے۔ جب اس نے پچھلے دنوں میں تجربہ حاصل کر لیا تو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

گورنمنٹ کے آگے یہ خیال رکھا یہاں کے انجینرنت نئی دریافتیں اسواسطے کرتے رہتے ہیں سالہاسال لگا کر بھی ایک چیز پیدا کر دی تو پھر اس کے واسکی اولاد کے واسطے روپیہ کی کمی نہیں ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے اتنا روپیہ نہ ملتا تھا۔ جتنا وہ چاہتا تھا تب وہ چپ چاپ فرانس چلا گیا۔ اور فرانس میں اس کا معاہدہ ہو گیا ہے۔ اب انگلستان کے اخبار تو لکھتے ہیں کہ اس میں کچھ نہیں ہے مگر اس شخص کا جو دعویٰ ہے اس میں کچھ کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے وہ میں نے ایک سینما میں دیکھا تھا۔ اس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہ ٹھہر سکے گی بڑے سے بڑا ایروپلین آ رہا ہے شعاع کو اس پر ڈالا اسی وقت آگ لگ جاوے گی۔ اور وہ جلتا ہوا نیچے آ رہے گا۔ جہاز کا فی دُور ہی سے خاک کر دیئے جاوینگے۔ فوج سامنے کھڑی ہو اور اس شعاع کو گھماتے جاؤ جس جس کے اُوپر وہ شعاع لگے گی وہیں ڈھیر ہوتا جاوے گا۔ اس کی موت کے واسطے ایک لمحہ بھی درکار نہیں ہے۔ یہ سب باتیں جیسے ہونگی وہ سینما میں کر کے دکھائی گئی تھیں (۴) بجلی کے اور کام۔ بجلی سے علاج کے واسطے اور بھی طرح طرح کی مشینیں میں نے دیکھیں۔ گرمی پہنچانے والی۔ موٹاپے کو کم کرنے والی۔ گوشت جلانے والی مشین۔ بالوں کو جڑھ سے نابود کرنے والی۔ پانی کے اندر بجلی ڈال کر بجلی کا غسل کرانے والی جسم کے اندر بجلی پہنچا کر جسم کو مضبوط کرنے والی۔ اعضاؤں کو ان کو دھکے دیکر سیدھا کرنے والی۔ مختلف روشنی کی گرم شعاعیں ڈال کر کر دھوپ کا فائدہ دینے والی۔ پسینہ لانے والی۔ مالش کرنے والی مشین۔ ان میں سے بہت سی میں لایا ہوں۔ اور ناظرین کچھ مدت بعد دیکھ سکیں گے۔

بجلی سے گرمی طاقت روشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ انجینرنگ کو ملا کر وہ وہ کام بجلی کے دکھائی دے رہے ہیں کہ ان کو سمجھ میں آنا مشکل ہے۔

نمائش میں اور لنڈن کے بازاروں میں ایسی بے شمار چیزیں دیکھیں جن کو اشتہار کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایک بار تو انسان کو کھڑے ہو کر دیکھنا ہی چاہیئے اشتہار کا ایک ایک حرف مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے ارد گرد ایک فیتہ بجلی کا ہر وقت گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں بجلی کے لیمپوں کی ریل گاڑی بنی ہے اور اس کے پیہئے گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہیں بوتل ہلا کر اس میں سے شراب

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ڈال کر بیٹھا ہوا انسان نظر آتا ہے۔ اور یہ سب بجلی کے بمپوں کی روشنی ہے جو اپنے آپ ایسے انداز سے جلتے بجھتے ہیں کہ یہ اثر ان میں معلوم ہوتا ہے۔

کئی مکانوں پر بجلی کے حروف ایک کے بعد دوسرا جاگتا ہوا چلا جا رہا ہے اور ان سے اشتہار یا خبریں لکھی جا رہی ہیں۔ اس کا انداز ایسا رکھا ہے کہ نیچے کمرے میں بیٹھا ایک شخص ٹائپ رائیٹر کی طرح اپنی انگلیاں حروف پر رکھتا جاتا ہے اور حروف اوپر ظاہر ہو رہے ہیں۔ گھنٹوں لوگ کھڑے ضروری خبروں کو پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک عجائب کا کھیل معلوم ہوتا ہے ایک بکس کے اندر مختلف اشتہار باری باری بدلتے رہتے ہیں۔

اچھے رسٹارنٹ والے اپنی دوکان کے باہر کرسیاں لگا دیتے ہیں کہ جو لوگ آکر بیٹھیں اور کھاویں اور سامنے کسی مکان پر سینما کی تصاویر ڈالتے جاتے ہیں۔ تاکہ وہاں بیٹھے سینما بھی دیکھتے جاویں۔

کہیں میز پر فوارہ رکھا ہے تھوڑا سا پانی خود بخود چڑھتا اور گرتا رہتا ہے۔ اور بجلی اندر اس کو رنگین کر رہی ہے۔ اس طرح سے یہ سلسلہ جب تک چاہو جاری رہتا ہے۔ ہر کمرے میں خوبصورت باغیچے کے فوارے کا مزہ لیا جا سکتا ہے۔

یہی نہیں ویمبلی کی نمائش میں ایک ایک حصے میں آپ کو بجلی کے کمال ملیں گے۔ کہیں پہاڑ بنا کر یہ دکھایا ہے۔ کہ ریلیں ہمارے پہاڑوں پر کیسے چلتی ہیں۔ چھوٹی سی ریلیں اور سڑکیں بنا کر بجلی کا ایسا انتظام کیا ہے۔ کہ صبح سے شام تک وہ خود بخود چلتی رہتی ہیں۔ جہاز سمندر میں چلتے دکھائے ہیں۔ تو وہ بھی کھلونے جوڑ دیئے ہیں اور بجلی کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پانی میں گھوم رہے ہیں۔ لڑائیوں میں گولہ باری۔ مکانات کا جلنا۔ آگ یا پانی کیا چیز ہے۔ بجلی سے دکھائے جا رہے ہیں کھیل تماشوں میں ریلیں بجلی سے چل رہی ہیں۔ گھوڑے بجلی سے قسم قسم کا اثر پیدا کرتے ہوئے چل رہے ہیں۔ لنڈن میں کئی کارخانے تیل یا کوئلہ کو چھوڑ کر بجلی سے کام لے رہے ہیں۔ لنڈن میں جہاں پہلے لوگ کوئلے سے کالے ہو جاتے تھے مکان باہر سے سب کالے ہوتے تھے۔ اور اب بھی کچھ کالے ہی ہیں۔ اب وہاں اتنا دھواں نہیں ہے۔ اور جیسے جیسے بجلی بڑھتی جاوے یہ کم ہی ہوتا جاوے گا۔ لنڈن میں ہر ایک مرد و عورت دستانہ پاس رکھتا ہے۔ کیونکہ دو گھنٹہ بھی کوئی باہر پھرے تو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

ہاتھ کالے ہو جاتے تھے ۔ اب بہت کم ہے ۔ اس واسطے دستانہ عام طور پر ہاتھ میں پکڑ رکھتے ہیں پہنتے نہیں اب ہاتھ میں پکڑنے کا ہی فیشن ہے۔

لنڈن میں زمین دوز ریلیں بجلی سے چل رہی ہیں ۔ سوئٹزرلینڈ میں تو بہت جگہ بجلی کی ہی ریل ہو گئی ہے ۔ اور کسی دن سارے یورپ میں بجلی کی ریل ہو جانا ممکن ہے جہاں پانی کے آبشار ہیں وہاں تو بجلی تھوڑے خرچ سے پیدا ہو سکتی ہے ۔ جیسا کہ ہمارے کشمیر میں یا سوئٹزرلینڈ میں ہے ۔ مگر ایک غضب کی ایجاد یہ ہونے والی ہے کہ بجلی ہوا سے ہی پیدا کی جاوے ۔ زمین دوز ریل سے اتر کر آپ چلتی ہوئی سیڑھی پر کھڑے ہو گئے ۔ تو اوپر پہنچ گئے ۔ دوسری طرف کی سیڑھی نیچے جا رہی ہے نیچے والے اتر رہے ہیں یہ سیڑھیاں بجلی سے چل رہی ہیں ۔ جہاں سیڑھیاں نہیں وہاں لفٹ آپ کو اوپر لے جاتی ہے۔

ویمبلے کی نمائش میں ایک خاص حصہ تھا ۔ بجلی کا گھر میں استعمال :۔ روٹی پکانے کے واسطے بھٹی ہے بجلی ۔ کمرہ گرم کرنے کے واسطے بجلی ۔ بستر گرم کرنے کے واسطے بجلی ۔ بچے کے دودھ فوراً گرم کرنے کے واسطے بجلی ۔ جھاڑو دینے کے واسطے بجلی چیز چھاننے کے واسطے بجلی ۔ ٹوکریاں لانے کے واسطے سلائی کی مشین چلانے کو بجلی ۔ ہوا کرنے کو بجلی ۔ ہوا باہر نکالنے کو بجلی ۔ کپڑے دھونے کو بجلی ۔ سکھانے کو بجلی ۔ استری کرنے کو بجلی ۔ بال سکھانے کو بجلی گھنگرالے کرنے کو بجلی ۔ اجی سچ پوچھو تو کوئی کام ہی نہیں جو بجلی سے نہیں ہوتا ہے ۔ بجلی تھوڑی یا بہت جتنی چاہو طاقت دیتی ہے ۔ اس کے ساتھ انجینئر کا دماغ ملا کر عجائبات پیدا کر رہا ہے ۔ اور مت سمجھو کہ روشنی کے واسطے جو بجلی آپ استعمال کر رہے ہیں یہی رہے گی ۔ یہ اب بدل گئی ہے نمائش میں مختلف رنگوں کے کپڑے کے ٹکڑے بجلی کی روشنی میں رکھ کر دکھائے جاتے تھے ۔ کہ وہ اصلی رنگ ظاہر نہیں کرتے اس واسطے روشنی کے برابر ہو ۔ اب دو تین قسم کے شیشے ایسے بنائے گئے ہیں جو کہ روشنی کے آگے لگائے جاتے ہیں تو دن کی روشنی کے مطابق آنکھوں کو نہ تھکانے والی روشنی پیدا ہوتی ہے ۔ نہ ہی مختلف رنگوں کے ٹکڑے اس روشنی کے اندر بالکل اور معلوم ہوتے ہیں ۔ ایک کمپنی نے بجلی کے بلب بھی ایسے ہی بنا دیئے ہیں کہ اس شیشہ میں وہ رنگ آ گئے ۔ اور اس سے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

چھن کر جو روشنی آتی ہے۔ وہ تقریباً ویسی ہی ہوتی ہے۔ اگرچہ بالکل ویسی نہیں۔
درحقیقت ان تمام کاموں میں انجنیروں کا دماغ ہی کام کر رہا ہے۔ بجلی کا کام تو طاقت گرمی یا روشنی دینا ہے وہ تو سوئچ جوڑ دیا اور کام شروع مگر مشینری ہر قسم کی تو انجنیر ہی بنا دیگا۔ اس وقت رغبت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ سب کام

آٹو میٹک

ہوں۔ آٹو میٹک مشین اسکو کہتے ہیں کہ جس میں سب کام اپنے آپ ہوتا جاوے دن بدن صرف اسی غرض کے واسطے نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ اس کے متعلق نمائشوں اور شہروں میں مختلف دیکھی ہیں۔ چند کا ضروری ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

(ا) ولایت میں بڑے بڑے مکانوں کی چھتوں پر چڑھنے کے لفٹ چڑھنی یا اُترنی شروع ہوئی جب بند کر دیا وہیں بند ہو گئی۔ اس نوکر ہٹانے کی بھی ضرورت تھی تب آٹو میٹک لفٹ میں نے دیکھی۔ آپ اندر سوار ہوئے دروازہ بند کیا اور جس چھت پر جانا ہے۔ وہیں بٹن دبا دیا ہے۔ وہ خود بخود وہیں جاکر کھڑی ہو جاویگی۔ باہر نکل کر آپ نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ خود بخود نیچے چلی جاوے گی یا ایسے ہی انتظام ہیں کہ وہیں کھڑی ہے۔ نیچے یا اوپر جہاں کسی نے بٹن دبا دیا اس کے پاس پہنچ گئی ایسے ہی اُوپر سے نیچے آنا ہے۔ تو اپنا بٹن دبا دیا لفٹ چاہے۔ اُوپر ہے یا نیچے۔ آپ کے پاس پہنچ جاویگی ایسی خبردار کہ بھولتی ہی نہیں۔

(ب) فرض کیجئے آپ نے بجلی کے ذریعہ کوئی اشتہار باہر روشن کیا ہے صرف روشنی کی ہے یا کوئی مشین چلاوی ہے اور مختلف اشیا بدلی جا رہی ہیں۔ اب آپ نے اسکو ۱۲ بجے بند کر دینا ہے تو پھر کیا گھر سے کوئی آدمی دکان پر آویگا نہیں اس کے واسطے ایک گھڑیاں ایجاد ہوئی ہیں۔ ٹائم سوئچ ان کا نام ہے بجلی کی رو جدھر سے آتی ہے۔ اس کے درمیان وہ گھڑی لگی ہے۔ جب آپ کو مشین چلانی یا بند کرنی ہے گھڑی کو اسی وقت پر الارم کی طرح کر جائیے اور خود جاکر آرام سے سویئے خود سب کام ہو جاویگا۔

(ج) اگر کمرے میں گرم پانی چاہیئے تو ناکی کے بیچ میں ایک مشین بجلی کی لگا دی ہے جب پانی چھوڑیں گے خود بخود بجلی کا تعلق ہو کر وہ مشین گرم ہو جاوے گی اور پانی گرم

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

آنا شروع ہوگا - پانی بند ہوا تو سوئچ بھی نکل گیا - ایسے گیس بھی لگی ہوئی ہوتی ہے - وہ ذرا ذرا سی جلتی رہتی ہے جس میں بہت خرچ نہیں ہوتا - مگر جب پانی چلا خود ہی گیس بڑھ گئی اور پانی کو گرم کرنا شروع کیا - ہاتھ منہ دھونے کے برتن میں یا غسل کے ٹب میں ہر جگہ دو ٹوٹیاں گرم و سرد پانی کے واسطے اس طرح لگی ہیں جونسا پانی چاہے خود حاضر ہے ایسے ہی پاخانہ میں دیکھا کہ بعد فراغت آپ نے پانی چھوڑ دیا وہ کل پانی جو اس کے واسطے جمع تھا نابود ہو گیا خود بخود بند ہو گیا - اب جب تک پھر نہ کھولیں گے خود بخود پانی نہ جاوے گا -

(۳) کوئی چیز پکانے کے واسطے آپ نے ایک لوہے کی پتری اس میں ڈالدی ہے اور بجلی جوڑ دی ہے - وہ گرم ہو کر پانی اُبلنے لگتا ہے - مگر اگر پانی نہ رہے تو لوہے کی پتری کا حد سے زیادہ گرم ہو کر اندر کا سامان بجلی جلنے کا احتمال ہے پھر گیا ہے اگر پانی نہ رہا اور اپنے مقررہ انداز سے زیادہ گرم ہوا خود بخود بجلی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے آپکو پاس رہنے کی ضرورت نہیں ہے -

(۴) دیکھنے میں ایک اشتہاری سینما دیکھا جو کہ اس شخص نے نیا ایجاد کیا تھا وہ ابھی بیچتا نہیں ہے - مگر اشتہار اجرت پر لیتا ہے - بازار میں رکھ دیا - یا دکان میں رکھ دیا اور فلم لگادی تو ساری فلم خود بخود چلتی چلی جاوے گی - اور تمام اشتہار پردے پر پڑینگے - مگر جب فلم ختم ہو گئی تو ایک خاص تصویر سامنے آجاوے گی - اور باقی فلم اُلٹ کر دوسری طرف لپیٹی جانی شروع ہو گی جب لپیٹی گئی پھر خود بخود شروع سے سینما شروع ہوگا - ایک دفعہ لگا - اب جب تک چاہو بار بار خود بخود کام ہوتا جاویگا آپ کو فلم بدلنے کی ضرورت نہیں تھی -

(NEVER

(۵) نمائش میں ایک بجلی کی ایسی ریل چل رہی جس کا نام Stop Railway نہ کھڑی ہونے والی ریل تھا - اس میں ریل گاڑی ایک طرف سے چل کر نمائش کے دوسرے سرے پر پہنچ کر وہاں سے جانے والے راستہ کے ساتھ ساتھ واپس اسی مقام پر آجاتی تھی - اس پر نہ کوئی گارڈ تھا نہ ڈرائیور تھا - اور ہر وقت گاڑیاں خود بخود آتی جاتی رہتی تھیں صبح سے شام تک یہ کبھی کھڑی نہیں ہوتی تھیں آپ نے جب کرایہ دیا چڑھ گئے - جہاں چاہا اتر گئے سٹیشنوں پر بھی کھڑی نہیں ہوتی

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

مگر نیچے کے چکر ایسے چھوٹے بنا دیے گئے تھے کہ وہاں بہت آہستہ آہستہ ہو جاتی ہے۔ اور چڑھنے اترنے والے جھٹ اتر سکتے ہیں۔

(ز) جہاز میں میں نے دیکھا کہ جیسے جیسے جہاز فاصلہ طے کرتا ہے وقت روزانہ بدلنا پڑتا ہے۔ جہاز میں کئی گھڑیاں ہیں تو کیا روزانہ آدمی ہر گھڑی کا وقت ٹھیک کرتا پھرے۔ نہیں کپتان کے کمرے میں گھڑی رکھی ہے۔ بجلی کے ساتھ اس کا تعلق باقی سب گھڑیوں کے ساتھ ہے۔ جب اس ایک گھڑی کا وقت آدمی نے بدلا تمام جہازی گھڑیوں کا اسی وقت ساتھ ہی بدل جاتا ہے۔

(ح) نمائش اور کل یورپ ہی چھوٹی چھوٹی آٹومیٹک مشینوں سے بھرا ہے۔ جگہ جگہ تولنے کی مشین پڑی ہیں۔ ایک آنہ ڈال دیجیے آپکا وزن کر دیگی۔ ایک ایسی مشین ہے کہ پہلے آپ نے اپنے وزن کو اندازہ کر کے سوئی کو اس جگہ کر دیں۔ اور پھر کھڑے ہو جائیں اگر آپ کا اندازہ ٹھیک ہے۔ تو آپ کی اکنی واپس آجائے گی۔

(ط) سگرٹ و چاکولیٹ مٹھائیاں بیچنے والوں نے جگہ بجگہ مشین رکھدی ہیں ایک آنہ ڈال دیجیے۔ آپ کے واسطے سگرٹ یا مٹھائی نکل آویگی۔ کسی منہ ہاتھ دھونے کی جگہ گئے ایک آنہ ڈال کر صاف تولیا نکال لیجیے۔ بوٹ صاف کرنا ہے تو ایک آنہ ڈال کر پاؤں ایک پائدان پر رکھ دیجیے مشین خود ہی پاؤں کو کھینچ کر اندر لے جا کر برش و روغن کر کے آپ کا پاؤں باہر لے آوے گی۔

یہی نہیں بلکہ ڈاکخانہ کے باہر ہر وقت مشین موجود ہے۔ جتنے کا ٹکٹ چاہیے اتنی قیمت ڈالدیں ٹکٹ آپڑے گا۔ یہاں تک کہ لفافہ۔ لیٹر پیپر پنسل وغیرہ جو بھی ضرورت ہو۔ آپ نکالیں ہر مشین کے اوپر نشان ہے۔ کہ اس میں فلاں چیز ہے۔ سیرگاہوں میں تفریح کی ایسی بیسیوں مشینیں پڑی ہوتی ہیں جنمیں آپ قیمت ڈالیں تو کام کرینگی کسی میں تصویریں دیکھ لیں کسی میں گڑیوں کا کھیل دیکھ لیں کسی میں طاقت آزمائی کر لیں۔ انہی کے ذریعہ جوا بھی کھیل لیں۔ مثلاً آپ نے ایک آنہ ڈالا ایک گولا اندر سے نکل آیا آپ اس کو ہینڈل سے گھماتے ہیں۔ اس میں نو سوراخ ہیں ایک سوراخ میں گیا تو ایک آنہ ہضم دوسرے سوراخ میں آپ ڈالیں تو ایک آنہ آپ کا واپس۔ ایک مشین میں بائیسکل دو

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

طرف چل رہا ہے۔ ایک ایک آنہ دونو طرف ڈال کر دو آدمی ہینڈل گھماویں۔ بائیسکل چلیگا جو جیت جاوے گا اس کا آنہ باہر آجاوے گا۔ ایک آنہ ڈال کر آپ اپنا نام پلیٹ پر کھودلیں ایوری کمپنی ترازو بنانے والی بڑی کمپنی ہے۔ اس کا دفتر لنڈن میں تھا اور اس کا ایک سٹال نمائش میں کئی میل دوری پر تھا۔ مگر اس کی دوکان کے باہر ایک مشین رکھی ہے جو تلاتی جاتی تھی۔ کہ اب اس کی دکان کے سامنے اتنا بوجھ ہے۔ جیسے آدمی بڑھتے یا کم ہوتے ویسے ہی سوئی لنڈن کی دوکان پہ وزن کو تلاتی جاتی۔

بڑے بڑے کارخانوں میں دیکھا کہ بڑی مشینوں کو آٹومیٹک بنالئے جانے کا خیال ہے۔ سوت نکالنے کی بڑی سے بڑی مشین ایک دھاگہ ٹوٹنے سے خود بخود کھڑی ہو جاتی ہے۔

ایک جگہ بولٹ، پیچ بنتے دیکھے بس لوہے کی سلاخ پھنسا کر مشین چلادی سلاخ ضرورت کے موافق آگے ہوتی۔ اس پر پیچ پڑتے رہتے۔ اس کا سرا بنتا پھر کاٹنے والا پرزہ آکر اس کو کاٹتا۔ جب کٹ کر پیچ گر جاتا تو سب اپنی اپنی جگہ پر چلے جاتے اور سلاخ آگے ہو کر پھر پہلا سلسلہ شروع ہوتا۔

ولایت میں چپ کا مشہور کارخانہ تالے بنانے کا ہے۔ ایک بڑا گول صندوق بنا کر باہر رکھا تھا۔ وہ ہر وقت گھومتا رہتا ہے ذرا بھی اس کو ہاتھ لگا کر اس کو ٹھہرایا تو گھر کے اندر گھنٹہ بجنا شروع ہوتا ہے۔ اس کے اوپر ایک روشنی بجھ جاتی ہے جو سب کو جگا دیتی ہے۔ یہ صندوق بھی نمائش کے ایک عجائبات میں تھا۔ اس کا وزن ۲ ٹن یعنی ۵۴ من تھا۔ اس کی قیمت غالباً تین ہزار تھی۔ بڑے خزانوں کے دروازے کے واسطے ایک دروازہ بنایا تھا۔ جیسا کہ لوہے کی پیٹی کا دروازہ ہوتا ہے۔ اس کا وزن ۲۳ ٹن اور قیمت ۷ ہزار پونڈ تھی۔ اس میں خوبی یہ تھی کہ ایک ہلکی سی چابی سے سب طرف کے تالے خود بخود کھل جاتے تھے۔ اور لیور ایسا رکھا تھا کہ تھوڑی طاقت سے اسکو کھول لو۔

بڑے کارخانوں میں جہاں رات کو بھی ملازم آتے ہیں۔ اور اس وقت دفتر بند ہوتا ہے۔ ایک ایسی گھڑی لگی ہے۔ کہ جب ملازم آکر اپنا نمبر لیتا ہے یا نوٹ کرتا ہے۔ اس وقت جو وقت ہے وہ خود ہی گھڑی نوٹ کر دیتی۔ اور مالک صبح آکر دیکھ سکتا ہے چوکیدار

CC-0 In Public Domain. Digitized by eGangotri

کے واسطے بھی ایسا انتظام ہے۔

چائے یا پوڈر سے پیکٹ بنانے کے واسطے ایسی مشینیں نمائش میں کام کرتی تھیں۔ کر خود بخود جتنا وزن چاہے اتنا تول کر کاغذ میں ڈال کر مناسب کاغذ کاٹ کر مکمل پیکٹ بنا کر۔ پیکٹ پر لیبل چسپان کر کے گرا دیویں۔ آپ نے صرف اپنی چیز کو ایک برتن میں گراتے جانا ہے۔ اور کاغذ و لیبل و گوند اپنی اپنی جگہ پر رکھ کر مشین چلا دینی چاہیئے۔

ایسے ہی چاکو لیٹ یا مٹھائیاں بنا کر مہر لگ کر سکھا کر کاغذوں میں لپیٹ کر باہر ڈالنے والی مشینیں تھیں۔ روٹی بنانے کی مشین میں آٹا ڈال کر گوندھ کر رکھ دیا اور اس کے حصے ہو کر روٹی بن کر پک کر ایک طرف سے آتی اور ایک کاغذ میں لپٹی جا کر ایک بڑے برتن میں گرتی جاتی ہیں۔

بوتلیں دوائی سے بھرنے اور لیبل لگانے کی مشینیں بھی اسی طرح کام کرتی تھیں یہاں تک روزانہ مریضوں کو دوائی دینے کے واسطے جو پڑیہ بنانی پڑتی ہیں۔ اس کے واسطے بھی آٹومیٹک مشین موجود تھی۔

اس سے بھی بڑھ کر غضب حساب کرنے والی مشین کرتی دیکھی جمع۔ تفریق۔ ضرب یا تقسیم کرنے والی مشینیں عام ہیں۔ اس میں کچھ ہاتھ ہلانا پڑتا ہے۔ مگر یہ ایک ایسی مشین ہے کہ کوئی بھی حساب آپ نے نکالنا ہے۔ اس کے ہندسوں کو حساب سے رکھ کر بجلی سے جوڑ دیجئے۔ مثلاً آپ نے نکالنا ہے کہ ۵۴۴۴۔ ا پونڈ ۱۰ ر ۶ پنس کے بحساب اشلنگ ۴ $\frac{3}{4}$ پنس فی روپیہ کے حساب سے کتنے روپے ہوئے۔ آپ ہندسوں کو ایک دوسرے کے سامنے کر کے مشین چلا دیں۔ وہ چلتی جاتی ہے حتیٰ کہ حساب پورا ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود بخود بند ہو جاتی ہے۔ اگر بجلی آپ کے پاس نہیں تو ایک ہنڈل گھماتے جایئے حتیٰ کہ سارا حساب پورا ہو جائے جواب صحیح موجود ہوگا۔ دوکانوں میں ایسے کیش بکس رکھے ہیں کہ اگر آپ کیش ڈال کر رسید نکالیں تو خود بخود رقم جمع ہوتی جاوے گی۔ اور رات کو بکری معلوم ہو جاویگی۔ دوکانوں کے آگے ایسے دروازے لگے ہیں کہ آپ کھول کر اندر داخل ہوں تو گھنٹی بجتی ہے جس سے اندر والوں کو پتہ لگتا ہے۔ اور وہ استقبال کے واسطے آ جاتے ہیں۔ دروازے بھی اس قسم کے ہیں کہ خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر آپ اندر سے کھول سکتے ہیں۔ باہر سے نہیں۔ باہر کے واسطے ایک چابی چاہیئے۔

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

بازاروں میں پبلک ٹیلیفون ڈاکخانہ کی طرف سے لگے ہیں آپ اندر گئے پاؤں رکھتے ہی روشنی ہوگئی۔ آپ نے نمبر مانگا ایک آنہ ڈال دیا اور بات کرلی۔ کسی جگہ پانی بھرتا ہے یا ادھر کوئی چیز بھرنی ہے۔ اتنی چیز آئی اور تعلق خود بخود ٹوٹ گیا۔

چھاپنے کی مشین کاغذ کا بڑا رول لگا کر چلا دی تو چھاپتی کاٹتی رکھول کرتی حتیٰ کہ پیکٹ بنا کر ڈالتی جاتی ہے۔ سکہ ایک طرف ڈال کر ٹائپ کی طرح انگلی لگاتے جائیے ٹائپ ڈھل کر کمپوز ہوتا جاتا ہے۔ کاغذ کی ملیں ہزاروں من کاغذ ایک دن میں گھاس سے بنا کر دے دیتی ہیں۔ اور وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنے آپ کام بڑھتا جاتا ہے۔ غلہ کو ایک طرف ڈال دیا تو صاف ہو کر بھیگ کر سوکھ کر چھلکا علیحدہ ہو کر آٹا بوری میں بند ہو کر نکل آتا ہے۔ کہاں تک بیان کئے جاؤں میں نے تو یہ دیکھا ہے۔ کہ کوئی ایسا کام نہیں ہے۔ جس کے واسطے یہ مشین نہیں بنا لیتے ہیں۔ اور پھر کوئی مشین ایسی نہیں جس کے اندر آٹومیٹک انتظام نہیں کر لیتے ہیں۔

مگر ہاں میں ذکر تو یہ کر رہا تھا۔ کہ ان کے سائینٹسٹ اور انجنیئر آگے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک کے بعد دوسرا نئی چیز نکال دیتا ہے۔ دنیا کی ضروریات یہ خود بڑھا دیتے ہیں اور دنیا ان کی نئی اشیاء کو خریدنے لگ جاتی ہے۔ میں نے چھوٹی و بڑی باتوں میں بھی اس کو دیکھا ہے۔

چند سالوں کے بعد بڑے بڑے کارخانے بالکل بدل جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے واسطے نئی زیادہ کام کرنے والی اور مشینیں نکل آتی ہیں۔ پرانی مشین پھر ہندوستان وغیرہ کے کام آتی ہیں۔ جرمنی میں مجھے ایک شخص نے بتلایا کہ ایک جاپانی ۱۰ ہزار جراب بننے کی مشین بڑے سستے داموں لے کر گیا ہے۔ کیونکہ اس کارخانہ میں بیکار پڑی ہیں۔ وہاں کوئی خریدتا نہیں۔ نیا آسان طریقہ نکل آیا۔ برٹش نمائش میں ایک شخص کو میں نے ایک رینچ بیچتے دیکھا۔ وہ کہتا تھا کہ خوبی یہ ہے کہ چھوٹے بڑے کسی بھی بولٹ یا پیچ کو کھولنا چاہو فوراً اس کے ساتھ فٹ ہو جاوے گا۔ پہلے کے تمام رینچوں کو اس نے ردی کر دیا ہے۔ ایک عینک بناتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ شیشہ خراب ہے میں پتھر کا شیشہ بناتا ہوں۔ تیسرا کہتا ہے۔ کہ سونے کا بناؤنگا۔ چوتھا کہتا ہے۔ وہ بھاری ہے۔ میں ایک خاص قسم کا ہلکا بناتا ہوں۔ پانچواں کہتا ہے کہ ایک سپاٹ شیشہ میں نظر کا فوکس ٹھیک نہیں ہے

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

اصل کی نقلیں بھی بنا ہی کرتی ہیں۔ کسی چیز کی زیادہ نقلیں ہونا درا صل
اس کی خوبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ عقلمند لوگ ڈھونڈھ کر اصل کو پاتے ہیں۔ اور

نقالوں کے دھوکے میں نہیں آتے

پہننے۔ برتنے۔ کھانے کی اشیاء میں بھی دیکھا کہ جہاں اصل موجود ہے اسکی نقل بھی فوراً موجود ہوتی ہے۔
اور ایسی کہ عام انسان پہچان نہ سکے۔ اور تو اور نقل کرنیوالوں نے روپیوں اور نوٹوں تک کی نقل کی۔
موتی اور لعل سب نقلی موجود ہیں۔ جرمن نے جو نقلی موتی بھیجے ہیں۔ اصل انکے سامنے کچھ معلوم نہیں ہوتے
اور کستوری جیسی اشیاء کی نقلوں کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ امرت دھارا بھی نقلوں سے کیسے بچ سکتی تھی
جب سے امرت دھارا نے نام پایا نقالوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ بہت کوششیں کیں مگر اصل کا پتہ نہ پایا۔
لگے دھڑا دھڑ جھوٹی نقلیں کرنے غضب کی بات یہ ہے کہ نام ایسے رکھتے ہیں جس سے امرت دھارا کا شک
پڑے۔ اور بعضوں نے ایسے ملتے جلتے نام رکھے ہیں کہ انسانی آنکھ فوراً دھوکہ کھا دے +
پس صاحبان بہت احتیاط کا زمانہ ہے۔ اگر آپ کو بھی لوود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید کی ایجاد کردہ

امرت دھارا

قیمت فی شیشی ۱۲ (۱/۴؎ ۱/۲؎ ۱)

خریدنی ہے تو سوچ سمجھ کر خریدیئے اور احتیاط رکھئے کہ آپکو امرت دھارا کے سوائے اور کوئی چیز تو نہیں مل رہی ہے
تھوڑی قیمت کا خیال نہ کرو۔ اگر سخت وقت میں کام نہ دے تو پھر پچھتاوا لگیگا۔ امرت دھارا ان تمام امراض کا
جو عام طور پر گھروں میں بوڑھوں۔ بچوں یا جوانوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے اور اسکی ہر ایک شیشی
ہمیشہ ہر جیب میں ضرور رہنی چاہیئے۔ وقت بے وقت یہ بہت خرچ اور تشویشیں اور تکلیف سے بچا دیگی۔

تیس ہزار سارٹیفکٹ اسکی خوبیوں کے مداحوں کے موجود ہیں۔ اور سب کی یہ رائے ہے کہ
امرت دھارا ہمیشہ موجود رکھنا ایک معالج کا موجود رہنا ہے

المشتہر
منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور
۲۵-۵-۱۰۰۰۰

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri

CC-0 In Public Domain. Digitzed by eGangotri